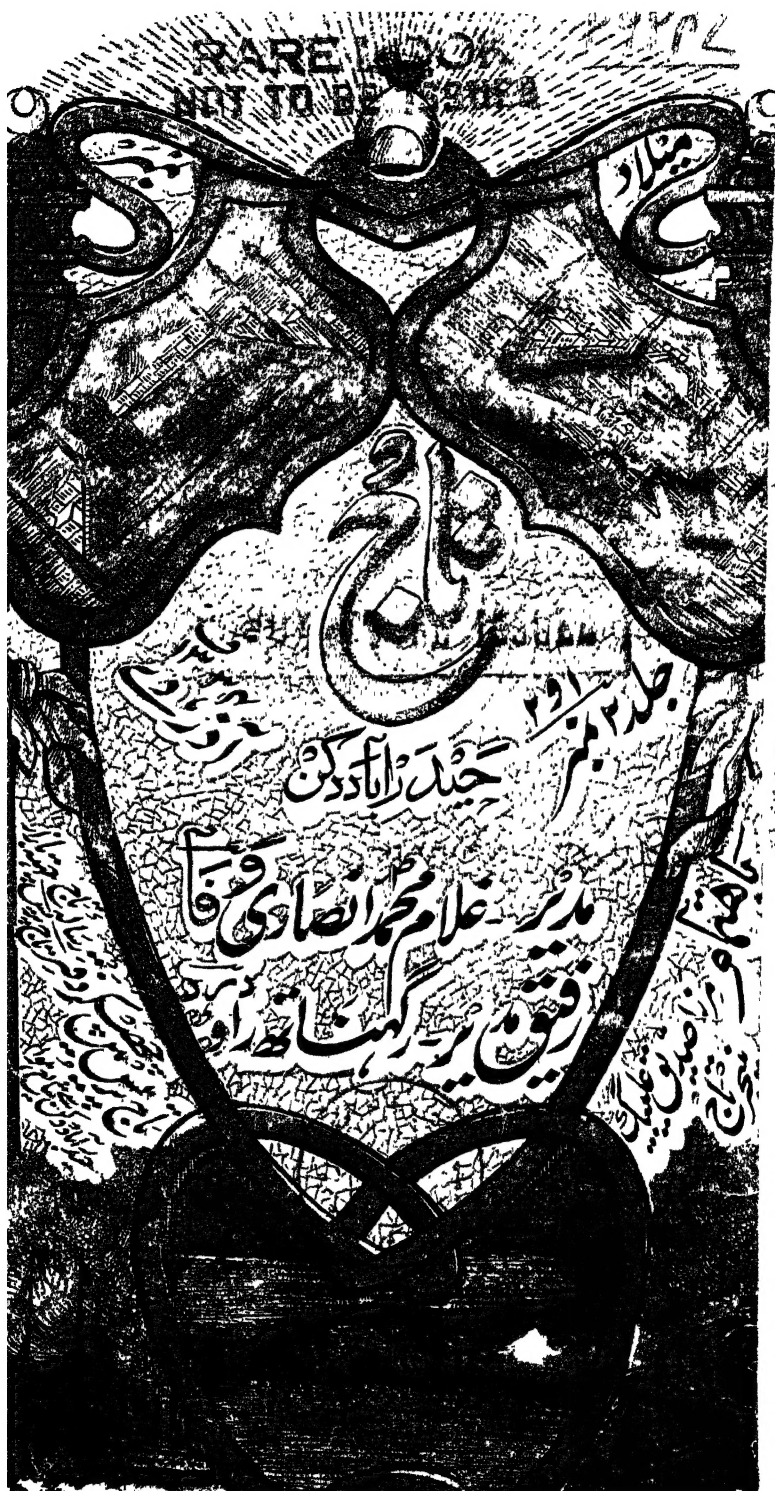


RARE BOOK
NOT TO BE LOANED



نہرستان تاج میلاد نمبر جلد ۲ نمبر ۱۲۱ اکٹوبر نومبر ۱۹۲۲ء

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	کلام مملوک مالک الکلام	محی المذہب والدین سلطان العلوم حضرت امیر اعلیٰ حضور بنو ہنگام صاحب	۵
۲	نعت محبوب خدا	ناظم الاخلاق مولانا مولوی سید غلام مصطفیٰ صاحب دہلی	۸
۳	لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ	پروفیسر مولانا محمد عبدالقدیر صاحب دہلی (نمائندہ کلچر)	۱۰
۴	ظہور نور	مولانا مولوی محمد عبدالقصد صاحب مدنی قنصل	۱۵
۵	نعت مبارک		
۶	نعتیہ بحول	مولوی ابوالفضل صاحب	۲۰
۷	ثبوت خاتم النبیین	مولوی غلام غوث صاحب سکر علیہ السلام	۲۱
۸	رباعیات	مولانا سید اختر حسین صاحب امجد حیدر آبادی	۲۲
۹	جدات تسنیم	جناب تسنیم حیدر آبادی	۲۵
۱۰	ماہ مولود	مولوی میر قطب الدین علی صاحب تلی	۲۶
۱۱	میرسن میلاد النبی	مولوی سید علی شہید صاحب	۲۷
۱۲	رباعیات قلیل	محبوب علی صاحب قلیل حیدر آبادی	۲۸
۱۳	رباعیات امجد	مولانا سید امجد حسین صاحب امجد حیدر آبادی	۲۹
۱۴	مدیہ کا خاند	مولوی سلیم الدین صاحب وکیل	۳۰
۱۵	ایام تمدن	فضل اللہ اختر صاحب (جامعہ عثمانیہ)	۳۱
۱۶	مباحث فلع المذہب	مولوی ابراہیم صاحب فیاض حیدر آبادی	۳۲
۱۷	تذکرہ محرمی	جناب "ناہید"	۳۳
۱۸	آنحضرت کا سلوک بچوں کیلئے	ابلیہ مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی	۳۴
۱۹	نور محمدی	جناب خواجہ محمد شعیب صاحب (دارالعلوم)	۳۵
۲۰	ختم نبوت	مولوی محمد عبدالرب صاحب کوکب میرسن الہ آبادی	۳۶
۲۱	شام عمر کی صبح امید	مولوی سید نصیر الدین صاحب ہاشمی منشی قاضی	۳۷
۲۲	عرج سلیم	مولوی سید شاہ محمد حیدر جینی صاحب کدو سوار تاجی	۳۸
۲۳	خاتم الانبیاء	مولوی سید حسام الدین صاحب قاضی صاحب بھارتیہ	۳۹
۲۴	میر محمد زکریا کوٹاہ	مولانا حضرت محمد زکریا صاحب برکات علیہ السلام	۴۰
۲۵	نگار بروج الاول	سخن آفرین مولانا سید فیصل الدین صاحب چنگا	۴۱
۲۶	ملکہ الطہار	حضرت سید جلال الدین صاحب توفیق حیدر آبادی ٹوٹا	۴۲
۲۷	شیعہ المذہب	مولوی سید شمس اقبال صاحب فیاض حیدر آبادی	۴۳
۲۸	شیعہ بدی	مولوی سید محمد حسین صاحب آزاد حیدر آبادی	۴۴
۲۹	سر داوود عالم	شیخ ظہور الحق صاحب سکونت	۴۵
۳۰	سرس نعتیہ	میر داشر علی صاحب حضور	۴۶
۳۱	عید میلاد	مولوی ابوالحسن سید تنجب الدین صاحب تاجی	۴۷
۳۲	نعت مبارک	مولوی محمد غوث محی الدین صاحب قاضی	۴۸

187

CHECKED 187

بزم تاج

(۵)

(۶)

۴) **ناظرین کرام:** میں دینہ والدہ محترمہ خادمہ دیر تاج کی شہرہ علات اور کئے امتعال رطلال کے ناگوار حادثہ کی وجہ بہت دیرین شایع ہوئے۔ اس سے پہلے کا نمبر ہی دیر میں شایع ہوا تھا اور وجوہ تاخیر میں ظاہر کر دیئے تھے۔ باز اپنے مضامین کا اظہار تقویٰ مع افسردہ دل افسردہ کذا مجھے نا ایک ناخوش کن امر ہے۔ مدیر کی یہ سعی ہوتی ہے کہ یہاں وقت پر لفظ ناظرین کے اظہار کی رحمت گوارا نہ کرنی پڑے۔ مگر خاص مجبوروں کا خیال فرما کر ناظرین کرام کہ تم کو معاف فرما دیں گے۔

۵) **الحمد للہ:** کہ میلا دینہ گودیر میں شایع ہوئے۔ لیکن ہم کو توقع ہے کہ اپنے محاسن ہری و باطنی کے محاسن ناظرین کرام کو بھی بخیر نظر اور ان کو جو تاخیر کی رحمت گوارا کرنی پڑی ہے اسکو بہت سے بلکہ دیکھا۔ تم اپنے رسالہ کی سائیں میں کر رہے ہیں بلکہ دینہ والدہ محترمہ کا اظہار ناظرین خود ناظر فرما لیں کہ ہر کس میں ہر ناظرین کے من کر کے لکھے جو تیرے قریب قریب میں ہر ناظرین کے من سے وہ بھی جس سیطرے کتابت پر وہ میں شایع ہوا ہے۔ یہ زیادہ کے مضامین جمع کئے ہیں کیا کچھ محنت اور مصافحہ نہ اٹھانے پڑے ہونگے۔ میں ان تمام مضامین کو جس میں جو مضامین نظر و شرح میں اپنے متعلق ہر ذیل میں مختصر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں امید ہے کہ ناظرین کرام کو بھی اس کا کام الملک ملو لکھنا۔ یہ خوش خبری ہے کہ آقا سرسلالہ محی الملک والہ الدین سلطان العلوم ناچار دکن حضرت اقدس و اعلیٰ اعلیٰ حضرت صاحب اسرار و غلام اللہ و غلام اللہ کا کلام ملاغت نظام ہے۔ مگر اس کے متعلق ہمارا کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

۶) **بے:** عنوان کلام غور و فکر ہے کہ ہر کس کا کام ہے اور کیا کلام ہے اور جس متعلق ہر اوصاف حسنہ میں ایک جہاں اللہ ہے اس کا اظہار غور و فکر کی شکل دیکھنا ہے۔ "انما بآء دلیل آفتاب" ہم کو اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنا چاہئے کہ ایسے حکم الہیہ خیر و نادر کا عہد محدث مہر ہم کو نصیب ہوا ہے۔ سرور و گد و رش بنانا چاہئے۔ جو مستعد و دوران و سرور و خدا کا لکھنا ہے کہ یہ رسالہ تاج کا دور جدید اس پناہ کے جن ناکہ مباح کا ایک قریب میں اس کے طبع و شایع ہوئے اور کئی رسائل میں غلام ہری و باطنی جو میرے جو امتیاز اس رسالہ کو حاصل ہے وہ محض اپنے شاہ مجاہد کے ساتھ اراوت و وحدت کی کثرت ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ ہم کو آئندہ اپنے شاہ عالم پناہ کا کلام بلاغت نظام میرے بوجایا کماؤ اس کا اندراج ہم اپنے رسالہ کے تحت باعث سعادت و برکت سمجھیں اور اس کو آقا سرسلالہ محی الملک فرما لیں۔

۷) **نعت محبوب خدا:** ایک یا کینہ عقیدہ ہے۔ ناظم الاخلاق مولانا غلام مصطفیٰ صاحب دین سے ہر روز ناظرین کو بھی پس میں نہ تعارف کی کوئی حاجت نہیں معلوم ہوتی۔

۸) **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ:** مولانا غلام مصطفیٰ القدر صاحب مدنی حضرت پروفیسر عثمانیہ کالج علی معین غلامی کے اہل علم و ادب کے ہیں۔ آپ کی اعلیٰ قابلیت یہاں کے طبقہ علمائے مسلم ہے۔ آپ کا یہ تحقیر سا مگر عقائد متعین قابل و بدو لائق شرف اس قسم کے معنی کی عبارت میں انشاء پرانی بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن آپ میں یہ خوبی ہے کہ آپ کا طرز ادبا و نیا متحسب ہوا کما کر اور ہر کے معنیوں میں تعریف کی پاشنی ضرور ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ آپ کو معارف و صفات میں انہماک رہتا ہے کہ کچھ لکھیں کہ ہر دو جو کے شواہد

۹) **سند و نبوی:** یہودی و دھرم و مذہب جو دے گئے ہیں ان سے آپ کا پانچویں ظاہر ہوتا ہے۔
ظہور نور: سرحد و غلام کی ولادت باسعادت کا ذکر مبارک ہے۔ یہ مولانا غلام مصطفیٰ القدر صاحب مدنی متعلق فضل کا مضرب ہے اور اعلیٰ انشاء پرانی کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ آپ مضامین نظر و نشر لکھنے میں نہایت مشاق و لایعربی غازی



جلوه طرست عجب باه بیع الاول منظر هر سرب باه بیع الاول
 ساخته بر درو دیوار منور عثمان رشک مرآت خلیفه بیع الاول

بیت شریف

شبه دیار فنا و بقا رسول کریم مطلع مدار دور سعاد علماء رسول کریم

سبح عقل و محیط علوم و حیطہ فضل

طہ از عرش برس۔ زیب سخی توحید

شعاع شمس نبوت۔ ضیا بد کمال

معین عین عنایات و مستغاثا

مرضی بجز تو از ہر علاج مستغنی است

گدائے کوئے تو ام غیر زین پناہی

زہوش نفت چو موسیٰ اہل نیکو کشید

ہاں کہ جبل متین خدا بہ ندید

زہے محمد و محمود واحد و حامد

اگرچہ اہل خلقت لیکن اس عظمیٰ

مناط سلسلہ انبیا رسول کریم

ہمائے نگہ ارتقا رسول کریم

ز حد فہم و ارادہ الوار رسول کریم

ملاذ و مامن ماؤا مار رسول کریم

مسیح نام تو۔ یادت دوار رسول کریم

ترجمہ بن خستہ یار رسول کریم

زکائے تو مئے پُر صفار رسول کریم

علاقہ ایست کہ دایم یار رسول کریم

شفیع و شافع و کہف لوار رسول کریم

ہم از خدا نباشد جدا رسول کریم



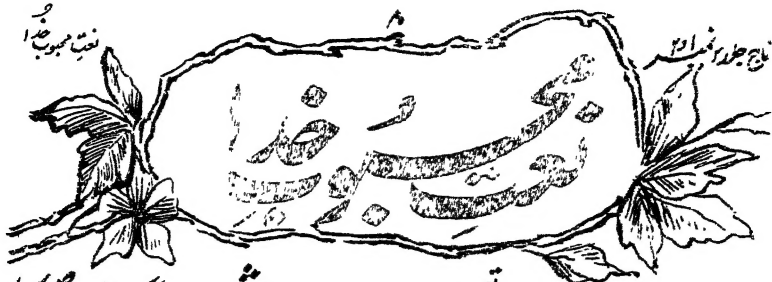
عشقے بدلم بہت سوار مدینہ مطلع یارب بر من کن سہ کار بند

چون مکر آن مطلع انوار خدا
 نوریست عیان در و دیوار مدینه
 یک نفخه غنیمت با غم برسان رود
 اے باد صبا زان گل بخار مدینه
 اے شیخ ترا جنت فردوس مبارک
 باشم من شوریدہ و گلزار مدینه
 از بہر خریداری رحمت ملک آید
 پناختہ از سر سو بازار مدینه
 اے ساقی کوثر فیض تو بخواہ
 ایں تشنہ دہن شربت دیدار مدینه
 از عرش بہ شام و ہم بہ زیارت
 افواج ملائکہ شدہ حصار مدینه
 عمریت کہ ہستم دل جان شیدا
 جوئندہ و مشاق و طلبگار مدینه
 باشد چہ فلک شرب نیست شیشا
 اے صل علی رفعت و انوار مدینه
 ہر خاک نشین تخت نشین در آنجا
 چہ حرات پس سایہ اشجار مدینه

از لطف عظیم شدہ لولا کہ عجب نیست

سجده برسی گرتو بہ دربار مدینه





ہوا جب طرف نعرہ بلند آکر
 جہاں پر شکار اہو گیار تہہ پیمبر کا
 کوئی سلطان ابرہیم ادم کا جگر دیکھے
 نہیں شاہی کا خواہا جو گدا ہے آپ کے در کا
 تھی اک خلق خدا گمراہ تھی تو خدا گمراہ
 دکھایا دین کی رستہ ایسا ہی پیمبر کا
 عجب تھا خلق حضرت کا لجنہ برہمنی
 بنے وہ موم جو تھے دل سنیہ تھیج کا
 جو محبوب بھی ہیں شیخ عابد بھی
 وہی نے نبی پر خوف پھر کیا ہو محشر کا
 خدا کا نور جسم میں الٰہ کا دل
 نہ ایسا جام تھا جو کمانہ آئینہ کند کا
 باجے عبادت تیری میں کیے قربان
 گدا کو تیرے بار کبے لالچ لوگوں کا
 پشیمانے دیکھے ہیں راع معصیت
 الٰہی کیوں میں ان بنوں دینہ ترکا

ہمیں فیض ان مخلوق میں کوئی بھی نہیں

خدا کے لئے جس تہہ غالی پیمبر کا

سید غلام مصطفیٰ شاہین



ہوگا

لکھا مطلب کرتا ہے۔ اور اس کو لکھا کر اپنی استہاد پوری کرتا ہے۔ پیانا پانی دیتا ہے اور پانی پیکر اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے اس طلب میں کوئی اس کو ملامت نہیں کرتا۔ دیکھتی ہیں۔ کان سے ہیں۔ مگر کوئی نہیں پوچھتا۔ ایسا کیوں کرتے ہو؟
اسی طرح ہر دل میں خدائی جستجو ہے۔ ہر دماغ میں اس کی تلاش ہے۔ یہ کیوں؟ یہ انسان کی فطرت ہے۔

اس پیاس کے بجھانے کو ایمان کا آب حیات دیکر خدا نے پیغمبر بھیجے۔ خدا کو ایک بندہ انسان کا کان ہے۔ اس کے متعلق جو کہیں ایک ہی بات کہیں گے۔ وان من امة الا خلا قیہ انبیا واما لکنا معذبایں حتی نبعث فیہم رسولا۔

پیغمبروں کے زمانے سے بعد ہوتا گیا، تو عقلی تعینات اور غیر محصور الہامات کی وجہ سے پیغمبروں کو تعلیم سچ ہوتی گئی۔ بزرگان مذہب کو خدا ماننے لگے۔ گھر گھر جدا جدا چاہئے لگا۔

مذہب جو روح کی راحت اور دل کے الطینان کے لئے تھا۔ وہی بزرگوار باعث رحمت اور موجب نجات ہوتا گیا۔ الہی سلسلہ میں شامل ہونے کے عوض لوگ جبکہ جہل میں داخل ہو گئے۔

نماز کے معنی کا ورق لٹا گیا۔ مقتداؤں کی تصویریں بدلتی گئیں، آخر ملت خانی عالم علما اور وجود آخر صدوق قدرت کی کل تصویر رکھنے میں پہلے نکالنے میں بعد فضائے ہستی میں نور اور ہجو گئی۔ کون؟ وہ جو الیہ و الکت لکھو و ینکو و اقم علیہ کو غمختی و وضیت لکھو
الہامی سلسلہ دینا سے مخاطب تھا۔ اس کی سرائی اعجاز کتاب قائم۔ اس کا نذر دست دین قائم۔ اس نے عالم کو سکھایا۔ کسی قوت کو ضائع مت کرو۔ تمام قومیں اعتدال قائم رکھو۔ ہر شے کے اوقاف کو دیکھو۔ مستحق کو اس کا حق ادا کرو۔ دنیا میں کوئی شے بیکار نہیں۔ رہنا ماحولیت ہذا باطلہ اس کے مناسب استعمال سے فائدہ اٹھاؤ۔ خاندان کی نخوت۔ زمین کی عصیت چھوڑ دو۔ الہی رشتہ جوڑ دو۔ اعتدال سے بچو۔ بچو اللہ جمیعاً ولا تمزقوا۔ اس کے کہی دعوت خدائی نہیں کیا۔ بندگی میں شاہد اس سے لگتا

ن فرماں۔ وہ دنیا کو بتاتا ہے۔ انسانیت میں خواری ہے۔ فرعونیت میں زیان کاری ہے۔ اچھی شخصیت
ماؤ۔ اور خدا کی بندگی کا لطف اٹھاؤ۔

قرب و محبت میں اپنی بندگی کو نہ بھولنا۔ اس کا شیوہ ہے۔ مٹی محبت میں ہوشیار۔ صہبائے خیر
ب خود دار رہنا اس کا خاصہ ہے۔ لایفہا عول ولا عفا ہیز فون۔
وہ تمام کتب ساویہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور تمام کتب ساویہ اس کی تصدیق کرتے ہیں وامنوا
بما انزلت مصداقاً لما معکم ولا تلکونوا اول کافر بہ ولا تستثروا بایاتی ثمنا
قلیلاً وایای فانقون۔

اسلام کے کل طبیعہ کے دو جز ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ہر ایک جز کی سی
پر مٹی کتابوں سے شہادتیں دکھائی دے گی۔ اور بھولی بری باتیں یاد دلاؤں گا۔
یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمۃ
سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا
ایہ ولا کثرت بہ شینا۔
ن کریں اور اس سے شرک نہ کریں۔

لا الہ الا اللہ

ہند و مذہب

صرف ایک بغیر دوسرے کے

چاند و گیا اپانی شت ۱۰۲-۶

اس وقت نہ کوئی موجود تھا نہ معدوم۔ وہ بالذات ہی تھا۔ اسکے سوا کچھ نہ تھا۔

رگوید ۱۰

وہ نظر نہیں آتا اگر سب کو دیکھتا ہے۔ اس کی آواز نہ سنی دیتی اور وہ سب کچھ سنتا ہے
اس کو کوئی خیال نہیں کر سکتا۔ اور وہ سب کو خیال کرتا ہے۔ اس کا کسی کو علم نہیں۔ سب اس کو
علم ہے۔ وہی بصیر ہے۔ وہی سمیع ہے۔ وہی خیر ہے۔ وہی علیم ہے۔ وہ بالذات ہے۔ وہ ہلکی
خاک ہے۔ وہ باقی ہے۔ اس کا غیر فانی ہے۔

بڑھ ڈانی ۱۰۔ اپانی شت

ن تاریکی نہ تھی۔ جب نہ دن تھا نہ رات۔ نہ کوئی موجود تھا۔ نہ معدوم۔ اس وقت خیر
مض تھا۔ اور وہ بھی تھا۔ اسے کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ نہ عالم علوی میں۔ نہ سفلی میں نہ ان دونوں

میں اول ہوں میں آخر ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اشحیا - ۴۴ - ۶

وہ ہے۔ اٹھجی۔ قائم و دائم۔ اس کی سلطنت نابود نہیں کی جاسکتی۔ اس کی ملکیت
اب میں بھی میری ہے۔

دانیال ۶ - ۲۶

تو جان لیگا کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے۔ کیونکہ میرے سوا کوئی نجات دہندہ نہیں۔

حیاتی مذہب

خدا تو ایک ہی خدا ہے۔ باپ۔ جس سے سب چیزیں ہیں۔ اور ہم اسی میں ہیں۔

کارن تھی انس - باب ۸ - ۶

اطلاع میں ان مقولات کا ترجمہ انی بسٹ صاحبہ کے یونیورسٹی کٹ بک آف رلی جرنل
موسس سے کیا ہے۔ لہذا ان کا ممنون ہوں۔

محمد رسول اللہ

اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اُسے برکت دوں گا۔ اور اسے برومند
کروں گا۔ اور اُسے بہت بڑا دوں گا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور اُسے بڑی قوم
دیاؤں گا۔

پیدائش باب ۱۵ - ۲۰

میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں (بنی اسماعیل) کے لئے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور
اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں سے فرماؤں گا۔ وہ سب اُن سے کہے گا اور ایسا
ہوگا جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہیگا نہ سنے گا۔ تو میں اس کا حساب اُس سے
لوں گا۔

استثنا - باب ۱۸ - آیت ۲۰ تا ۲۱

اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرو خدا نے اپنے نرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور
اس نے کہا کہ (کلام) خداوند سینا سے (موسیٰ) آیا۔ اور ساحر سے (جیسی) ان پر طلع ہوا۔ فارا
آلہ اسی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ (فتح مکہ کے وقت) آیا۔ اور
اس کے دہنے ہاتھ ایک دشمن شریعت (قرآن) ان کے لئے تھی۔ (استثنا باب ۳۳ - درس - ۲ تا ۱)

میرزا حبیب مسیح و سید ہے۔ میں ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کے مانند کھڑا ہوتا ہے۔ اس کا سر ایسا ہے جیسا چو کہا سونا۔ اس کی زلفیں پیچ و پیچ ہیں اور کوسے کی سی کالی ہیں اس کی آنکھیں ان کبوتروں کے مانند ہیں۔ جوب دریا و دودھ میں نہا کے مکنت سے بیٹھے ہیں۔ اس کے رخسارے پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاری کی مانند ہیں۔ اس کے لب سو من میں جیت بہتا مٹکتا ہے۔ اس کے ہاتھ لیے ہیں جیسے سونے کی کڑیاں جن میں ترسیں کے جواہر چڑے گئے۔ اسکا پیٹ ہاتھی دانت کا سا کہنے جس پر میل کے گل بنے ہوئے ہیں۔ اس کے پیر ایسے جیسے گائے کے ستون جو سونے کے پایوں پر کھڑے کئے جائیں۔ اس کی قامت کوہ لبنان کی سی (بلند و وق) جوان رشک سر ہے۔ اس کا کلاشیر ہے وہ سراپا عظیم (ستودہ) ہے۔ اسے پروکیم کی بیٹیو! یہ میرزا حبیب ہے۔ یہ میرزا خلیل ہے۔

نزل الغزلات باب ۵۔ آیت ۱۰۔ تا ۱۶۔

خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران (مکہ) سے آیا۔ سلاہ۔ اس کی شوکت سے آسمان چھٹ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کے مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کس میں نکلیں۔

حقوق۔ باب ۳۔ ورس ۳۔ تا ۵۔

رب الافواج فرما ہے۔ کہ ہنوز ایک مرتبہ اور تہوڑی سی مدت بعد میں آسمان زمین اور ساری خشکی کو ہلا دوں گا۔ بلکہ میں ساری قوموں کو ہلا دوں گا۔ اور ساری قوموں کا حدیث (احمد) آئے گا۔ اور میں اس گہر کو جلال سے بھروں گا۔

حجی۔ باب ۲۔ ورس ۶۔ ۷۔

اور میں باپ سے درخواست کروں گا۔ تو وہ تمہیں اجمال (فارقلیط) دیگا کہ اب تک تمہارا ساتھ ہے (خاتم الزل)

یوحنا۔ باب ۱۴۔ ورس ۱۱۔

میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں، لیکن اجمال (فارقلیط) جس کی باپ میرا نام بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے، وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ میں تمہیں اطمینان دے جاتا ہوں۔

یوحنا۔ ورس ۲۵۔ ۱۔ تا ۲۔

۱۰
اطلاہ ان پیشین گوئیوں کی تحقیق خطبات احمدیہ - پیارے نبیؐ کے پیارے حالات میں دیکھو۔
 کوہ کیلاس پر مہادیوجی - پارتی جی سے کہتے ہیں۔

چہ ہزار سال کے بعد مندر (مکہ) کے ملک میں کہ دریا کے درمیان (جزیرہ نمائے عرب میں) وہ زمین
 واقع ہے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا کر دیا۔ وہ زمین لائق بش کے (بیت اللہ) ہوگی۔
 جس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوگا اس کا نام سانک رکھیا (آمنہ) ہوگا۔ وہ مخلوق سے نہیں ڈرے گا اور
 نہایت شجاعت اور عرفان والا ہوگا۔ اور اس کا نام حماوت ہوگا۔

ترکھڈ مصنفہ ثنیت جی

آئندہ زمانے میں حماوت پیدا ہونے ان کے سر پر بلی سایہ کریگی اور ان کے جسم کا سایہ نہ ہوگا
 اور کبھی جسم پر نہ بیٹھے گی۔

بھونک اور پران بیاں جی

راج سنیت بہو پریت دکھائے آپن مت سب کا سمجھائے
 سنگم اگم موئے تیج اوپارا پتی ابا اونٹ مجھارا
 تب لگ سندرم چھ کوئے بنا حماوت پار نہ ہوئے

را امان - بالکھڈ مصنفہ ثنیت جی

ان پیشین گوئیوں کی مزید تحقیق - ثبات احمدیہ - تصدیق الہیہ - کشف الاستار سے
 ہو سکتی ہے۔

۱۱
اطلاہ - اس مضمون میں راکہ فاعط سے بڑی مدد ملی۔ لہذا میر صاحب کا شکریہ۔

سے تربت و عزو شان محمدؐ کہ روح الامیں پاسبان محمدؐ
 چہ جو و سخاوت چہ لطف عطاء کہ عالم مہم میہ پاسبان محمدؐ
 نہ ذکر قیامت نہ فکر معیشت خوشحال وار فغان محمدؐ
 دل مضطرب مضطرب تر بناوا خدایا ز سوز نہان محمدؐ
 نہ یابم خرا لطف قدر مکرر کلام خدا و زبان محمدؐ
 مگر حسن سخوت دل نباشد شب می شنیدم فغان محمدؐ

محمد عبدالقدیر صدیقی پروفیسر عثمانیہ کالج



انسان

عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝
ہم نے زمین و آسمانوں پر اپنی امانت پیش کی (کہ اُنکے اٹھانے کی کس میں ہمت ہے) نیچے ذکر اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور جبالِ خالِکِ انسان نے اُس کو قبول کر لیا۔ اس بات کو بخانا کہ کس کی امانت ہے۔ اور کیا چیز ہے۔ اور یہ سمجھا کہ خالِکِ امانت الہی ہونے کے بعد تمام شیاطین و اجنہ و ملائکہ دشمن اور مخالف ہو جائیں گے تو کن مصیبتوں کا سامنا ہوگا۔ خواہ مخواہ ناتوان و ضعیف انسان نے خود کو ان قوتوں میں ڈال کر اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ۱۲

وہ خدا کی امانت کیا چیز ہے؟ اسکو بعض عشق کہتے ہیں اور بعض تکلیفِ شمع۔ مختلف آدمی مختلف خیال ظاہر کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کُنْتُ كُنْزًا خَفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ۔ میں چھپا خزانہ تھا ازل اس امر کو محبوب سمجھا کہ میرا جاننے والا ہی ہو۔ عارف کی محبت پیدا ہوتی ہے تمام واحدیت سے ایک نور آ موجود ہوا۔ اور ہزار ہا سال باری تعالیٰ سبحانہ کے آگے تسبیح تحمید قیام رکوع و سجود میں مشغول رہا پھر مشیت ہوئی کہ اور مخلوق پیدا ہوتا میرا اور اس نور کا عرفان حاصل کرے اور عارف فوری ہو غیر عارف ناری لَوْ لَا اَنْ لَّمَّا خَلَقْتُ الْفَلَاحِ اِنْ اِسْمُ نُوْرٍ مَبْرُكٍ سَے آسان زمین، ملائکہ، جن انس، جنت و دوزخ، اور تمام مخلوق کا ظہور ہوا اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَكُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُّوْرِیْ تمام آسمانوں اور زمین کو چہرہ دن میں تیار فرما دیا اور پھر ارشاد فرماتا ہے اِنِّیْ خَالِقُ الْبَشَرِ ۝

طین ۵ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ ملائکہ خوش ہیں کہ ہم فوری ہیں اور پیدا ہونے والا بشر خاکی ہوگا۔ پہر حق سبحانہ تعالیٰ نے آدم کی مٹی کو چالیس روز جمیٹ دیا ختمِ طینۃ آدوہ بدیعِ ارضِ تعین صبا حآ۔ اللہ اکبر آدم کی بھی کیا شان ہے کہ ساری دنیا چہرہ دن میں بنی اور چالیس روزیں تک دم کا خمیر اٹھا اور خاص بدیدت سے اور احسن تقویم میں کالبد انسانی تیار ہوا اور نور

پاک جو باعث ایجادِ خلق ہوا قلبِ آدم میں پوشیدہ بطورِ امانت رکھ دیا گیا۔ ابھی قالبِ آدم زمین پر پڑا ہوا
 ہی ہے کہ نامِ ملائکہ اور علمِ ملکوت اسکے دیکھنے کو آئے اور علمِ ملکوت بدنِ آدم کے اطراف گھومنے لگا
 کہ کہیں اندر جلنے کا راستہ مل جائے تو گہنِ خاک سے منہ کھلا ہوا جو دیکھا تو گھس گیا اور سارے بدن میں
 چکر لگا کر باہر نکل آیا۔ اور ملائکہ سے کہنے لگا کہ اس خاک کی پٹیلے میں غصہ ہے، کینہ ہے، شہوت ہے
 طرح طرح کے فساد ہی ماہی جمع ہیں۔ لیکن قلب میں خدا جانے کیا ہے۔ اسکے حوالی میں تک گزرنے پر سکا
 وہاں سخت انتظام ہے۔ پھر کہنے لگا کہ غالباً یہ مسیحہ تابع کر دیا جائیگا۔ اگر میں اس کا تابع کر دیا گیا تو
 خدا تعالیٰ کی عزت و کمال کی قسم۔ میں کبھی اس کی اطاعت نہ کروں گا۔ اور جب پوری طرح بنانے کے بعد
 کلبہِ آدم میں رُوح پھونکی گئی اور تمام ملائکہ کو سجدہ کرنے کا فرمان صادر ہوا۔ حکم کے ساتھ ہی تمام ملائکہ
 سجدے میں گر گئے۔ سوا ابلیس کے کہ وہ اپنے غرور میں اڑا کھڑا تھا۔ سجدہ نہ کیا۔ **فَاذِ اسْوْنٰیۃً وَا
 نْفَحْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا اِلَیْ سَیِّدٍ یُّنٰی ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ
 اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّا الْاٰیْلٰسَ ؕ اسْتَلْبٰزَ وَكَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝** ارشاد باری تعالیٰ عزائمہ
 ہوا کہ جن کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہو۔ اسکو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا۔ تو نے
 تمکیر کیا یا تو ہی بڑا رتہ والا ہے۔ **قَالَ یٰۤاٰیْلٰسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیْدَیْ
 اسْتَلْبٰزَتْ اَوْ کُنْتَ مِنَ الْعٰلٰیۡیۡنَ ۝** اس نادان ابلیس نے قالبِ آدم پر نگاہ کی اور قلبِ آدم
 کا خیال نہ کیا کہ اس میں کیا چیز اتنی رکھی گئی اور کس نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا اور کس نے سجدے کا
 حکم فرمایا۔ اس جہالت میں کہہ دیا میں اس سے بہتر ہوں۔ کیونکہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اس کی کچر
قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہٗ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیۡنٍ ۝ فرمانِ خداوند حق
 کی تعمیل نہ کی تھی اور نورِ مبارک کی بجانبِ معرّبہ زمین پر نہ رکھنے کی وجہ سے مردود کر دیا گیا۔ وہ
 نورِ مبارک صلبِ آدم سے منتقل ہوئے ہوئے نوح کے صلب میں آیا۔ پھر ہوتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کے صلب مبارک میں لایا یہاں نور اور ناز کا مقابلہ ہوا۔ اور نورِ ناز کو گلزار بنا دیا۔ پھر اصحابِ طاہرہ
 سے ارحامِ زکیہ فاخرہ میں منتقل ہوا ہوا عبد اللہ ابن عبد المطلب بن ہاشم کے صلب میں گیا
 جس کے انوارِ پیشانی سے نمایاں ہونے لگے۔ یہ دیکھ دیکھ ہر ایک عورتِ محبتِ عبد اللہ کی دایوانی ہو گئی
 سب کا یہی مقصد تھا کہ اس نورِ مبارک کے حامل ہونے کا شرف حاصل ہو۔ یہ شرف اور یہ عزت تو حضرت
 اُمّتِ شریٰ تقدیر میں لکھا تھا۔ بعدِ نکاحِ شبِ جمعہ صلبِ حضرت عبد اللہ سے نورِ مبارک بطنِ خضر
 اُمّتِ میں منتقل ہوا۔ اس وقت عالم ارواح میں ایک دُہوم ہتی ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا تھا

سید الانبیاءؑ کے ظہور کی خوشخبری سنا تھا۔ سید ائمہ کے خواب میں اول ماہ میں سیدنا آقاؑ صلی اللہ اور ماہ دوم میں ادریسؑ نبی ۱ لکھ ماہ سوم میں نوحؑ نبی اللہ ماہ چارم میں ابراہیمؑ خلیل اللہ ماہ پنجم میں اسماعیلؑ ذبیح اللہ ماہ ششم میں موسیٰؑ علیہ السلام اللہ ماہ ہفتم میں داؤدؑ رسول اللہ ماہ ہشتم میں سلیمانؑ ولی اللہ ماہ نہم میں عیسیٰؑ مسیح روح شریف لاتے اور حبیب اللہ کے تولد ہوئے۔ اور دنیا میں خیر الانبیاء اور سید الانبیاءؑ ہو کر ظہور فرمانے کی مبارکباد دیتے تھے۔ اور ہر ایک نبی سید الانبیاء کے فضائل بیان کر کے تاکید فرماتے کہ ائمہ جب ہدایت کے چراغِ مدینہ کے چاند تولد فرمائیں تو صاحبزاد کا نام مبارک **محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔

جب نومہینے ہو چکے ہیں اور شبِ دوشنبہ میلاد کی رات آتی ہے تو عالم منور ہو جاتا ہے اپنے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں۔ ہر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ آج سید عالمؑ سید المسلمین کا ظہور ہے۔ کوئی خوش خبری سنا ہے شفیع المذنبین آج دنیا میں ظہور فرمائیں گے کوئی کہتا ہے کہ آج وجہ للعالمین کے ظہور سے عالم منور ہوگا۔ کوئی کہتا ہے کہ آج صاحبِ لولائک ملنا شریف فرما ہوگا۔ آج صاحبِ قابِ قوسین اور ادنیٰ کا ظہور ہوگا آج اللہ کی امانت بشکلِ انسانِ کامل و کمال بنام **محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہر ہوگی (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدتی ائمہ ملاحظہ فرماتی ہیں کہ پرندوں میں یہ دھوم ہے۔ اور ملائکہ صفتِ حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیج رہے ہیں۔ رضوان (داروغہ جنت) کو جنت آرا سنا کرنا کرنے کا حکم ہو رہا ہے اور ملائک (داروغہ دوزخ) جہنم کے دروازہ بند کر نیکا فرمان ہے۔ خانہ کعبہ پر ایک علم تیر مغرب میں ایک شرق میں ایک جنوب و شمال میں ایک ایک علم تیر نصب کیا جا رہا ہے تمام عالم میں ایک عجیب برست کی لہر دوڑ رہی ہے اور ایک عجیب سنسنی مہل رہی ہے جسکی **اللہ** ماسأع اللہ۔ سیدتی ائمہ کے گہر میں خدمت کے لئے حوریں اور بی بی آسیہ و بی بی مریمؑ کمر بستہ حاضر ہیں۔ سنا اگر منور ہو گیا ہے۔ ایک نورانی پرندہ سیدتی ائمہ کے شکم مبارک پر پرچہ پڑا ہوا ہے۔ اظہیر رسول اللہ۔ اظہیر یا نبی اللہ۔ اظہیر یا حبیب اللہ ساتھ ہی ائمہ کا نور بشکلِ انسانی ظہور کرتا ہے اور ہم غاصیوں کی شفاعت کا ذریعہ بنتا ہے **الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ** ۵

میں بہت کراہت تھی لیکن یہ سب
 اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ بِجَاهِ هَذِهِ السَّبِيَةِ الْمُصْطَفَىٰ وَآلِهِ اَمَلِ الصِّدْقِ وَالْوَقَارِ
 كُنْ لَنَا مَعِيْنًا وَمُسَعِّفًا وَتَوْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ غُرْفًا وَارْتُقَابًا بِجَاهِهِ عِنْدَكَ
 قَبُوْلًا وَبَعْدًا وَشَرَفًا - اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ الْخَيْرِ - وَآلِهِ الرَّاهِلِ
 وَاصْحَابِهِ الْاَخْيَارِ - كَفِّرْ عَنَّا الذُّنُوْبَ وَالْاَوْثَارَ - وَاخْرِسْنَا مِنْ جَمِيْعِ الْخَوَافِ
 وَالْاَحْطَارِ - وَاجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَتِهِ فِي تَارِ الْفَرَارِ - اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

محرم المقتر صدیقی فضل

رکھو مرے پیار مجھے اپنے ہمرا
 گر پاس ہو تم مجھے کس کی پروا
 بے یار کے رہنا بھی کوئی جینا
 لاحول ولاقوة الا باللہ

مانا ہے میرا نامہ اعمال و سیاہ
 قطرہ بھی شکر کہیں ٹپتا ہے
 اسکی رحمت سے بڑھ کر واللہ
 لاحول ولاقوة الا باللہ

نقش تہ بند لا اُمّی لقی
 جزا سے متی ورا ذکر نبود
 محمد عبدالمقتر صدیقی فضل
 جانم شدہ تبتلا اُمّی لقی
 اُمّی ابی مذ اُمّی لقی
 سید احمد حسین امجد

نعت مبارک

نعت حبیب ناک ہمارا کھاتم ہے
 دنیا کے دوں تجھے بھی ہمارا کھاتم ہے
 اپنے خدا کے سامنے اک دن یہ نام ہے
 اپنے ہر حال میں یہی بیت الحرام ہے
 اس پر شراب عالم عقبت حرام ہے
 ساقی پائے حب نبی کا جو جام ہے
 پیغمبروں میں یہی طرف ازل و خاتم ہے
 اور عاشقوں کی ایک طرف بڑا نام ہے
 آتا ہے کون آج یہ دنیا اطمینان ہے
 عرش پر اس کی یہی مقام ہے
 ہر مرد اور چمن کی فدا و عوم و سلام ہے
 محبوب حق ہے اور شفیع نام ہے
 بقدر جسکے سامنے ماہ تمام ہے
 نکلے گا میرا کام تمہارا یہی نام ہے
 میں ہوں گناہ گار وہ عالی مقام ہے
 شکر خدا کہ غوث ہمارا امام ہے
 جس طرح میرا عالم دنیا میں نام ہے
 محمد عبدالمقصد صلی اللہ علیہ وسلم

ویدار یار آٹھ پہرا پنا کام ہے
 ہم جن کو چاہتے تھے وہ دنیا چلے
 اٹھو رہو گے خواب میں غفلت کے کب تک
 دیر و حرم میں کیا ہی کوشش و برہمن
 جس نے شراب عالم دنیا کیا ہے نوش
 آمد ہے میری دل میں سول کریم کی
 محشر پاپ ہے جو رہا ملک میں کفر سے
 رضوان دست بستہ ہے کرویاں میں
 آراستہ ہے خلد سب نہ جلاخ سرو
 کس کی امید میں بھی گئے سنگ گار
 وہ آئے کون فخر رسل سید عرب
 مقبول ہے یہی کون ہے وہی
 یوسف بھی جسکے سامنے ہوں کھڑے
 تشریف لاؤ بہر خدا وقت نزع میں
 کیسے ملوں نبی سے خدایا پیش میں
 بجلی کی طرح جائیں گے ہم کل صراط سے
 فضل رسول مجھ کو مجھ کو بخشا



رشکِ فردوس ہے شبہ دیارِ شیرب
 سرمہ دیدہ گریاں میں بناؤ نگائے
 جو میں محبوب بن اُن کا ہیں مہکن
 کون ہم پایہ ہے میدانِ شرف میں اسکا
 حق کے محبوب کا مسکن ہو کیونکر محبوب
 اس کا خالق ہے محب اُسکی زینجا تہیں مجب
 قابلِ دید ہے یہ داغِ محبت کی بہار
 یان کی ایدا میں بھی ہے دردِ محبت کا مثر
 سینہ صافی سے جو ہو نورِ بصیرِ حال
 ہے عجب باتِ تکلیفِ دل و فرحتِ روح
 غیرتِ طرہ لیلیٰ شبِ یلدا اس کی
 دلِ پروردہ کا احوالِ ناؤ نگائے
 راحت اس دارِ محن میں ہے کسے اے فیاض

ہے نہیں حکو خزاو ہے بہارِ شیرب
 ہاتھ آجائے اگر مجھ کو غبارِ شیرب
 ہے اعزاز و خجے عزت و وقارِ شیرب
 ہے شجاعِ قرشی شاہِ سوارِ شیرب
 جان ہے میری فدا دل ہے تارِ شیرب
 ماہِ کنگاں سے بھی بڑھ کر ہے نگارِ شیرب
 باغِ یہ سینے میں ہے سینہ فگارِ شیرب
 پھول کیا ہوں گے جو ہوں پھولِ خارِ شیرب
 بقعہ نورِ نظر آئیں منارِ شیرب
 زمزمہ سنجی طوطی و ہزارِ شیرب
 روکشِ شمشوقِ تسلیم و نہارِ شیرب
 اس طرف آئے اگر بادِ بہارِ شیرب
 امنِ بلجائے جو مکن ہو دیارِ شیرب

ابوالفیض فیاض حیدری



اللَّهُمَّ أَيَّاكَ لَسْتَعِينُ وَمَوْسَلٌ بِرَسُولِكَ هُوَ يَا الْمُؤْمِنِينَ
رَوْضُ الرَّحِيمِ وَأَصْلِي وَأَسْلَفَ عَلَيْهِ الْوَفَاءُ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ قَبْلَ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّعِيدُ الْعَالِمُ۔

اس کے قبل کہ نفسِ مسلک کی طرف توجہ کی جائے ضرورت اس امر کی ہے کہ مختصر طور پر تین امور پہلے سمجھ لیں تاکہ نفسِ مسلک میں کسی طرح کی پیچیدگی باقی نہ رہ جائے۔

(۱) سب سے اول یہ کہ نبوت کیا ہے (۲) ثانیاً نبوت و رسالت کی طرف بنی آدم کا احتیاج (۳) ثالثاً اس حاجت کا بدرجہ اتم پورا ہو جانا۔

مقہمہ یا مقصد متعلق نبوت
مسئلہ نبوت کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے پہلے اس مقدمہ کو سمجھئے کہ مسئلہ ارتقا کی آخری کڑی بالاتفاق بنی آدم ہے لیکن جب یہ عدم سے وجود میں آتا ہے تو ہر طرح کے وسائل و لوازم جو حیات کے لئے یا اپنے فاسد سے بہرہ مند ہونے کے لئے اسے چاہئیں اُن میں سے ایک بھی اُسکے پاس نہیں ہوتا۔ ہر شے کے حصول کے لئے اُسے ایک زمانہ اور مدتِ مینہ درکار ہے پھر یہ کہ قدم قدم پر ایک معلم کی تعلیم بھی اس کی دستگیر ہو۔ انسان میں پانچ حواس و دہیت کئے گئے ہیں جن کا اس عالم کو ن و فساد میں کر آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے عمل شروع ہوتا ہے۔ جب یہ حواس اپنا عمل شروع کرتے ہیں تو بہت ہی ترقی و قوت کمال پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اور ہر جب انسان کی عمر تقریباً سات برس کی ہوتی ہے تو اس میں ایک اور قوتِ حاسہ پیدا ہوتا ہے جسے قیہ کہتے ہیں۔ اب حواسِ خمسہ اور قیہ مل کر اپنا کام کرنا شروع کرتے ہیں اور کچھ دنوں بعد ان سب ایک زبردست قوت کا ظہور ہوتا ہے جسے عقل کہتے ہیں۔ بائیس برس کی عمر میں حواسِ خمسہ تیز و عقل سب اپنے مرتبہ کمال پر پہنچ جاتے ہیں لیکن اگر معلم کی تعلیم دستگیر نہ کرے تو یہ ساری قوتیں اپنے اعلیٰ منصب کے حامل کرنے سے محروم رہ جائیں جس اعلیٰ منصب کے پانے کا انہیں نوع انسان میں اگر حق تھا۔ عکسِ خروبین۔ ووربین۔ ٹیلیفون۔ ٹیلیگراف۔ موٹر۔ ریل۔ جہاز کے اقسام۔ جہول و قلعہ کے انواع۔ سٹو جنک کے

اصناف۔ ان سب پر اگر ایک دقیق نظر ڈالی جائے تو عیاناً یہ امر روشن ہو جائیگا کہ یہ سب کی سب حواس کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔ انسان نے اپنی اُس بے یارگی و ضنعت کو تعلیم کی وساطت سے اس طرح نہ صرف پورا کیا بلکہ شاعر و محاسن کو وہ ترتیب عطا کیا جو انہیں انسان اثرات و المذاقات کے پاس آکر کھانا کھانا ہی حال تمدن و معاشرتی زندگی کا ہے۔ آکل و مشارب میں تنوعات۔ ملباس و مسکن میں بولکلونی یہ بھی اپنی اُسی کمی کا تکمیل ہے جو تعلیم کے ہاتھوں سے کیا گیا ہے۔

جہاں کہیں سہا سہا تعلیم کی فینیں رساں بارش نہیں ہوتی وہاں انہیں شاعر و محاسن کو دیکھنے کے کس حالت میں ہیں۔ ظاہر ہر شکل و صورت میں کوئی فرق نہیں کہیں اثر و عمل کے اعتبار سے پرمردہ و افسردہ ملکہ مردہ نہ رہنے کے لئے مکان۔ نہ کھانے کے لئے اجناس و اقسام۔ نہ سر پوش کے لئے لباس۔ نہ محافظت کے سامان۔ نہ انفاق کے آلات۔ یہ تقادوت صرف تسلیم و قواسے دفاعی کی تربیت کا ہے۔ جہاں کہیں تعلیم کی آبیاری ہو گئی تو وہاں انسان اپنے صحیح معنوں میں انسان کہلا سکتا ہے۔ جانے کا مستحق مہر اور اُس کے شاعر و محاسن انسانی شاعر و محاسن بنے لیکن جہاں تعلیم کی آپ سیات نے سیرابی نہیں کی وہاں انسان اور حیران میں فرق بھی کے سوا کچھ نہیں پایا جاتا۔ لیکن انسان کی ترقی اس جگہ ختم نہیں ہو جاتی کہ وہ اپنے ملباس و مسکن۔ آکل و مشارب۔ محافظت و انفاق وغیرہ وغیرہ میں ایک جہاز کماں پیدا کر لے۔ اسلئے کہ ملبوس بالامیں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب حواس کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں لیکن غایت انسانی صرف انہیں امور کی ترقی پر اکتفا کر کے بے ابا کرتی ہے۔ یہ جزو جنسیت کے مقتضیات تھے جو انفراد نوع میں آکر بن سوز گئے جزو ناطق کی پرواز اماک خاص اوج کی طرف جایا جاتی ہے جیسے مولانا رومی نے اشار ذیل میں بیان کیا ہے۔

پنج حصے ہست جسے زبانی پنج حصے آں چو ز سرخ و ابرجس با جوس

آئینہ دل چوں شود صافی و پاکش نقش با مینی بروں از آب و خاکش

اگر انسان کے ان حواس کی جن کی طرف اشارہ مذکورہ میں اشارہ ہے تعلیم سے تربیت نہیں کی گئی تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان حواس کے لئے تعلیم سے بے بہرہ رہنا اُسی طرح کی مصیبت ملے ہے جیسا کہ اُن حواس کے لئے تعلیم سے بے خبری جہاں دستم تھا جب تک اقتصادے جزو ناطق کا تکمیل نہ ہو اُس وقت تک انسان حقیقت میں انسانی کمال سے بالکل محروم ہے تمدن و معاشرت قوت و شوکت میں چاہے جس قدر بھی ترقی کیوں نہ ہو جائے لیکن ہنوز وہ اصلی معنوں میں انسان کہے جانے کا مستحق نہیں۔ پس اس حصہ کے تکمیل کے لئے بھی انسان کو ایک خاص تعلیم اور ایک خاص قسم کی حاجت ہے۔

حقیقت نبوت اکمال انسانیت کا عظیم الشان حصہ اس طرح کمال پذیر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو

کسی ایک کو منتخب فرماتا ہے اور اسے عبادہ عام حواس کے ایک زبردست و قوی حاشہ عطا فرماتا ہے جسکی بدولت وہ بڑی راست و وحی الہی کے خطاب و نزول کا تحمل کرتا ہے۔ تعلیم الہی کے قبول کرنے اور سمجھنے کی اُس میں استعداد ہوتی ہے۔ وحی الہی اور تعلیم ربانی چونکہ اس حالت کی مسلمہ و ربی ہوتی ہے اس لیے نہ اس خطاب کا امکان نہ شبہ کی گنجائش ہے۔ اس ثبوت و حاشہ کے سامنے تمام حواس عامہ بہت خند پھیلائے ہوئے ہوں گے خواستگار ہیں۔ یہ ہر ایک شخص کے حواس خمسہ ظاہری تین زور عقل کے اغماط کو پہچانتا ہے۔ خطا کار یوں کو پہچانتا ہے ان کے مواقع زلات سے آگاہ ہوتا ہے۔ جہاں یہ مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں یا ٹھک کر رہ جاتے ہیں تو وہ شخص جسے منجانب اللہ وہ حاشہ عطا ہوا ہے اپنی اسی قوت کی وجہ سے انہیں مغالطات سے آگاہ کرتا ہے اور ان کے تاریک راستوں میں ایک شمع ہدایت رکھتا ہے۔ منزل کو ان پر اسان اور مطلوب کو ان سے قریب کر دیتا ہے اس حالت و قوت کا نام نبوت و رسالت ہے اور جیسے یہ عطا کیا جاتا ہے اُسے نبی اور رسول کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب اُسے نبوت و رسالت عطا فرماتا ہے تو پھر وہ ان چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو ہماری آنکھیں کسی طرح نہیں دیکھ سکتی ہیں وہ آوازیں سنتا ہے جن کو سننے سے ہمارے کان عاجز ہیں ایسے مضامین سمجھتا ہے جن کے تعلق سے ہماری عقل بے بہرہ ہیں وہ اعلیٰ علوم اپنی نسبت قانونی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دیکھتا ہے اور خلق کو پھر وہ باتیں بتاتا ہے اور ایسی راہ و راستہ مستقیم کی دکھاتا ہے جن کے سمجھنے سے اور جس راہ کے پانے انسان بغیر اُس کی تعلیم و تلقین کے مجبور و راندہ ہے۔ اہل اگر اُس کے نور نبوت سے انسان اُس کے پاس ہوں اصول اور اُس کے سکھائے ہوئے علوم کے بموجب اپنے ان حواس خمسہ کو جن کا اشارہ مولانا رومی نے فرمایا ہے مستی نہ کہ توجہ وہ اہی و سہی انسانوں سے اُسی قدر بلند ہو جاتا ہے جس قدر نصیر زبانی سے ارفع ہے اور بہی وہ بلند ہے جو مقتضائے انسانیت ہے اور یہی وہ کمال ہے جو انسان کو صحیح منصب انسانیت عطا کرتا ہے۔ یہ سلاسیا واضح ہے جس کا انکار ایک منصف کر نہیں سکتا۔ لہذا اب ہم دوسرے پہلو سے بحث کو صاف کرتے ہیں۔

تعلیم نبوت اور انسان کی طبیعت تمدن کی معقنی ہے اور چونکہ تمدن اقتضائے طبع ہے اس لیے ہر وہ اصول جس کا تعلق تمدن سے ہو اور تمام وہ علوم جو تمدن کے بار و فوق بننا ہوں انسان بالطبع ان کی طرف راغب وائل ہوتا ہے۔ یہ تمدن کے اقتضائے طبعی ہونے کا نتیجہ ہے جو علم انسان کے لئے ناگزیر اور ضروری ہو گیا اب یہاں پر یہ بات قابل غماض ہے کہ تمدن زندگی ایک زبردست اور کامل دستور العمل چاہتی ہے اگر معاملات باہمی میں ایک دوسرے کے حقوق کی محافظت ہے۔ توازن و تعدیل سے ہر ایک کمال و فضیلت و حرمت اپنے اپنے مقام میں ترقی پذیر ہوتے رہیں۔ ایک کی صنعت دھرفت

کمال سے دوسرا بغیر اس کے کہ جانبین میں سے کسی پر زیادتی ہو آپس میں متباعد ہوتے رہیں۔ انسانی بڑی کمزوری
 یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات کو اعتدال پر قائم نہیں رکھ سکتا اور نہ عوض و معاوضہ و انتقام میں تعین مقدار
 و حد و دو کو قائم کر سکتا۔ اور حق تو یوں ہے کہ جذبات پر قدرت حاصل کرنا اور انہیں افراط و تفریط سے بچا کر
 نہایت ہی دشوار ہے۔ انسان کا اُس حال میں بیکفیس کا اُس پر سخت حملہ ہوتا ہے عدل و انصاف پر قائم
 رہنا از بین بھر و سر کرتا آتا ہے۔ خاص کر ایسی حالت میں جبکہ اُسے یہ معلوم ہو کہ مواخذہ کی نگاہ اُسے دیکھتی
 رہی ہے اور عوض لینے والا ہوتا ہے اُس کے جبروت و قدرت تک پہنچنے سے تو اسے ایسی صورت میں ملوث
 و غارت کو اپنے اپنے جادہ اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے ایک کامل و صحیح اصول کا دستور حاصل چاہیے لیکن
 دستور العمل سے استفادہ و استفادہ اُسی وقت پوری طرح حاصل کیا جاسکتا ہے جبکہ ایسی بات بھی موجود ہو
 جو اپنی عملی زندگی سے جڑنا ملے۔ و قانون کی تفسیر کر دے جس سے بنی آدم کو اس دستور العمل کا قابل عمل ہونا
 معلوم ہو اور اُس باعمل کی جو اُس دستور العمل کا ذمہ دار ہے پاکیزہ و دانا و متحرک زندگی آئیے سر کی گنج
 دستور العمل کی صفت | اب سوال یہ ہے کہ وہ دستور العمل کیسا ہو۔ اور اُس کا بنانے والا کون
 اور اُس کا واضح

(۱) قواعد ایسے ہوں کہ جن پر عمل کرنا ممکن ہو اور اُس پر عمل کا لازمی نتیجہ نلاح و بہبود ہو۔

(۲) اُس دستور العمل کی واضح وہ ذات ہو جس کی نسبت تمام مخاطبین سے یکساں ہوتا کہ اُس میں کسی عیب

یا فز کی رعایت قرابت یا وطن یا ہم قوم یا اور کسی خاص علاقہ کے سبب نہ کی گئی ہو۔

(۳) واضح قانون کا علم حوائج مخاطبین پر ایسا نظر آوے کہ کسی حالت میں انہیں دوسری جانب اشتقاق
 کی ضرورت باقی نہ رہے۔

کھٹا ہو
 ہر اکابر

(۴) بجا اشاعت دستور العمل اُس کا علم عمل کرنے والوں کے حالات سے اور تعمیل کرنے والوں کے خیالات

(۵) اُس کا دائرہ حکومت اس قدر وسیع ہو کہ جس سے ٹکڑ ٹکڑ جاکر جانا محال ہو۔

(۶) اُس میں سزا و جزا کی قوت قائم ہو۔

(۷) سہو و نیان کو قصد و عزم سے جدا رکھ سکتا ہو۔

(۸) اطاعت و عدم اطاعت کا اثر اُس کی ذات یا سلطنت پر نہ پڑتا ہو۔

(۹) کوئی دوسرا اُس کا کسی امر جزئی میں بھی شریک نہ ہو۔

(۱۰) سزا و جزا کا مدار اطاعت و نافرمانی ہو اور اُس میں ایسی مساوات ہو کہ ایک فقیر و شہنشاہ دونوں پر ایک

کے ایک ہی سزا اور ایک ہی مقدار میں ہو خصوصیات شخصی کا ذرا اثر قائم نہ ہو۔

کیا ایسا دستور العمل بنانا انسان بشر میں ہے ؟ نہیں کبھی نہیں ہرگز نہیں کیا کوئی طاقت عالم
مبدع عالم برزخ اور عالم معاد تک سوائے قدرت خداوندی کے چھانی ہوئی ہے ؟ کیا کوئی سلطان
یا سید سلطنت یا فیلسوف ذہان یا مقنن ذی فنون سراسر وعلائیہ یہاں تک کہ اغفال قلوب پر بحر علم الہی
کے محیط ہے ؟ کیا کوئی قوت ایسی ہے جس کا مقابلہ ہر حال اور ہر وقت محال ہو ؟

پس اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی جی میں ہے تو یہ مانگ دہل یہ کہو گنا کہ اس
جمل جہد نے جس نے انسان کو پیدا کیا اس میں جذبات عطائے اس کی طبیعت میں تمدن کا اقتضا
خلق فرمایا اسی نے اس کے لئے ایک کامل دستور العمل اپنے رسول کی معرفت بھیجا جس کو اصطلاحاً شریعت
میں وحی و کتاب اللہ کہتے ہیں اور وہ ذات جس پر یہ کتاب نازل ہوئی اور جس نے اپنی مقدس ذات
اُن قوانین الہیہ کی پابندی کر کے تعلیم کو علی صورت میں پیش کر کے دکھا دیا وہ نبی اور رسول ہے اب ہم
اس مسئلہ کے خط و خال ایک اور متئل و فصیح آئینہ میں دکھاتے ہیں۔

مسئلہ سابق کی ایک | عالم میں جس قدر اشیا کہ پائی جاتی ہیں جہاں ان کا وجود ان کے
دوسرے کی ضرورت ہے۔ | موجود کی طرف رہبری کرتا ہے وہاں اس امر کا بھی سراغ لگتا ہے کہ
یہ تمام اشیا کسی ایک مرتبی کی تربیت کے موافق اپنی حیات کی غایت کو پوری کر رہے ہیں کائنات
کا ایک ذرہ بھی ایسا نہیں جو اپنے فاطر کے الہام سے بے بہرہ و محروم ہو ایسی کوئی ہستی نہیں جس کی
خلقت اپنی ذات میں کوئی مقصد مقصد نہ رکھتی ہو اور اپنے وجود کے فرائض کما حقہ ادا نہ کر رہی ہو
انہیں موالید ثلاثہ کو دیکھو ان میں جادو کا یہ فرض و مقصد ہے کہ ایک خاص چیز و مکان میں ثابت قدم
رہ کر اپنے وجود کو اپنے سے بلند تر کے لئے راحت و حیات کا موجب بنائیں۔ پس ہر وہ شے جو مصداق
جادوین ہے اپنی اس خدمت کو انجام دینے میں ہمہ تن سرگرم پائی جاتی ہے مثلاً پہاڑ اپنے سکون
و وقار کے ساتھ ایک جگہ قدم چلے ہوئے چمنوں کو رواں اور مہلنی اشیا کی پرورش کر رہا ہے
اور کبھی اپنے اجزائے مرکبوں اور کانٹوں کے استحکام کا پشت پناہ اور ان کے زمین کا دیور بنتا
زمین فرش خدمت میں کھجی ہوئی ہے پانی سیرابی میں مصروف ہے آگ اپنی حرارت سے جلا رہی ہے
گرما رہی ہے۔ اسی طرح نبات غذا حاصل کرنے اور نشو و نما میں مصروف رہ کر اپنے بھو جان محل اور سہرہ بھو
نگاہوں کو خشک دماغ کو مضر کام و زبان کو لذت دے رہے ہیں۔ کہیں غذا پیتے ہیں اور کہیں دوا اور
در دوا مل کھوتے ہیں۔ اب ایک قدم آگے بڑھو جو ان لایعقل یا بالفاظ دیگر غیر ناطق اُن کو دیکھو
یا اپنی حرکت ارادی اور احساس کے فرض میں سرایا محو ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں راحت کی زندگی تلاش

کرتے ہیں سکونت کے لئے مکان کے جو یا ہیں دوست و دشمن میں تمیز کرتے ہیں۔ غرض جس وارا کے جو لازمی نتائج ہیں ان سب کا قصد و ران سے برابر ہو رہا ہے۔ الحاصل چار سکون و قرار۔ نبات غنڈا اور نشو و نما اور حیوان احساس و ارادہ کی منازل کے راہِ رد ہیں اور ان سب کا رہبر مخفی طور پر وہی الہامِ خاطر ہے۔ پس انسان جو سلسلہ کائنات میں اپنا خصوصی اختیار رکھتا ہے کیا اُس کی ذات میں کوئی مقصد مضمر نہ ہوگا کیا یہ سب خصوصیت کا مرتبہ پاکر تعلیم الہی اور الہام ربانی سے بے نصیب رہیگا نہیں بلکہ اس کا الہام سب کے الہاموں سے زیادہ واضح و اعلیٰ ہوگا اور اُس کے الہام میں وہ خصوصیت خاصہ ہوگی جس کا کوئی حصہ دیگر اجناسوں کے الہام میں نہ تھا۔

اسی ذیل میں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ محققانہ نگاہ ارتقاء کی پر بہار جھلکیوں سے جس وقت چھتی ہوئی گذرتی ہے تو اُسے صاف طور پر دکھائی دے جاتا ہے کہ سلسلہ ارتقاء کے ساتھ تعلق بھی برابر مسلسل چلا آ رہا ہے کہ ادون و اسفل جس اپنے سے اعلیٰ کی خدمت میں سرگرم رہتی ہے اپنے وجود کو باقی رکھنا اور ماحول کا حاصل کرنا اُس کے مقصد کا ایک جز ہے اور اپنے سے بلند مرتبہ کے سامنے نہایت فیاضی سے اپنے آپ کو پیش کر دینا اُس کے مقصد کا دوسرا حصہ ہے۔

اب انسان کو کہیں بتائے کہ کائنات میں اُس کا کیا منصب و مقام ہے اُن کے یا بھی افراد کو میں کیا نسبت قائم ہے اور انسان سے بلند وہ کون سی ہے جس کے آگے بچوں و چرا اُسے اطاعت کرنا ہونا چاہیے یہ وہ اہم معلومات ہیں کہ انسانی حیات کا دار و مدار انہیں سے وابستہ ہے اقوام و ملل کی کبر و گم خدگی انہیں معلومات سے تجاہل و تغافل کا نتیجہ ہے مخلوق پرستی۔ ماکل و مشارب میں بے احتیاطی۔ معاشرت میں جیہائی۔ وحی الہی سے اپنے کو بے نصیب رکھنے کا شر ہے۔

پس انسان کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے الہام و وحی کی حاجت تھی اگر ان کا پیدا کرنا انہیں تعلیمات کا فیض نہ پہنچا تو ہزاروں برس میں بھی اس صحت کے ساتھ اپنے حقیقی مقصد کو نہ پاتے اور بغرض محال صدیوں بعد اگر انہیں معلوم بھی ہوتا تو جس قدر سلیس دورانِ تجربہ میں قیدِ جبراً سے فضاے موت میں پہنچتیں وہ دنیا سے بغیر اپنا مقصد پورا کئے بے نصیب و محروم گذر جاتیں۔ آفرینش انسان کی ابتدا انہی ہی کی ذات سے کی گئی یعنی سب سے پہلے فرد انسان جو دنیا میں بھی گئے وہ بنی آدم علیہ السلام تھے۔

بعثتِ نبی کے مقصد کا تین یہاں تک بیلِ عقی اور فراست کی رہنمائی سے تقریر کی گئی لیکن اس بحث کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی آیات قرآن کریم سے

بھی یہی بتلاتی ہیں کہ بعثت نبی کا مقصد ہدایت ہے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ میں اس آیت کی تلاوت کیجئے **وَإِنَّمَا آتَيْنَاكَ مِثْقَالَ حَبِّ خَلْدٍ فَإِنَّ خِزْيَٰنَهُ لَكَبِيرٌ ۚ** **وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَلَٰذِكُمْ تَوَدَّٰهُمُ لَا يَأْتِيَنَّكَ اللَّهُ فَيَنْقَضَ وَعْدُ اللَّهِ إِلَّا بِسَمَرٍ لَّهُمْ ۚ** اس سے آگے چار مختلف مقامات پر بعثت رسول کے مقصد کو خود ہی جمل مجرور نے نہایت روشن الفاظ میں ارشاد فرمایا (۱) **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيَّاتِ رُسُلًا مِنْهُمْ لِيُتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَلِيُزَكِّيَهُمْ وَيُطَهِّرَهُمُ الْأَلْبَابَ وَالْحِكْمَةَ وَلِأَن كَانُوا مِنْ قَبْلٍ لَّيْسَ بِمُتْلَيْنِ**۔

(۲) **أَعْلَمَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا لِّئَلَّا يَقُولُوا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ سِوَاكَ وَبَرَكْنَا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ لَنَعْلَمَنَّ أَنَّهُمْ كَانُوا مِنْ قَبْلٍ لَّيْسَ بِمُتْلَيْنِ**۔

(۳) **كَلَّمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا لِّمَن لَّمْ يَكُن لَّهُمْ بَيِّنَاتٌ ۖ وَبَعَثْنَا لِّقَوْمٍ أَكْثَرٍ أَلْفَاظًا وَلَٰكِنَّمَا تَكُونُ الْكَلِمَاتُ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْكُمُ بَيْنَهُمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِى أَمْرِهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ**۔

آیات مذکورہ بالا اس باب میں نقص صریح ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے فرائض چار ہیں۔ اولاً آیات الہیہ کا یہ حکم کرنا۔ ثانیاً جنگاں خدا کے قول سے روحانی اور جذباتی ایمانی میں نشو و نما پیدا کرنا۔ ثالثاً اہل حق کا سکھانا۔ رابعاً اتباع وحی اور اطاعت الہی کی حکمتوں اور مصلحتوں کو بتانا۔ انہیں باتوں کو تعلیم دینے کیلئے ہر ایک نبی اپنے زمانہ میں خلق کی طرف مبعوث ہوئے لیکن اس سلسلہ انبیائی کا ہر ایک نبی ایک خاص قسم کی طرف مبعوث ہوتا اور اپنی اُس قوم کے لئے ایک شریعت لانا۔ کوئی مجبور بھی اُس کے پاس ہوتا جسے اپنی امت و قوم کے سامنے پیش کرنا لیکن اُس نبی کی تعلیم میں علاوہ اصول دین و اُتھبات مسائل شریعت و توحید و اُتھبات نبوت و رسالت۔ عباد و عشرت جن میں کبھی تیسرے تبدیل نہیں ہوتا کچھ ایسی باتیں بھی شامل ہوتی ہیں جنہیں مصلحتیات قومی اور وقتی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ چنانچہ زمانہ کے لوٹ پھیر اور جزئیاتِ دین کے گزر جانے کیلئے اب جو دوسرا نبی آتا تو اس کی تعلیم میں بجائے مذکورہ مصلحتیات کے موجودہ اُتھبات کی تعلیم ہوتی۔ مثلاً موسیٰ اور عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام و آلائہما و صلوات اللہ علیہما سے ملے اور دونوں نبیوں کی بعثت و دعوت تبلیغ ایک ہی قوم بنی اسرائیل کی طرف لیکن دونوں کے مجرور غیر و بیض زانی و صالحی تفاوتِ تعلیم میں موجود یکساں علیہ السلام کا مجرور عصا کا اثر ہاں تھا اور یہی مصلحت تھا کہما قال اللہ تعالیٰ (۱) **فَالْقُلُوبُ حَمَاقٌ لَا تَعْلَمُ شَيْئًا** **مُبِينٌ** (۲) **فَاخْرُجْ مِنْهَا فَادْعُ إِلَىٰ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ مِّنَ الْحَقِّ لَنُصِيبَنَّكَ بِهِ نَارًا وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَافًا**۔

باج صدر بنیاد
اَبْرَءَ كَالْمَدَّةِ وَالْاَبْرَصَ وَ اُحْيٰى الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ - اسی طرح توریت کی تعلیم حمت و غیرت کے جذبات کو بھڑکاتی ہے شجاعت و مردانگی کی طرف للکارتی ہے لیکن بحیل عجز و نیاز تو اسے تحمل کا درس دیتی ہے۔ معجزوں میں تعارفِ تعلیم میں تفاوت یہ سب اپنے اپنے وقت کے مقتضیات و مناسبات ہیں لغرض صرف انہیں دو مثالوں سے امور ذیل مستنبط کئے جاتے ہیں۔ (۱) اہرنی کی اُمت ایک قوم متعین و مشخص تھی۔ (۲) اُس کی تعلیم میں ایسے عناصر بھی تھے جن کی بحیل ایک خاص زمانہ کی مقتضی تھی (۳) اہرنی کا جھڑواؤ اُمت کے لئے سمجھوتہ تھا لیکن مردِ ایمان کے بند وہ ایک صحیح و سچی روایت کے ذیل میں تھا۔

انہیں تین امور کی جانب اگر اجماعانِ نظر سے کام لیا جائے تو یہ سلسلہ روشن ہوا جاتا ہے کہ جس نبی کی نبوت قیودات و خصوصیات سے مطلق و عام ہوگی وہ نبی خاتم النبیین ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے تا عیسیٰ علیہ السلام کوئی نبی اس کا مدعی نہیں کہ میری شریعت تمام عالم کے لئے ہے۔ ہمیشہ کے لئے ہے بیکر بعد کوئی نبی نہ آئیگا نہ خود ان کتب ہائے آسمانی کو اس کا دعوے۔

قرآن کریم کا بانی اور محفوظ رہنا
پہلی دلیل ختم نبوت ہے

سے پیوستہ ہے صاحبِ دینی و کتاب ہے لیکن کتاب اس خاص فضل و رحمت کے ساتھ اسے دی جاتی ہے کہ اُس کی محافظت کا خود ہی اُس کا اُتارنے والا وعدہ فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نُحَافِظُکَ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا کُنَّا لَکَ وَاَنَا لَکَ خَافِضُوں دوسری جگہ اسی وعدہ کو ایک عجیب بندہ نوازی کے الفاظ میں یوں فرماتا ہے نَعَزَّوْرَئِنَّا الْکُتُبُ الْاَلٰیٰنَ اَصْطَفٰیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فِیْہُمْ طَالِمَا لَیْقِنٰہُ وَاَوْفٰیہُمْ مَّقْصِدًا وَ مِنْہُمْ سَابِقُ بِالْخِیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِکَ هُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ۔ یہ ظاہر ہے کہ عطا ہونے والے سب میں ردا و واپسی ممکن لیکن وراثت کا وارث سے لیا جانا نامکن ہے اس کتاب کا جب کہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو وارث قرار دیا تو یہ کھلا ہوا وعدہ ہے کہ مثل اُمم سابقہ یہ کتاب تم سے جیسی نہ جائیگی۔ جس طرح اُن کی کتابیں محرف متغیر ہو کر کلامِ الہی کی حیثیت سے اُن کے پاس باقی نہ رہیں۔ اُس طرح اس کتاب کا جو تہیں دی گئی۔ یہ حال نہ ہوگا۔ پھر اسی امر کی طرف ان آیات مبارکہ میں بھی اشارہ ہے (۱) لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَ لَا مِنْ خَلْفِہِ تَنْزِیْلُ مِنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (۲) اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتَابٍ مُّکْنُوْنٍ کَا حَمِیْسَہٗ اِلَّا الْمَطٰہِرُوْنَ (۳) بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ تَجِیْدٌ فِیْ رُجٍّ مُّخْتُوْنٍ۔ ان تمام آیات پر اگر غور کیا جائے تو یہ سلسلہ بلاشبہ واضح ہوجاتا ہے کہ بعد از محافظت قرآن پاک کسی جدید کتاب کے نزول کو یہ ضرورت ثابت کرتی ہے۔ یہ وہ خاص وعدہ ہے کہ جو فرما کر جمیع کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیاء و سابقین علیہم السلام کو کتاب

کے لئے کوئی اس طرح کا شہدہ نہیں سنایا گیا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ کتاب یعنی قرآن مجید جبکہ خاتم النبیین تو اس کا مبلغ خاتم الانبیاء و خاتم الرسل ہے تعلیم الہی اور وحی ربانی کی جو غایت تھی وہ جب پوری ہو گئی تو پھر انبیاء علیہم السلام کیوں مبعوث ہوں۔ الحاصل قرآن کریم کا باقی و معفوظ رہنا پہلی دلیل ختم نبوت ہے۔ قرآن کریم کا خام بنی آدم کے لئے ہے۔ قرآن کریم مثل کتب و صحیف سابقہ کسی خاص قوم کے نبی ہدایت ہونا دوسری دلیل ختم نبوت کی ہے۔

ہر مکتب کے اصلاحات موجود اس کا افادہ نہ ایک خاص زمانہ کے لئے نہ خاص قوم کے لئے نہ ایک مکتب کے لئے بلکہ ہر مکتب و اطلاق۔ اس لئے جہاں کہیں قرآن کریم اپنی فصاحت و ہدایت اور مبلغ ہوئے گا وہ مکتب و اطلاق لفظ عام ہے۔ انسان کا فرما ہے جس کی ذلت عموم و اطلاق پر ہے۔ (۱) ذٰلِكَ الْكِتَابُ الَّذِي هُدٰى بِهِ الْوَحْيُ الْوَحْيُ (۲) وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ (۳) لِيُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ سارے عالم کی ہدایت کے لئے جو کتاب کلاس و نام نہ رکھتی اور جس نے سارے بنو آدم کی ہدایت فرمادیا۔ یہ کیا ہے و عید کتاب قرآن مجید ہے۔ پس قرآن کریم کی یہ روح و نام دوسری دلیل ختم نبوت ہے۔ کمال دین و اتقان نعمت ہے۔ کتاب آسمانی کا ہر طرح کے تغیر و تحریف سے محفوظ رہنا اور اس کا تمام قیسری دلیل ختم نبوت ہے۔ عالم کے لئے ہدایت ہونا جیسا کہ اس قرآن مجید کے ساتھ مخصوص ہے۔

ویسے ہی یہ خصوصیت بھی اس میں ہے کہ دین کا کمال اسی کتابت ہوا۔ ہر وہ جو جن کا بیان کرنا وحی الہی کے ذمہ تھا ان سب کی حال ہی آخری وحی ہے۔ حیات دنیا کے اب جتنے ادوار ہونگے اور انقلاب و تغیر کی جس قدر صورتیں ہوں گی ان سب کی رہنمائی اسی آخری تعلیم سے ہوگی۔ (۱) مَا تَقْرَءُ لَنَّا فِيْهِ اٰیٰتٌ مُّذٰنٍ لِّتُذَكِّرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَبَشٰرًا لِّلْمُسْلِمِيْنَ۔ یہ آیات نبیات اس پر شاہد ہیں کہ ہر ایک کلمے جانے کے قابل جو بات تھیں وہ سب بیان کر دی گئیں ارشاد ہوتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنََكُمْ وَ اَنۡصَحْتُ اِلَيْكُمْ لِتَقْبَلُوْا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكُمْ لَكُمْ اَشْكَالٌ هٰدِیْنَ۔ دین کا شکر دیا گیا اور نعمتیں تمام کر دی گئیں اب اگر نبوت ختم نہیں ہوتی ہے تو پھر یہ کیا تمام کمال تھا کہ جس کے بعد مکمل کی حاجت نہ رہی اور یہ کسی غیبی جو نو یا شدہ صادر نہیں آئی پس اگر تمام کے بعد تمام اور کمال کے بعد کمال محال ہے تو کب کسی اور نبی کا آنا بھی محال ہے۔ الحاصل کمال دین اتقان نعمت اور تبیان کل شئی یہ ختم نبوت کی قیسری دلیل ہے۔

سارے عالم کے لئے ایک ہی وجود کا یہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہر نبی و رسول کی بعثت ایک خاص قوم کے مبلغ ہونا چوتھی دلیل ختم نبوت ہے۔ کی طرف ہوتی چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے وَاِلٰی مَا دَخَلْنَا

ثبوت خاتم النبیین

ہود (۲) والی عمرو آخاھم صالحا (۳) ولا ملة بین آخاھم سجعینا (۴) ولقد انزلنا نوحا الی قومہ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یوں ارشاد فرموا کہ الی ابی اسرائیل۔ دوسری جگہ اس سے بھی واضح بیان قاذق ال عیسیٰ ابن مریم ید نبی اسرائیل انا مرسل اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراة وبعثنا برسول ینائی من بعدی اسمہ احمد۔ لیکن جبکہ دنیا میں ایک شریعت عامہ و مطلقہ بھی گئی تو پھر اس شریعت کا لاف والا زمان و قوم کی خصوصیات کا کیوں مفید ہوتا اس لئے قرآن کریم اس مہبط وحی الہی کے متعلق یہاں ارشاد فرماتا ہے (۱) وما انزلناک الا کلمۃ للعالمین (۲) وما انزلناک الا کلمۃ اللہ لیس بکلمۃ لیس (۳) قل الایمان لا یزول اللہ الیکم رجعا (۴) تبارک الذی نزل الفہمان علی عبدہ لیکون للعالمین فذی را۔ خدا کو صحیح سے کام لینا چاہیے۔ کتاب عید اپنے متعلق یوں کہے کہ میں تمام عالم کے لئے ہوں لیکن مکمل ہوں نبیوں کی قسم میں۔ ہر شے کی مبتدئ ہوں۔ صاحب کتاب کی شان بھی اسی ہمہ گیر و عمومی ہے کہ اسے ساتھ بیان کرے تو کیا یہ کھلا اعلان اس امر کا نہیں کہ نبوت ختم اور صاحب شریعت خاتم النبیین یہ ختم نبوت کی جو قسم لیل ہے۔

اخلاق خاتم النبیین کی جامعیت | خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن حکیم میں پانچویں دلیل ختم نبوت ہے | ارشاد فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٌ عَظِيْمٌ دوسرے مقام پر آخاھ انبیاء و صل علیہم السلام کا ذکر فرما کر پیغمبر کو یوں ارشاد ہوتا ہے فیکلما اھم اقتدا اور یہ فاکلما اقتدا و تقلید ایمان و اعتقاد میں جب کہ عوام تک کہنے لگے نہ تو پھر اس کا حکم انبیاء اور پیغمبروں میں ہی ختم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں کر دیا جائے گا پس لامحالہ جیسا کہ تمام اکابر علماء اہل سنت کا مجمع علیہ سلمہ ہے وہی حق ہے یعنی یا اقتدا کا حکم ان فضائل جبرئیلہ خصوصہ میں تھا جو ہر انبیاء علیہم السلام میں خاص خاص تھے تاکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و جذبات میں وہ تمام مجموعی خوبیاں اکجا جمع ہو جائیں جو اپنے اپنے وقتوں میں علی سبیل الانفراد انبیاء علیہم السلام میں تھیں اور اس طرح خلق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاءوں کے اخلاق کا مجموعہ بن جائے۔ ولعمریہ اقبل ۵

محبوب یوسف دم عیسیٰ یدرجیہا دارا | اے نبی خوباں ہمہ دارند تو تنہا دارا | رحمۃ اللہ و رضوانہ علی من قال ۵

فہو الذی شفع معنک و صوکرک | ثم اصطفاک حبیباً ماری اشم

جو بہ خفاقتہ اندازہ کرے کہ تیرا ہوا۔ احادیث و روایات سے۔

خاتم النبیین کا معجزہ
چھٹی دلیل ختم نبوت ہے

ہر ایک پیغمبر کا معجزہ اس پیغمبر کے عہد میں معجزہ تھا اور بعد میں سچی و صحیح رہا ہے لیکن خاتم النبیین کا معجزہ جس طرح کہ ظہور ختم المرسلین کے وقت

میں معجزہ تھا آج بھی اسی نازکی و روئی اسی اہمیت و شوکت اسی زور و قوت کے ساتھ معجزہ ہے اور اب تک اسی حتمت و جبروت کے ساتھ معجزہ رہا کیلینی خود قرآن مجید اس کا معجزہ تھا اور ہے۔ اہل عرب کو اپنی زبان پر ناز تھا۔ اپنے بیان پر گھمنڈ تھا۔ فصاحت کی موعیں ان کی زبان سے لہریں اڑتی تھیں۔ بلاغت ان کے بیان کا ایک ہتھوڑا تھا ان کے پاس ایک اُچی رسول آتا ہے اور کہتا ہے وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ اور پھر اسی پر کٹھناں کرنا بلکہ ان کے عرق غیرت کو پہلے جوش میں لاتا ہے وَأَدْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ مُبَايِعِينَ اب بھی س نہیں کرتا بلکہ اس پر ایک تازیانہ کی ضرب اور لگاتا ہے فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا مِنْكُمْ فَعَلْنَا النَّارَ الْحَاقَّةَ وَنُفُوذُهَا النَّاسُ وَالْحِجَابُ عَرَبِیُّ رِقْمٌ اس کو سنتی ہے اور عمر کے ہاتھوں ناکا میابی کا جام پی جاتی ہے فَلَنْ أَجْتَعِدَ إِلَّا نَفْسِي وَالْجُنَّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذِهِ الْقُرْآنِ لَآيَأُتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا غرض بار بار انھیں غیرت دلائی جاتی ہے پھر میں لایا جاتا ہے طرح طرح سے اور بھرا جاتا ہے لیکن حروف کا جواب سیف سے دیتے ہیں مگر صرف ایک سورہہ کہہ کر بھی چوبیس آیات پر مشتمل ہے مقابل بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ الحاصل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم یہ معجزہ آج سے چودہ سو برس جس طرح کہ نازل ہوئی سورہہ میں ہر جملہ کا اعلان بکا کر سن کرین کو غائب و خاسر کر رہا تھا آج بھی اسی طرح سن کرین کو سرنگوں کر دے گا پس ہمارے والہ معجزہ میں پیغمبر عطا کیا گیا اور باقی رہنے والی شریعت سے بخشش فرمائی گئی وہ نبی ہے شک خاتم النبیین ہے و انعم فیلہ

مردوں کو جلائی ہے تری ناز کی آواز آواز کی آواز ہے عجاوین کا اعجاز

میں تازیانہ کے کلام کے ملی یوں کسکو زبانیں وہ سخن ہے جس میں سخن ہو وہ میاں ہے جس کا بیان پس بقائے معجزہ چھٹی دلیل ختم نبوت ہے

اس امت کی ایک خاص فضیلت اس امت مرحومہ کے حق میں بولی تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ

عَلَى النَّاسِ وَتَكُونَ اللَّهُ شَٰهَدًا عَلَيْكُمْ لَكُمْ لِيُتَبَيَّنَ لَكُمُ الْآيَاتُ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ اب جو نبی آئے گا اس کی امت کون ہوگی۔ نیز یہ کھلی امت اُمم سابقہ کی شہید قرار دی گئی اور اس پر اس کا پیغمبر شہید بنایا گیا۔ شہادت کی یہ ترتیب کھلے طور پر بتا رہی ہے کہ نبوت ختم ہو گئی۔

ورنہ اب جو نبی آتا اُس کی اُمت اس اُمت پر شہید ہوتی اور اُن کا نبی اپنی اُمت پر۔ لیکن جب کہ سلسلہ شہادت یہ فرما کر ختم کر دیا گیا کہ گزشتہ اُمتوں کی شہید یہ پچھلی اُمت اور اس کا شہید اس کا نبی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ دروازہ نبوت کا بند اور یہ ساتویں دلیل ختم نبوت ہے

ختم المرسلین کے بعض فضائل | اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ قرآن کریم کا یہ محاورہ ظاہر ہے اکتسویں دلیل ختم نبوت ہے کہ حذف مفعول وہاں سے ہوتا ہے جہاں اطلاق و عموم مدعا ہو۔ اسی محاورہ کے بموجب یہاں فتح مطلق و عام سمجھی جائے گی جس کی دلالت فتوحات گونا گوں اور کشود و تنوع پر محیط۔ صرف اسی آیت پاک نے یہ بتا دیا کہ جسے تمام عالم کا جاتی دنیا تک کیلئے مبلغ بنا کر بھیجا گیا تھا اللہ جس کی حدائے تبلیغ فضاء عالم میں گنج کرنا ہونے والی نہ تھی اس کے لئے فتح بھی عام عطا کر دی گئی۔ تاکہ سارے عقو و کھل جائیں اور کسی طرح کی کوئی گرہ باقی نہ رہ جائے۔ فتح کا عام و مطلق ہونا دلیل ختم نبوت ہے۔ دوسری فضیلت دَرَسْتُمْ عَلٰی مَا فِیْہِ مِنْ شَیْءٍ اِسْمِ آیت شریفہ میں رحمت کو ہر شے پر محیط و وسیع فرمایا۔ دوسری جگہ اس رحمت کی تفسیر فرمادی دَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ۔ پس معلوم ہوا کہ کائنات کا کوئی ذرہ اور عالم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں رحمۃ اللعالمین کی رحمت پہنچی ہو۔ شریعت کامل مبلغ کامل تبلیغ پہنچنے کے لئے اگر ہیں مفتوح مشکلات کی گریں کشادہ پھر اُس کے سبب رحمت کے پھیلنے تمام کائنات عالم میں فیض رسانی۔ یہ لیکہ امر کا ثبوت کہ حجۃ الہیہ کا اتمام ہوا اور نبوت کا عداوزہ بند کر دیا گیا اور یہ آٹھویں دلیل ختم نبوت کی ہے۔

خاتم النبیین کی کامل سوانح و سیرت کا پایا جانا نوں دلیل ختم نبوت ہے

انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور شریعت نازل ہوتی رہی لیکن جب کہ شریعت کا اکمال اور دین کا اتمام اعلیٰ درجہ اکمال کر دیا گیا تو پھر ضرورت باقی نہ رہی اور یہ پچھلا نبی و صاحب شریعت جامعہ متصف باوصاف کمالیہ جس کے صحیفہ زندگی کا ایک ایک صفحہ بلکہ ایک ایک لفظ اور ایک حرف باقی رکھا گیا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قرار پایا۔ دنیا میں کس قدر انبیا علیہم السلام مبعوث ہوئے اُن کی صحیح تعداد تو اُن کا بھیجئے والا رب العلین ہی جانتا ہے۔ لیکن جن انبیا علیہم السلام کا نام معلوم اگر انہیں کے حالات زندگی اور واقعات نبوت کی جستجو کی جائے تو مشکل سے کچھ باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ قرآن کریم جو خاتم الکتب آسمانی ہے وہی کچھ اُن کی زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ لیکن خاتم النبیین کی زندگی اس طرح کامل و محفوظ ہے کہ یوم ولادت سے یوم وصال تک کے ہر لمحات زندگی رحمت کے ساتھ ہیں۔ یہاں تک کہ

اُس کی زندگی کا وہ حصہ جو ازواج مطہرات کے ساتھ گزرتا تھا وہ بھی منہموم و مشہود۔ اُس خاتم النبیین کی حالت میں اس قدر جامعیت کہ حیات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی مثال اُس کی عملی زندگی میں نہ پائی جا سکے۔ مکیسی سے اُس کی تعلیمی زندگی شروع ہوتی ہے اور شاہنشاہی پر آکر ختم ہوتی ہے۔ ان دونوں حالتوں کے درمیان میں جتنے مراتب ہیں اور جس طرح لے کئے جاسکتے ہیں وہ سب موجود۔ انضاف شرط ہے جس ذات کو ختم المرسلین بنانا تھا اُس کے تمام حالات زندگی اگر محفوظ نہ رکھے جاتے تو تعلیم کا وہ حصہ جو عمل دیکھنے سے ہی پورا ہوتا ہے کیوں کر کمال پذیر ہوتا۔ پس خاتم النبیین کی پوری اور کامل سوانح و سیرت کا محفوظ رہنا یہ ذیل ختم نبوت ہے۔

ثَلَاثَ عَشْرَةَ كَامِلَةً | ان دلائل کے بعد آخر میں اس آیت پاک کی تلاوت کروں جو اثبات
یعنی دسویں دلیل ختم نبوت | مدعائیں نص صریح اور جس میں خاتم النبیین کے اسم مقدس کی تفسیر
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنَ السَّاجِدِينَ لَكِنَّ الشَّرْعَ مَوْلَى اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ
يُكَلِّمُ نَبِيَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اور رسول میں نسبت عام خاص مطلق ہے ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں پس صریح
رسول خاتم النبیین ہو گا وہ خاتم المرسلین بھی ہو گا۔ نفی عام نفی خاص کو لازم مثلاً اگر حیوان کا وجود باقی رہے
تو انسان کا فنا لازم۔ دوسرے یہ مسئلہ قاعدہ قابل لحاظ کہ جمع محلی بالف ولام فاعل استغراق و عموم کا دیکھنا
لفظ (النبیین) کہ جمع محلی باللام ہے صیغہ عموم و استغراق کا ہے۔ اس قاعدہ کو تسلیم کرتے ہیں خاتم النبیین کا
یہی مقصد و مطلب ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اُن نفوس کے لئے جن پر غلبہ نبی صادق اُسکا ہو
خاتم قرار پائے۔ اب اگر خاتم النبیین کے بعد کوئی شخص بغرض محال نبی تسلیم کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا
کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا نفوذ باللہ صادق تیسرا امام امامۃ موعود صلی اللہ علیہ وسلم
میرا اللہ کی حیثیت سے اس کے صدق کو واجب و ضروری بتا رہا ہے۔ خدا کی پناہ اگر ارشاد رب العظیم میں مومن
جھٹکا بھی شبہ کی آجائے تو ایمان غائب غرض خاتم النبیین کی ختم نبوت کا تسلیم کرنا مستلزم کذب باری
جو خود کفر صریح اور بہت سے دیگر کفریات صریح کو متضمن اور یہ مقام خرابی اس سے پیدا ہوئی نہ خاتم النبیین کو
خاتم النبیین تسلیم نہ کیا گیا پھر یہ بھی ظاہر کہ جو تکرار محال جو رہ بھی محال پس خاتم النبیین کا خاتم النبیین
نہ ہونا محال وہو المدعی تفصیل اس اجمال کی اس طرح ہے کہ نفوت و صفات کمالیہ جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں اُن کی دوسریں ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی
ہیں اور ان کا اختصار اسی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں مثلاً اسلام ایمان نبوت
ورسالت۔ دوسری قسم وہ ہے کہ وہ نفوت و صفات کمالیہ مخصوص ذات اقدس وحی فداہ کے ساتھ ہوں

تلاخ جلد نمبر ۱۲۸
 اور کسی ادیس پائے بھی نہ جاتے ہوں۔ اس کی پھر دو تیس ہوں گی ایک تو وہ کہ اگر کسی ادیس اُن کا پایا جائے فرض کر لیا جائے تو اس سے کوئی محال لازم نہ آئے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مختصہ میں سے ہے۔ **لَبْنَحَانٌ اَلَّذِي اَمَامَتِي بِعَبْدِكَ لَا يَسْلَا يَتَنُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى**۔

۱۲۸ کنحان قات تو نسین اذ اذقی۔ اس طرح کی تصفیں اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصہ میں لیکن ان میں اشتراک میں انہیں کی صلاحیت ہے۔ یہ متعدد پر منقسم ہونے سے یا نہیں کرتی ان صفات سے منصف اگر متعدد نفوس فرض کر لئے جائیں تو اس سے کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا لیکن اسکی دوسری قسم وہ ہے کہ وہ صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس میں اشتراک میں انہیں کی صلاحیت نہیں متعدد پر منقسم ہونے سے باکرتی ہے۔ دوا اس سے زیادہ نفوس اگر اس صفت سے منصف فرض کر لئے جائیں تو اس سے محال عقلی لازم آئے۔ یہ وہ صفات ہیں کہ ان کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُسی وقت ہوگا جب کہ جملہ ماسوا و واعداء سے اُن صفات کا سلب ہو۔ اور اگر کسی اور کھائے ثبوت ثابت ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کا سلب لازم آئے۔ انہیں صفات میرے سے ایک صفت خاتم النبیین اُنکی ہے۔ وصف خاتمت کسی کہلئے اُسی وقت ثابت ہوگا جب کہ جملہ ماسوا و اس کے سارے ماسوا سے اس کا سلب ثابت ہو۔ پس جب کہ قرآن پاک نے یہ فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ تو سوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتمت سے سلب ہوگئی اور صرف اُسی ذات مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت و مہر جن و مدلل ہوگئی۔ اگر کوئی اس کے خلاف تسلیم کرے تو سر عقل و نقل سب کا مخالف ہے۔ کتاب قدیم یعنی قرآن حکیم سے اس شہادتیں پیش کی جا چکیں اب احادیث ملاحظہ ہوں جس سے یہ امر ثابت ہو جائے گا کہ آیات الدیسیطہ و ابالہ یہی مطلب ہے جو بیان ہوا۔ اگر اُن تمام احادیث شریفہ کا بیان کروں جن کی دوات ختم نبوت پر ہے تو مضمین بڑھ کر ساڑھے پانچ باب بن جائے۔ اس لئے صرف مروجہ حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

نوع اول خصوص من ختم نبوت

(صحیح مسلمین بن) عن ابی ہریرۃ قال (ترجمہ) حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا ہوں۔ مجھے جامع باتیں عطا ہوئیں اور مخالفوں کے

اعطیت جوامع العالم ونصر بالوہ
واخلت لی الغنائم وجعلت لی الارض
مسجد والمہود وارسلت الی الخلق
صحافة وختم بی النبیون ۵
(۲) داری سن میں بسند صحیح اور بخاری تاریخ۔ طبرانی اوسط اور بیہقی سن میں حضرت جابر

رضی اللہ عنہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انا قائد المرسلین ولا خیر
وانا خاتم النبیین ولا خیر ۵
(ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام پیغمبروں کا
پیشوا ہوں اور کچھ براہِ نحر نہیں مانا اور میں تمام پیغمبروں کا
خاتم ہوں اور بطورِ نحر نہیں ارشاد فرمایا۔

(۳) احمد و حاکم و بیہقی وابن حبان و عراض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انا عتد اللہ
فی امر الکتاب لخاتم النبیین
وان ادم لمجدل فی لہنتہ ۵
(ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکابِ یقین
میں اللہ کے حضور لوحِ محفوظ میں خاتمِ النبیین لکھا ہوا تھا
اور ہنوز آدم اپنی مٹی میں پڑے تھے دلنور ہوا تھا
آدم سرورتن بابتِ کلمہ گفت کہ کو حکم ملک جان و دولت۔

(۴) بخاری و مسلم و ترمذی و احمد حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور احمد و شعبن حضرت ابوہریرہ
سے اور احمد و مسلم حضرت ابو سعید خدری سے اور احمد و ترمذی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مثلی مثل الانبیاء جمیل قصیر
بینانہ ترک منہ موضع لبنۃ فظنا
بہ النظار یتعجبون من حسن بینانا لعلنا
موضع تلك اللبنۃ فظننت انا مسددا
موضع اللبنۃ فتموی النبیا وخلقوا لہ
وفی لفظ الشیخین فانا اللبنۃ وانا
خاتم النبیین ۵
(ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری
اور تمام انبیاء کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک محل تھا
عمدہ بنایا گیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہے
دیکھنے والے اس کے آس پاس پھرتے اور اس کی خوبیِ تعمیر
سے تعجب کرتے مگر وہی ایک اینٹ کی جگہ کہنگاہوں میں
کھٹکتی ہے میں نے تشریف لاکر وہ جگہ بند کی۔ مجھ سے
یہ عمارت پوری کی گئی مجھے رسولوں کی انتہا ہوئی میری
نبوت کی وہ پچھلی اینٹ ہوں میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۵

(۵) امام ترمذی حکیم عارف باللہ محمد ابن علی نوادر الاصول میں بسینا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے راوی - نبوت خاتم النبیین

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب رسولوں میں پہلا آدم علیہ وسلم اول الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور سب میں پچھلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۶) طبرانی معجم اوسط وجمع صغیر میں ابن عدی اور حاکم کتاب المعجزات میں بیہقی اور ابو نعیم وائل النبیۃ اور ابن عساکر تاریخ میل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی - ایک بادیشین تبلیغی مسیوم کا سر سناڑ نکار کر کہے لانا ہے وہ چھوٹا خانہ انبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچے اپنی امانت پھر حلی بن علی کا الی المرتب بیان کر کے یوں عرض کرتا ہے۔

انت رسول رب العالمین (ترجمہ) حضور پروردگار عالم کے رسول اور رسول کے خاتم جس نے وہ خاتم النبیین قد افلح من بعدہ تنصیر کی تصدیق کی وہ مراد کو پہنچا اور جس نے نہ مانا وہ نادمہ اور پانچ بعد وہ اعرافی بھی تلمیذ پڑھکا ایمان و ایمان کی دولت پانا مختصر

نوع النبیۃ نبی بنی اسرائیل نبی بنی آدم نبی بنی محمد (ترجمہ) نبی بنی اسرائیل کی ریاست فراتے ہیں ایک نبی کما اخطا نبی خلف نبی ولا نبی بعدہ تشریف لیا اور دوسرے کے بعد آتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں (۲) احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح بشرط صحیح مسلم کما قال لہ الحاکم و اقوالہ الناقد و دنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ترجمہ) ایشک رسالت ختم ہو گئی اب میرے بعد نہ کوئی والنبوت لا تفلح من بعد رسول بعد نبی لا نبی رسول نہ کوئی نبی۔

(۳) صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احمد و ابنا ابی ماجہ و خزیمہ و جہان حضرت ام کرد رضی اللہ عنہا سے بسند حسن طبرانی معجم کبیر میں حضرت حذیفہ ابن اسید رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح او صحیح مسلم اپنی واو و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انا لہ اثنا سیدو معالی شقارہ روایت موجود۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ترجمہ) اے لوگو نبوت کی بشارتوں سے کچھ نہ رہا مگر اچھا

یا ایہا الناس انہ لم یبق من خراب کہ سلمان دیکھے یا اس کیسے دوسرے کو دکھایا جا
مبشرات النبوة الا الروبائع کہیں یہ الفاظ ذہبت النبوة فلا نبوة بعدی یعنی
لصالحۃ یلہا المسلم او توی لہ نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں۔

نوع ثالث

(۱) البرائی مجھ کیسے اور حاکم با فاذہ صحیح اور یحییٰ دلائل النبوة میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے راوی حضرت آدم علیہ السلام کا مغفرت طلب کرنا اور بہت سے فوائد جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں
صدقت یا آدم انہ لا حب الخلق الی (ترجمہ) اے آدم تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے تمام جہاں سے
واذسا للتی جعہ فقد غفرت لک ولو زیادہ پیار ہے اور جب تو نے مجھے اس کا واسطہ نہ کر
محمد ما خلقتک و زاد الطبرانی وهو سوال کیا تو میں نے تیری مغفرت فرمائی اگر محمد نہ ہوتا
اخر الانبیاء من ذریتک تو میں تجھے نہ بنا تا وہ تیری اولاد میں سے پچھلا نبی ہے۔
(۲) ان موی لما انزلت علیہ التوراة (ترجمہ) جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تورات اتری
وقرأھا وحید فیھا ذکر ہذا الامۃ اُسے پڑھا تو اس میں اس بات کا ذکر پایا عرض کیے رب
فقال یا رب انی اجد فی الالواح میرے میں ان لوحوں میں ایک اُمت پاتا ہوں کہ وہ زمانہ
امۃ هم الاخرون السابقون قبلہا میں سے پچھلے اور تمہیں جسے اگلی تو یہ اُمت میری کہ خط
امتی قال تلك امۃ احمد کہ یہ اُمت احمد کی ہے۔

(۳) ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو
لما خلق اللہ آدم غریبہ بنیہ فجعل فی انہیں ان کے بیٹوں پر مطلع فرمایا وہ ان میں ایک کی جو پر
فضیلتیں دیکھا کئے مجھے ان سب کے آخر میں بلند
نضائل بعضہم علی بعض فرائی اور روشن دیکھا عرض کی لہٰذا یہ کون ہے فرمایا تیرا
سالمی فی اسفلہم فقال یا دہم بیٹا احمد یہی اول ہے یہی آخر ہے۔
هذا قال ابنک الخی ہوا اول و الاخری

(۴) ابن مسعود عامر شعبی سے راوی۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں

ارشاد ہوا۔

انہ کان من ولدک اللہ یحب و اللہ یحب (ترجمہ) بیشک تیری اولاد میں قبائل در قبائل ہوں گے

حتیٰ یأتی النبی الاٰھی خاتم الانبیاء یہاں تک کہ نبیؐ اُمّی خاتم الانبیاء جلوہ فرما ہو صلّی اللہ علیہ وسلم (۵) ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔

قال ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یسمی فی الکتاب النعمانۃ احمد و محمد والقطفی ونبی الملاحم وخطایا و فارقلیطا و ما ذ ما ذ سے جدا کرنے والے ما ذ ما ذ سے پاکیزہ صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ) اگلی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نام تھے احمد محمد۔ ماحی یعنی کفر و شرک کو مٹانے والی۔ المقطفی پیغیروں سے پیچھے تشریف لانے والے نبی الملاحم جہاد و جنگ پیغمبرِ حمطایا حرم الہی کے حمایتی فارقلیطا حق کو باطل سے جدا کرنے والے ما ذ ما ذ سے پاکیزہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۶) خطیب بغدادی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اسوی علی قبر نبی ربی حتیٰ کان بینی مبینہ کقاب قوسین او ادنی فقال لی یا محمد هل غمک ان جعلت اخر النبیین فغفلت لا قال فلعل غماعتک ان جعلتھم اخر الاعم فقلت لا الی اخر الحدیث کہ (ترجمہ) شب اسری مجھے میری بننے نزدیک کیا یہاں تک کہ مجھ سے اور اس میں دو کمان بلکہ کمر کا فاصلہ رہا اور مجھے فرمایا کہ اے محمد کیا تجھے کچھ اس کا غم ہو کہ میں نے تجھے سب پیغیروں سے پیچھے بھیجا میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا تیری امت کے پیچھے اس کا غم ہو کہ میں نے انھیں سب امتوں کے پیچھے رکھا میں نے عرض کی نہیں۔

(۷) ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردودہ و ہزار و ابوعلی و بیہقی بطریق ابو العارض حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل اسری میں راوی۔ ثم لقی ادا و احلا نبیاء فاشوا علی ربہم فقال ابراہیم ثم موسیٰ۔ ثم داود۔ ثم سلیمان۔ ثم عیسیٰ۔ ثم ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم اثنی علی ربہ فقال کلکم اثنی علی ربہ وانی مثن علی ربی الحمد لله الذی ابرہ منی رحمۃ اللعالمین و کافۃ الناس بشیروا و نذیرا و نزل علی العزقات بدیان اسل شیء و جعلنی فاتحا و خاتما ثم انتھی الی السد مرۃ فخطہ تعالیٰ عند ذلک فقال جعلتک اول النبیین خلقا و اخرھم بعثا و جعلتک فاتحا و خاتما ہذا حدیثہ و منقطع

نوع رابع بطول آفتاب المراتب خاتمت صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلام علیہ و علیٰ اکرم صحابہ العظام جو ادعای نبویؐ کی وجہ جال کہ اب مستحقِ نبوت ہے

(۱) امام بخاری حضرت ابو ہریرہ سے اور احمد و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت ثوبان سے

راوی۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیکون فی امتی کذبون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین ولا نبی بعدی ولفظ النبا صریح دجالون کذبون قریباً من ثلاثین (ترجمہ) عنقریب امت میں قریب تیس کے دجال و کذاب نکلیں گے ہر ایک ادعا کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی بھی نہیں۔ جس طرح آیات قرآن مجید کی تفسیر احادیث مصطفوی سے کی گئی مناسب معلوم ہو تلمس کر تفسیر احادیث کے لئے چند اقوال ائمہ مجتہدین و علمائے دین متین کے بھی نقل کر دئے جائیں تاکہ دلیل اپنے ہر ارکان ابو سے حجت قاطع ہو جائے۔

(۱) امام ابن حجر مکی شافعی خیرات احسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں۔ تنباء فی زمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجل قال انھلونی حتی اتی بعلامۃ فقال من طلب علامۃ کفر لانہ بطلیہ ذالک مکذب لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی (ترجمہ) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک مدعی ثبوت نے کہا مجھے ثابت کر کوئی نشانی دکھاؤں امام ہمام نے فرمایا جو اس سے نشانی مانگے گا وہ کافر ہو جائے گا کہ وہ اس مانگنے کے سبب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تکذیب کرتا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۲) فتاویٰ خلاصہ و فصول عمادیہ و جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ واللفظ للعمادی قال قال انار رسول اللہ او قال بالفارسیہ من پیغمبرین سیدہ من پیغمبرین من پیغمبرین می برم یکفر ولو انہ حین قال هذه المقالة طلب غیرہ من المعجزة فیل یکفر الطالب والمتاخر من المشایخ قالوا ان کان غرض الطالب تعجیزہ وانقصاحہ لا یکفر آخر اگر کوئی شخص کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں کافر ہو جائے گا اگرچہ مراد یہ ہے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا یا پیغمبر ہوں اور اگر اس کہنے والے سے کوئی معجزہ مانگے تو کہا گیا یہ بھی مطلقاً کافر ہے اور مثل متاخرین نے فرمایا کہ اگر اس سے عاجز و درسا کرنے کی غرض سے معجزہ طلب کیا گیا تو کافر نہ ہوگا۔

(۳) تیسرے الدہر پھر ہندیہ میں بعض ائمہ حنیفہ سے اور شاہ و النظائر وغیرہ میں ہے (واللفظ لھا) اذ المر یعرف ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم اخر الانبیاء فلیس بحسام لانہ من الصریدیہ (ترجمہ) جب نہ پہچانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پچھلے نبی ہیں تو مسلمان نہیں کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

۱۴۰) تا زمانہ پھر عالمگیر میں ہے چنانچہ حالِ اخیر میں فرشتہ تو آدم فی موضع کذا اعدنا نک
 بنور انوار کفیل یافند لایکفر وکذا اذا قیل مطلقاً انا ملک بخلاف ما اذا قال انا
 بنی (تو بنی) ایک نے دوسرے سے کہا میں تر از فرشتہ ہوں فلاں جگہ تیرے کام میں مدد کروں گا اس پر تو
 بعض نے یہ بیشک کہا کہ فریبہ گادیوں اگر مطلقاً کہا میں فرشتہ ہوں بخلاف اس کے جبکہ اور نے کہا کہ میں نبی
 ہوں اشفاق شریف امام قاضی حیاض غالی اور اس کی شرح بنیم الریاض للعلائے الشہاب الخجائی
 پر ہے وکذا لک یلعن من ادعی نبوة احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی فی
 ذمہ مسیلمہ الذناب والاسود العنسی او ادعی نبوة احد بعدہ فانہما
 خاتم النبیین بعض القرآن والحديث فهذا اتکذب اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ
 وسلم (مسلم و مسطور ترجمہ) اسی طرح وہ بھی کافر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
 کسی کی نبوت کا ادعا کرے جیسے مسلمان کذاب واسو و عنسی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 کسی کی نبوت ماننے والے اسی لئے کہ قرآن و حدیث میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کی تصریح ہے
 تو یہ شخص اللہ و رسول کو جھٹلاتا ہے۔

(۶) امام غزالی کتاب الاقصاد میں فرماتے ہیں۔ ان الامۃ فہوت من ہذا اللفظ
 انہ اشہم عند ربی بعد ابد ابو عد و رسول بعد ابد او انہ لیس فیہ تاویل کا
 تخصیص و من اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الہدیان لا ینع حکم بتکفیر
 لانہ مکذب لہذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص
 یعنی تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمیہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا کہ بتانا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا۔ حضور کے بعد کبھی کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا کہ
 اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے کہ آخر النبیین کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گڑھے نہ اس عموم میں کچھ تخصیص
 ہے کہ حضور کی ختم نبوت کو کسی زمانہ یا زمین کے کسی طبقے سے خاص کیجئے اور جو اس میں تاویل تخصیص کو
 راہ دے اس کی بات جنون یا نشہ یا سرسام سے بلکے ترانے کے قیل ہے ہے اسے کافر کہنے سے
 کچھ مانعت نہیں کہ وہ آیت قرآن کی تکذیب کر رہا ہے جس میں اصلاً تاویل و تخصیص نہ ہونے پر امت
 مجرورہ کا اجماع ہو چکا ہے۔

احادیث مبارکہ کی طرف غور فرمائے ختم نبوت کے مسئلہ کو کس طرح بار بار متعدد مختلف جال و مقامات
 سمجھا گیا۔ خاتم النبیین کی تفسیر میں آخر الانبیاء سے کی ہے اور یہ مسئلہ سلمہ کہ صیغہ تفضیل جب مضارع ہو

مضافاً یہ کہ جمیع افرادِ نبضیت مضاف سمجھی جائے گی "اسخ" صیغہ تفضیل ہے "الانذیاء" ہر ایک مضاف الیہ تہوہر وہ تہی جو الانبیاء کے افراد میں شامل ہے چاہے کسی جگہ ہو اور کسی وقت میں ہو اس کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ آخر الانبیاء۔

آدم علیہ السلام نے ختم نبوت کی گواہی دی۔ صحیفہ ابراہیم نے خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان فرمایا تو دیت شریف نے اس امتِ مرحومہ کو کچھلی امت بتلایا خود انصوصِ مرید نے خاتمتک کے معانی با نزاع و انقسام مختلف اوقات میں بالفاظِ گونا گوں سمجھا دئے۔ کہیں انتم میں فرمایا کہیں آخر الانبیاء ارشاد ہوا۔ کہیں لا نبی بعدی کا فرمایا کہیں نبوت کا انقطاع کہیں آخر تک ذہاب ارشاد ہوا۔ غرض ہر حدیث منقولہ بالا ایک طرزِ خاص سے ختم نبوت ظاہر کر رہی ہے۔ اس لئے احادیثِ مکررہ سے قطع نظر کر کے انہیں انصوصِ خصوص پر اکتفا کیا گیا آخر میں وہ حدیثِ جلیل نفل کر دی گئی جس میں ارشاد صریح کہ بعد آنحضرت کے جو دعویٰ نبوت کرے وہ کذاب و جالب ہے قیام قیامت تک انہیں جھوٹے دجالوں کے اوعاے باطل و متناقضاتِ طوع کے تاویلاتِ باطلہ سے ختم نبوت مٹانا چاہیں گے اور ائمہؑ کے خائب و خاسر رہیں گے۔ پھر علمائے امت کی ہر ہر بات و کچھنے کس کس پہلو سے اس مسئلہ کو واضح کیا ہے اور ہر طرح کا تاویل و تشکیک کہ کس طرح بیخ کنی ہوئی ہے۔ اگر احادیثِ منقولہ کی طرف ذرا عنق نگاہ ہو معائنہ نظر سے دیکھا جائے تو ایک ایک حدیث کے ذیل میں قائل و برہین قائلہ بے شمار۔ والحمد للہ العزیز الجبار والصمد الخالق المصلی والصلوٰۃ والسلام علی البنی المختار۔ اب میں اس مضمون کو صرف دو حدیثیں لکھ کر ختم کرتا ہوں۔

(۱) حج کا موسم خدا کا آخری نمبر حجۃ الوداع کے لئے آیا ہوا ہے میدانِ عرفات میں جب کہ ہزاروں موحیدین و مومنین کا مجمع ہے آیتہ الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ فَمَنْ مِّنْکُمْ مِّنْکُمْ نَازِلٌ ہُوَ بِہِ ان کا پیغمبر خطبہ دیتا ہے اُن مصالح میں ارشاد اپنی جنسیت کا بھی کرتا جاتا ہے۔ اکمال دین و اتمام نعمت بتا رہی ہیں کہ جو کچھ دین کے متعلق اس خاکدانِ عالم میں ہدایت و تہدیب ہونے والی تھی وہ ہو چکی آخیں وہ ہو چکا ہے الاہل بلغت سلمہ امیدان اللہم زعمو کی صلیت کو حج اُکھتا ہے پیغمبر بھی ہو چکا ہے اور پھر دوسری مرتبہ اللہم زعمو کی آواز وادی میں گونج جاتی ہے۔ پھر پوچھتا ہے اور پھر سارے فضا میں اللہم زعمو کی صدا پھیل جاتی ہے۔ اس دنیا میں یہ نظارہ تو بس ایک ہی مرتبہ اور یہ وہ دلکش ایمان افزہ نظارہ تھا جس کا دنیا کو انتظار پڑتا ہویم آخر پیش سے تھا۔ وہ امر ابراہیم جس کی ہدایت آدم علیہ السلام سے گئی تھی مختلف قرونوں میں

بے شمار نفوس قدسہ انبیائے کرام علی سبیل الانفراد اوسے کائنات عالم میں انجام دیتے رہے تھے آج اس کا ایک جوان عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے زبردست ہاتھوں سے بھگلا کر آیا جا رہا ہے وہ اپنے اولیٰ فرض کی تقدیق چاہتا ہے اور اس کے غلام بابر اللہم نفعو کہتے ہیں۔ اب وہ دوسری حدیث سننے میں اس آخری خطبہ کا ذکر جس کی بعد امت کو پھر کوئی خطبہ اس باب مقدس سے سننا نصیب نہوا۔ اس وقت جس قدر نصائح جامعہ ارشاد ہوئیں ان میں ایک لانی بعد ہی بھی ہے اس سے اسیت اس مسئلہ کی نہایت تبلیغ کی بہت اچھی طرح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ آخری خطبہ میں جو آخری نصیحت و تبلیغ ہو وہ کیوں کر اہم نہ ہوگی۔

(۲) امام اہل فقیہ محدث ابو الیث سمرقندی ترمذی تنبیہ الغافلین میں فرماتے ہیں۔ حد ثنا ابو بکر محمد ابن احمد ثنا ابو عمران ثنا عبد الرحمن ثنا داؤد ثنا عباس ابن اللکثی عن عبد خیر عن علی بن الحطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب سورۃ اذ اجاء نصر اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال شریف میں نازل ہوئی حضورؐ فرما برآمد ہوئے چٹنبہ کا دن تھا منبر پر جلوس فرمایا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ میں نہ اکر دو لوگو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت سننے چلو یہ آواز سنئے ہی سب اچھوٹے بڑے جمع ہو گھروں کے دروازہ ویسے ہی کھلے چھوڑ گئے یہاں تک کہ کنواریاں پر دو اس سے نکل آئیں یہ تک کہ مسجد شریف حاضرین پر تنگ ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اپنے بچھلوں کیلئے جگہ وسیع کرو پھر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرما کر حمد و ثنائے الہی بجالا کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجی پھر ارشاد فرمایا انا محمد ابن عبد اللہ ابو عبد المطلب بن ہاشم العربی الحووی المکی لانی بعد ہی الحدیث میں محمد ابن عبد اللہ بن المطلب بن ہاشم عربی صاحب حرم محترم و مکہ معظمہ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہذا مختصر۔ اللہ ایک وہ دن تھا کہ مدینہ طیبہ میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دھوم ہے زمین و آسمان میں خیر مت م کی صدائیں گونج رہی ہیں خوشی و شادمانی ہے کہ درودِ دیوار سے بگلی پر پی ہے مدینہ کے ایک ایک بچے کا دکتا چہرہ انار ہو رہا ہے ہاتھیں کھلی جاتی ہیں لہی کہ سینوں میں نہیں سماتے سینوں پر جاتے تنگ جاموں میں قبائے گل کارنگ۔ نور ہے کہ جھا جھم برس رہا ہے فرش سے ٹرنگ نور کا بتکا بنا ہے پردہ نشین کنواریاں شوق دیدار محبوب کر دکا میں گاتی ہوئی باہر لگی ہیں کہ

طالع البدن علینا من شینات الوقاع وحیل الشکر علینا من مآدع اللہ ذاع

نبی النجار کی لوکیاں کو پچے کو پچے محو نمہ سرائی ہیں کہ

مخفی جو لہر میں بنی الخیالیاں یا حبیب احمد میں جاساں

ایک دن آج ہے کہ اس محبوب کی خصیت ہے مجلس آخری وصیت ہے مجمع تواج بھی وہی ہے
بچوں سے بولسوں تک مردوں سے پردہ نشینوں تک سب کا ہجوم ہے لڑنے ہلال سننے بھی
سینوں سے دل کی طرح بیتا بانٹنے ہیں شہر بھرنے مکانوں کے دروازے کھلے چوڑے دھڑے ہیں
دل کھلائے چہرہ مرجھائے - دن کی روشنی دھیمی پڑ گئی ہے کہ آفتاب جہاں تاب کی دواعیٰ نزدیک ہے
آسمان پر مردہ زمین افسردہ بدرہہ دیکھو سناٹے کا عالم اتنا اذہام اور ہو کا مقام آخری نگاہیں ہیں
محبوب کے روئے حق نما تک کس حسرت و یاس کے ساتھ جاتی اور ضعف نو میدی اسے ہلکان ہو کر
بیخودانہ قدموں پر گر جاتی ہیں - فطرت اور بے لب بند گداز کے دھوکوں سے یہ صدا بلند ہے

اکنک سواد الناطری
من شفاء بعدک فلیمت
فہمی علیک النالہ
فعلیک اکنک احاذر

اللہ کا محبوب امت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی کیڑوں کو دیکھتا اور محبت بھرے جیسے
انہیں حافظ حقیقی کے سپرد کر رہا ہے - شانِ رحمت کو آنکھیں جدائی کا غم بھی ہے اور بیخ فوج امت
ہوئے آنے کی خوشی بھی کہ محنت ٹھکانے لگی جس خدمت کو ملک العرش نے بھیجا تھا با حسن الزبیر
انجام کو پہنچی - مجلس وصیت کی تبلیغ کی آخری ساعت ہے - اس میں شہادہ ہو رہا ہے لافنی بھگد -

الاھوال الانام خلقتا
محمدن المشفیج لكل اخر
بعاقبہ العقوبۃ والا
للمومنین افرح عظم
یکون لہا اشتراك وانفسا
کمال للنسول بعد انفسہم
وہل جعلنا لہم اتمام
بہ نمر المحاسن وانفسا
علیہ صلوٰۃ ربی والسلا
الاھوال الانام خلقتا
محمدن المشفیج لكل اخر
بعاقبہ العقوبۃ والا
للمومنین افرح عظم
یکون لہا اشتراك وانفسا
کمال للنسول بعد انفسہم
وہل جعلنا لہم اتمام
بہ نمر المحاسن وانفسا
علیہ صلوٰۃ ربی والسلا

غلام غوث متین علیہ السلام



سرخ مہر ہے۔ قد خطِ عا کیطخ ہے گلہ امت میں وہ را کیطخ
اس خاتمِ انبیاء کا آخرِ ظہور ہے مصرعہ آخرِ رباعی کیطخ

معبود کی شانِ عبد میں آیا ہو تنزیہ سے شبیہ کی ہمت آیا ہو
عمر میں حکم بعد ہے نامِ نبی کعبہ سے مدینہ کی طرف آیا ہو

میں خاتمِ عشق کا لکیتا آنکھیں میں بحسبِ محبت کا فیضیتا آنکھیں
ہے گنبدِ پر نور کی صوابا ل کعبہ ہے اگر دل تو مدینہ آنکھیں

سید احمد حسین اجمد



مجھے عشقِ رسولِ وہب ہے مری وقعت بھی کم آسمان سے

زباں بھی میری اللہ کی زبان سے ثناء ہے ربِ حبیبِ طیبان سے

زین بھی واکِ رشکِ سماں سے مزارِ ابدِ رحمتِ جہاں سے

ہیں ساقیِ سحر کا خوف نہ گزے رسولِ پاکِ حبیبِ پاسبان سے

ہمارا مشغلہ ہے زادِ دنیا کہ نامِ نچتر و روزِ باہ سے

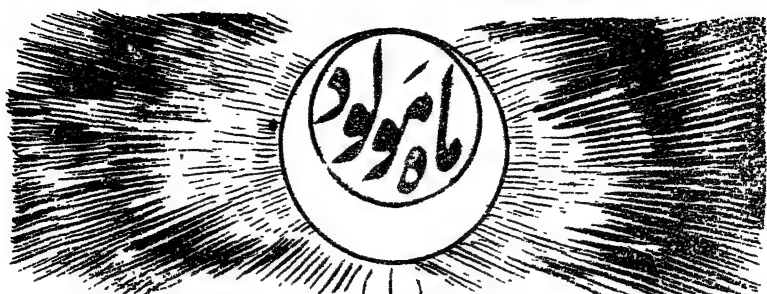
جسے ہو صد دل سے حُبِ رحمت وہ اہلِ خلدِ رشکِ میکان سے

اگر عیسا ہمارے بہت بھی تری حمت کا پتہ بھی گراں سے

فنائی اللہ کرنا اپنی ہستی یہی سسخت سے سخت امتحان سے

شناخوانِ محمد مصطفیٰ ہے نہ کہ کسبِ نامِ سوا جہاں سے

کسبِ نیکو حیاتِ آبادی



(۱) پھر دہریں دورِ شبن مسود آیا سرتاج شہور ماہِ محسود آیا
ہے وقفِ روضہ قدیوں تک کی بڑا اے صلّ علی کہ "ماہِ مولود" آیا

(۲) ایمان سے پھر دلوں میں قوت آئی پھر آدمیوں میں آدمیت آئی
آیا مہِ عرفاں مہِ مولود آیا رحمت آئی خدا کی رحمت آئی

(۳) کیوں فخر کرے نہ تیری اُمت تجھ پر حق کی ہے سوا سے عنایت تجھ پر
اوروں نے نبوت سے شرف پایا نازاں ہے مگر ذاتِ نبوت تجھ پر

(۴) ہے خاتمِ مرسلین رسالتِ تیری ہے شافعِ بنین شفاعتِ تیری
اللہ کا سا بھی ہے تراشیدائی ایمان سے بڑھ کر ہے محبتِ تیری

خاتمِ مرسلین
میر قُطب الدین علی قسطلی

مصر میں میلاد النبی

عموماً

انسان ممالک غیر کے حالات معلوم کرنے کا شائق ہے اور اس مردہ پسند کو نسبت واقعات موجودہ کے گزشتہ حالات زیادہ مرغوب ہیں یہی اصول بخوار رکھ کر تین سو اٹھارہ ولیم لین صاحب کی کتاب ماڈرن ایجیب ٹی انز (موجودہ اہل مصر سے ایک صدی قبل کے حالات جشن میلاد النبی ترجمہ کر کے ہدیہ ناظرین "پبلج" کرتا ہوں۔ بیچ الاول ۱۳۵۷ھ میں جس طرح یہ جشن قاہرہ میں منایا گیا تھا اسکے چشم دید حالات ولیم لین صاحب نے قلمبند کئے ہیں۔ اس نئے سال کی مدت میں اعتبار رسم و رواج بہت کچھ رد و بدل کی توقع کیجا سکتی ہے۔ اس لئے دل چاہتا تھا کہ یہ مضمون زیادہ نمل صورت میں پیش کیا جاتا اور اس عرصہ میں جو تغیرات اس مبارک تقریب میں ہوئے ان کی تفصیل اور جو رسوم اس وقت مصر میں میلاد النبی کے یہ مہینہ پر انجام دیکھتی ہیں انکی کامل تشریح کیجاتی ہے مگر مجھے اپنے ارادہ میں ناکامی ہوئی میں نے متعدد ہندوستانی سیاحان مصر کے سفر نامے بڑے شوق سے کھوئے اور نہایت مایوسی کے ساتھ فاسمہ پڑھ کر نیند کر دئے۔ میلاد النبی کا ذکر تو کہاں بعض صاحبوں نے تو اسکے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ البتہ مولوی شبلی نعمانی مرحوم اور حافظ عبد الرحمن صاحب امرتسری کے سفر نامہ جات میں کچھ حالات موجود ہیں جن کا ضروری اقتباس موقع بہ موقع حاشیہ میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ مجھے نہایت رنج کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اہل مصر نے میلاد النبی جیسی مبارک تقریب میں بہت سی لغویات اور خلاف شعاع امور کو شہ کباب رسم کر لیا ہے جو مصریوں کے ضعف ایمانی اور شرنا زوایاں مصر کے تغافل دینی کے شاہد ہیں۔ اس موقع پر غالباً میری یہ استدعا بجا نہوگی کہ حامی دین و ملت و ماحی بدعت و ضلالت ہمارے بادشاہ ظلال شہ نے میلاد مبارک کے متعلق حال میں جو فرماں ہدایت آئیں نافذ فرما کر بعض کمر و ہمت نہ نہت تیرے امور کا اندوہ فرمادیا اس پر بطور اظہار شکر و سپاس ہم حضرت اقدس و اعلیٰ کو آمین قبول خواہیے اللہ تعالیٰ ہم کو توجہ حسن نظامی دہی اور حاجی خلیل الرحمن کٹر اسٹ کٹر بنظور کے سفر نامہ جات اور بعض دوسرے صاحبوں کے سفر نامے۔

ہوائے عرف و اقبال صحت و سلامتی کیلئے حتیٰ قوائے دعا کریں۔ اگر ہمارے حاکم الشریعہ و حکم الیاست سلطان دکن کی نظر کھینچا اثر اس جانب ملے تو ناندیشہ بہا کہ بعض غنیہ شرعی حرا کا جو اس وقت بظاہر خفیہ معلوم ہو رہی تھیں اور اظہار شوکت اسلامی کا ایک ذریعہ نظر آ رہی تھیں آئندہ چکر وہ سخت بدعات اور دینی و دنیوی فسادات کا پیش خیمہ ثابت ہوتی۔

اے بیش انانکہ در قلم آید ثنائے تو
واجب بر اہل مشرق و مغرب و خاک تو

اب میں اصل مضمون شروع کرتا ہوں۔ ولیم لین صاحب کہتے ہیں۔

”ربیع الاول کا چاند ہوتے ہی قاہرہ میں جشن مسیحا الہی کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ تہوار بالخصوص شہر قاہرہ کے جنوب مغرب کی جانب محلہ برکتہ الاذکیہ کے ایک بڑے مسجدان میں منایا جاتا ہے۔ برسات کے دنوں میں یہ جگہ پورا تالاب بن جاتی ہے۔ جس کے کنارے سینکڑوں کے جلے منعقد ہوتے ہیں جب بارش نہ ہو تو شکر تالاب میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ تماشائیوں اور خصوصاً درویشوں کے لئے یہاں کئی بڑے بڑے ڈیرے اور شامیانے نصب کر دئے جاتے ہیں اور بارہویں ربیع الاول تک ذکر و شغل کے لئے ان میں درویش آتے جاتے رہتے ہیں شامیانوں کے بیچ میں ایک مستول سیوں سے باندھ کر کھڑا کر دیتے ہیں اور اس میں سے بارہویں لٹکا دئے جاتے ہیں۔ اس مستول کے چاروں طرف چاس ساٹھ درویش حلقہ باندھ کر ذکر کرتے ہیں اسکی مشرب چار مستولوں کی ایک در قطار بناتے ہیں جسے قائم کہتے ہیں۔ ہر مستول کے بیچ میں

سے مہر میں کو سدا الہی کہتے ہیں۔ مولد کے معنی مکان ولادت اور زمان ولادت دونوں ہیں۔ ۱۲ شعبہ برکتہ میں تالاب کو کھینچ کر ایک آٹاری ترکوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ آج کل محلہ اذکیہ میں ایک بڑا بازار اور خیمہاں ہیں جسے ایک جہیل کوئی سات فٹ گہرا جوچن کو سیرا کرتا ہے شام کو اس میں بڑا مجمع رہتا ہے حافظ عبدالرحمن جبار سیدی جنہوں نے ۱۹۵۹ء میں مصر کا سفر کیا ہے اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ میدان عباسیہ میں جلسہ ہائے میلاد منعقد ہوتے ہیں (سفر نامہ صفحہ ۵۹) مولوی علی خانی جن کا سفر ۱۸۷۸ء میں ہوا فرماتے ہیں کہ شہر سے بہار ایک وسیع خطہ زمین ہے جس کو ایک خزانہ خاتون نے اسی کام کے لئے وقف کر دیا ہے اس میں بڑا مجمع من میلاد ہوتا ہے اس میں کھل و جمع دونوں صاحبوں میں کہا کہ قبول حافظ علی الرحمن صاحب کثیر السعادات نے نصب کے بتائے ہیں۔ ارکان دولت۔ مفتی ملا دھرم شریخ الانہر علماء و تافینوں کے خیمہ محلہ طلحہ ہوتے ہیں نجیو کا بھی ایک ایشان خیمہ ہوتا ہے جس میں انکی طرف سے ایک نائب ہوتا ہے ان خیموں کی قطاریں بعضی شکل کی چوڑی بیچ میں ایک وسیع میدان خالی رکھا جاتا ہے۔ چاروں طرف ہندیاں لٹائی جاتی ہیں۔ جیسے ہر خوش آمد اور گین ہوتے ہیں ۱۲

کئی کئی گز کا فاصلہ رہتا ہے۔ ان متولوں پر بہت ساری ریاں پہلاؤ جاتی ہیں اور بہت سی زمینیں بھی لگتی رہتی ہیں۔ گویا رسیوں کا ایک جال باندھ دیتے ہیں اور بہت سے چننے میں اس طرح پر لٹکتے ہیں کہ کہیں ان کے پھول پل اور کہیں شیر وغیرہ کسی جانور کی تصویر کہیں کلمہ یا خدا کا نام نہ لجا جائے کہ شخص خوشنما طریقہ سے چراغ لٹکا دیتے ہیں۔ میلاد البنی کے لئے روشنی و فرش و فرش کی ساری تیاریاں دو سہ ربيع الاول تک ختم ہو جاتی ہیں اور تیسری تاریخ سے خوشی اور تقاریب شروع ہو جاتی ہیں چوتھیں اور پانچویں دن رات ہوتی رہتی ہیں۔ ان دنوں میں قاہرہ والوں کا محلہ اذکیہ میں ہر جمعہ جمع ہوتا ہے۔ دکن وقت جو لوگ یہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ ان کی دل لگی کے لئے شاعر۔ داستان گو۔ بازیگر اور مسخرے اپنے کمال دکھاتے ہیں۔ آنجل طوائف کو حکم دیدیا گیا ہے کہ وہ نائب ہو کر ناچنے کانے کا پیشہ ترک کر دیں سوائے کسی طوائف کی صورت یہاں نظر نہیں آتی ہے۔ محلہ اذکیہ کی اس پاس کی گلیوں میں

لے مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ سامانے چوتھوے پاشاؤں اور امراؤں کے چوتھے میں نہایت تحفہ اور نفاست سے آنا سے لکھتے تھے ہیں۔ ہر پاشا اور امیر اپنا خیمہ جدا گانہ طرز سے آراستہ کرتا ہے۔ جہاڑ خانوں کی روشنی ہوتی ہے اور کثرت سے ہوتی ہے (صفحہ ۴۳) خواجہ نظامی جو لاہور میں صحرے کے اگرچہ انہوں نے ایک متعلق اپنے سفر نامہ میں کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ تاہم ایک کسی تصویر مسخرہ چین میلاد شریف کے عنوان شریک سفر نامہ کی ہے جس سے ظاہر ہے کہ ایشیا شامیوں کی قطار دور دور تک چلی گئی ہے۔ ہندیاں لہور ہی ہیں اور شیشہ آلات و برقی روشنی کے بس بقعہ ذریعہ ہوتی ہے۔ ۱۲

۱۳ مصر میں شاعر کیا قسم کی تاریخی پر جسے بابا شاعر کہتے ہیں شعر غنائی کرتے ہیں جس سے مت ان کا کوئی ساتھی ہی رہا ہے یا تھا ۱۴ مصر میں داستان گو بھی بہت ہیں جو تاریخی یا کہ داستان بیان کرتے ہیں۔ یہ داستانیں قدامت کے طرز پر بیان کی جاتی ہیں جن میں نظم و نثر دونوں ملی رہتی ہیں۔ ۱۵

۱۶ ہندوستان کی طرح مصر میں بھی بازیگر۔ بہانہ منی اور داری ہوتے ہیں اور عموماً رفاعی یا سعدی سلہ کے درویش یہ کربت دکھاتے ہیں یہ لوگ پیسے کا پتہ کرتے ہیں سچی ٹوپیوں میں کچھ مٹھائے پھرتے ہیں اور انواع و اقسام کے شہدے اور چھوٹے ٹکڑے لٹکاتے ہیں یہ ۲۴۵ کے کیفیت تھی اس کے بعد ۱۸۹۲ء میں مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ دین باتیں بل غرض میں اول یہ کہ گدے پر لٹے بادلوں کو آٹھائی ہوتی ہے۔ اور یہ امر اس رسم کے شایاں ہیں۔ وہ مسخرہ کہ لوگوں کا اجتماع دیکھ کر احمی شمع کے تھکے کوئی پر تہیہ و ذفرہ قائم ہوجاتے ہیں اسکے بعد ۱۸۹۹ء میں اور ترقی ملاحظہ ہو۔

حافظ عبدالرحمن فرماتے ہیں مصر میں آزادی اس درجہ ترقی کر گئی ہے کہ اس منبر کے محلہ کے موقع پر بیٹا ہان بانارعا اپنے خیمے لگاتے ہیں اور محفل قصی و سرور گرم لکھتے ہیں اور شائیں ٹکٹ لیکر مشہور محفل ہوتے ہیں مشہور اہل کی دکھائیں بھی ہوتی ہیں ۱۷

جھوٹے پٹے سے نصب کر دئے جاتے ہیں اور مٹھائی وغیرہ کی بہت سی دوکانیں لگا دی جاتی ہیں کھس
کھس نہہ جی اپنی قلابا دیاں دکھاتے ہیں۔ ان گلیوں میں بھی بڑی رشقی ہوتی ہے اور بہت سے
چراغ لٹری کی قندیلوں میں آویزاں کر دئے جاتے ہیں۔ حلوائیوں کی دوکانیں اور وہ اسٹال
جس میں خور و نوش کا سامان ہوتا ہے ساری رات کھلی رہتی ہیں اور قہوہ خانے بھی رات بھر گرم
رہتے ہیں۔ کسی کسی قہوہ خانے میں داستان گو جنکو یہاں محدث کہتے ہیں قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو
خوش کرتے رہتے ہیں۔ ہر رات کو اس محلے سے آدھی رات گئے درویشوں کے جلوس گزرتے
ہیں۔ دن کے وقت عوامیہ لوگ جھنڈے لیکر نکلتے ہیں لیکن رات کو بجائے جھنڈوں کے ان کے
ہاتھوں میں لمبی لمبی لکڑیاں ہوتی ہیں جنکے اوپر کے سرے میں کئی کئی چراغ لگا دیتے ہیں۔ ان
لکڑیوں کو قابرہ میں منور کہتے ہیں۔ درویشوں کے غول کو (خواہ دن میں وہ جھنڈے لیکر نکلتے
یا رات کو منور کے ساتھ گزرے) اشارہ فرماتے ہیں یعنی علم سلسلہ۔ بعض اوقات اشارہ سے
مراہ جلوس بھی لی جاتی ہے۔ یہ درویش عموماً اٹنے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں اور ان کا کوئی خاص
لباس نہیں ہوتا ان میں سے بہت سے معمولی عامے باندھے رہتے ہیں یا بعض کے سروں پر پتلی
یا رڈن بھری ہوئی ٹوپیاں ہوتی ہیں اور جسم میں سوتی۔ ادنی یا سن کے کپڑے کی نیلی قمیص
غرض کہ اس وقت بھی ان کا وہی لباس ہوتا ہے جو وہ اپنی دوکانوں پر پہنکر بیٹھے ہیں یا اپنے کام
کلیا کے وقت پہنے رہتے ہیں۔

مقابلہ ابتدائی راتوں کے آخری دور اتوں کو اس جشن میں بڑی دھوم دھام اور گنگامی
ہو جاتی ہے اور لوگوں کے جگمگاتے بھی بہت ہوتے ہیں۔ مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ محلہ سیوق البکری میں
لے حاکم صاحب کہتے ہیں۔ مولود خوانی کے خیروں کے احاطہ کے باہر دوکانیں لگائی ہیں نہایت خوبی سے آراستہ
ہوتی ہیں۔ کھانے پینے کی چیزیں اور فروخت کا سامان ان میں موجود ہوتا ہے ایک طرف ہندو رہتے ہیں۔ انھیں
تصویریں بھی فروخت کرتے ہیں۔ بیرونی اجماع یا دی الفطری میلوں کا مشابہ معلوم ہوتا ہے۔

سچے مولوی شبلی فرماتے ہیں۔ ہر شے میں خاص خاص گروہ کے فقرا اور صغیر جمع ہوتے ہیں۔ درویشانہ نظام کل
لباس بھی ایک خاص وضع کا ہوتا ہے۔ پوری ہیئت تو خیال میں نہیں لیکن اس قدر یاد ہے کہ پچھارہ اور کر بند میں ٹکڑا
ہوتا ہے۔ کنگے جھکر مٹو لکھتا۔ فرماتے ہیں ایک اور گروہ تھا ان لوگوں کے جانے اونچے اور زیادہ گھبر تھے قریباً صیغہ گھاگراؤ لکھا
سچے سوت بازدار کہتے ہیں مصر کے شیخ المشایخ جو قبیلہ بکر سے تعلق رکھتے ہیں اسی جگہ رہتے ہیں اس وجہ سے
اسے بازدار کا نام سوت البکری ہو گیا ہے (۳)

جو برکت اللہ بکریہ کے جنوب میں ہے، ذکر توخل سب جگہ سے اچھا ہوتا ہے چنانچہ گیاہوں میں تاریخ میں موجود گیاہوں میں یہاں کی ٹرکوں پر تماشائیوں کے ہٹ لگے ہوئے تھے اور آج بغیر لالٹن کے بھی چلنے پھرنے کی اجازت تھی۔ یہاں رات کے وقت عموماً عورتیں باہر نہیں نکلتیں چنانچہ آج بھی رہائشیوں میں کوئی اکادہ بکریہ عورت نظر آ رہی تھی۔ سوق البکری میں جس جگہ ذکر ہو گا الا تھا اور جہاں سب سے زیادہ بھیر تھی ایک بہت بڑا بلوری جھاڑ لٹکا یا گیا تھا اصل میں تھے تو وہ کئی جھاڑ مگر ایک کے نیچے ایک اس طرح لٹکا دئے گئے تھے کہ وہ سب ملکر ایک ہی جھاڑ معلوم ہو رہا تھا جس میں شیشے کے کوئی دو تین سو گلاس تھے۔ اس جھاڑ کے چاروں طرف لکڑی کے چل چل زمین میں گڑے ہوئے تھے یہاں یہ روشنی صرف مسیلاہ النبی ہی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ آج شیخ درویش عثمانی کا بھی شیشا د تھا۔ یہ بزرگ اسی محلہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں دفن ہیں۔ یوں تو ہر جہرات کو یہاں ذکر ہوا کرتا ہے مگر اہم مسیلاہ النبی اور شیخ عثمانی کے مسیلاہ کی وجہ سے دھوم دھام مچا کر دی گئی تھی۔ میں نے یہاں بہت سیسیٹیوں کو بھی دیکھا دوسری ٹرکوں پر یہ لوگ نظر نہیں آئے تھے۔ اس جاہ میں نے متواتر یہ آواز بھی سنی:-

”آنحضرت پر جو درود نہ پڑے اسکی آنکھوں میں خاک جھونک دو“

مسلمان ٹھکانی فروش وغیرہ جن کا جو ش ایسے موقعوں پر غیر معمولی ہو جاتا ہے عیسائیوں اور یہودیوں کو چھیننے کیلئے یہ آواز سے گس ہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہاں اس ذکر میں بشارت قطعی عیسائیوں کے آنے کا کیا باعث ہے تو معلوم ہوا کہ ایک عیسائی برضا و رغبت مسلمان ہو گیا ہے اور اس نے شیخ درویش کے مسیلاہ کے کل اخراجات اپنے ذمہ لے لئے ہیں (گویہ عیسائی بہتے ہیں بھائی کی دیا دل کے کوشش دیکھنے آئے تھے) شیخ عثمانی کوئی مجذب تھے۔ انکی وفات کو آٹھ برس گزرے ہیں۔ یہاں والے لکے بہت مستعد ہیں۔ اس مسجد کے قریب سڑک پر ایک طرف بوریاں چھادیا گیا تھا اور کوئی تین پینتیس درویش الٹی پالٹی مارے ہوئے ایک تھیلے کی شکل میں ذکر کے واسطے بیٹھے تھے۔ حلقے کے بیچ میں تین بڑی بڑی موم بتیاں کوئی چار چار فٹ اونچی روشنی میں تھیں۔ ذکر زیادہ تر انکی اٹھتے کے احمدی درویش تھے۔ یہ مونے جھوٹے کپڑے

لے مصر میں درویشوں اور صوفیوں کے عرس کو بھی مسیلاہ کہتے ہیں ۵۵ مصر میں ذکر کو ذکر کہتے ہیں۔ ۱۲/۱۳
 سلاہ محمد بدوی کے سلسلے سے تعلق رکھنے والے درویش احمدی کہلاتے ہیں سلاہ محمد بدوی کامرتہ بلا مصر میں حضرت خواجہ حمیرا کے محل
 مانا جاتا۔ ان کا مزار قہارہ سے کوئی آٹھ روکن کا مقام طنطہ میں ہے۔ موجودہ شیخ سنوئی بھی اسی سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۲

پہلے ہوئے تھے۔ اکثروں کے سپر سبر علامہ تھا۔ چلتے کے ایک طرف چارند (قوال) بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ ایک بانسری بجانے والا بھی تھا۔ میں دلا ایک تمبوہ خانہ میں ٹمک گیا۔ اور پھر تھوڑی سی دیر کا پی کے بعد اپنے ملازم کی مدد سے ان مندروں کے برابر جا بیٹھا۔ داکرین نے استقلال ذکر یعنی فاتحہ اور درود وغیرہ پڑھا۔ پھر ذکر شروع ہوا۔ درویشوں نے اولاً آمینہ آواز سے لا الہ الا اللہ کہنا اور اس کو دُہرانا شروع کیا۔ کلمہ کی تکرار کے ساتھ ان کا سر جسم ہی دو مرتبہ جھکتا تھا۔ کوئی پاؤ گھنٹہ کے بعد انہوں نے تیزی کے ساتھ کلمے کی ضرب لگانی شروع کی۔ اسی اثنا میں نشہ کلمہ گاتے ہے کبھی کبھی وہ نعتیہ قصائد بھی گاتے تھے۔ ذکر میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے جب کبھی وقفہ ہو جاتا تھا تو اُس وقت نشہ تصید گانے لگتے تھے۔ تو قوال یا لوگ ”مد“ کے نغمے لگاتے تھے جس سے روحانی مدد یا تائید غنی طلب کی جاتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد داکروں نے پھر کلمہ پڑھنا شروع کیا۔ گراب کی دفعہ کے بدل دی تھی پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اول مرتبہ آمینہ ذکر کیا پھر جلدی جلدی ضربیں لگانے لگے اس کے بعد جس ترتیب سے وہ بیٹھے تھے اسی ترتیب سے کھڑے ہو گئے اور اب ایک اور دُہن میں وہی الفاظ بولنے لگے اس وقت ان کے ساتھ ایک عمدہ لباس پہنے بے قد والا حبشی غلام شریک ہو گیا۔ اس کی حرکت و سکناٹ نے مجھے مجبور کیا کہ میں اس کی نسبت دریافت کروں۔ معلوم ہوا کہ وہ پاشا کا خواجہ سرا تھا۔ درویش کھڑے ہوئے ایک کرخت اور گہرے لہجے میں کلمہ دُہرا رہے تھے اور لا الہ الا اللہ کی حقیر

۱۱۔ مدرسہ کے قائل مختلف بابے مثلاً قانون۔ رباب۔ عود نے دفیو استعمال کرتے ہیں اور شریعت کے مسئلے شریعت پر مبنی ہیں۔

۱۷۔ مولوی کشمیری نے سرفراہ میں لکھتے ہیں کہ ہر فرقہ اپنے طریقے کے موافق ذکر کرتا ہے۔ ذکر کا طریقہ ہندوستان
فقرا سے بالکل جدا ہے۔ ۱۷۔

اس کے متعلق مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ سب لوگ علمہ نامہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور نوکر کے خاص لفاظ ایک ساتھ بلند بلند آواز سے کہتے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ سر کو جھک کر اور گردن کو عجیب طور پر حرکت دیتے ہیں اگر کوئی شخص زور سے دیکھے تو اس کو ورزش کا دھوکہ ہو۔

اسکے ولیم بن صاحب نے مولود خوانی کا کچھ ذکر کیا تھا کہ یہ میں نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ تصادف خوانی کو مولود خوانی پر حاوی سمجھا نہ جاتا ہو۔ حافظ عبدالرحمن صاحب لکھتے ہیں کہ ”علماء اور خوش بیان قاری ہر روز شام کو مولود پڑھتے ہیں آخری دن کا تیسرا بڑا عظیم الشان ہوتا ہے۔ ایک جید عالم جناب سرور کائنات کی ولادت باسعادت کے حالات نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑھتا ہے۔ اس وقت جب معمول کی طرح جو جاتے ہیں اور دیکھنا نہایت مسرت کے ساتھ دینی توجہ سے سنتے ہیں۔“ ۱۲

لگا رہے تھے وہ ایسی آواز نکال رہے تھے جیسی کہ طعنہ زنی کے کنارہ پر مارنے سے پیدا ہوتی ہے۔ لا الہ الا اللہ دوہراتے وقت ہر شافل و ذکر اپنا سر اٹھائیں اور طرف لگاتا تھا۔ اب جیسی ظالم لباس پہن گیا یعنی اس کی کیفیت طاری ہو گئی اس نے اپنے ہتھیار پٹک دئے اور جلدی جلدی لمبی لمبی آوازیں نکال کر یا مٹی عداوت یا ختم و سی پکارنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی آواز دھیمی پڑتی گئی اور یہی الفاظ کہتا ہوا لوگوں سے سنبھالتے زمین پر گر پڑا۔ اس کے مزید جھاگ آگئے آنکھیں لاپرواہہ گئیں۔ ہاتھ پاؤں اکڑ گئے اور سٹیاں تشنج سے بند ہو گئیں۔ اسکے حال آنے پر کسی کو حیرت نہ ہوئی اس قسم واقعات ذکر میں اکثر دہتے رہتے ہیں۔ اب دوسرے درویش بھی زیادہ بوش میں آگئے اور نہایت تیزی کیساتھ سروں کو ہلا ہلا کر زور زور سے ذکر کرنے اور جھونے لگے بعض وقت وہ اچھلنے کو دے بھی گتے تھے۔ اس خواجہ سر پر کئی مرتبہ حالت طاری ہوئی۔ اس کو خصوصاً اس وقت وجہ آتا تھا جب منشد دو ایک شعر گانے کے بعد خوب زور لگا کر سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے یا یوں کہ کہ عرفی کے اس مقولہ پر عمل کرتے تھے۔

نوار تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی
خداے رایتیز ترمیخواں چو محل اگراں مینی

اسوقت کا راگ بہت اچھا اور میرے مذاق کا تھا۔ ذکر کے دوران میں ایک سپاہی بھی جو شربک محل ہو گیا تھا کئی مرتبہ لباس ہوا۔ یہ بری طرح چھینتا تھا اور بڑے زور سے اپنا سر اٹھاتے اُدھر اور اُدھر سے اُدھر لگاتا تھا۔ ذکر کے ابتدائیں درویشوں کی سنجیدگی و مشائے اور ختم کئے یہ ہوق قابل دید تھی۔ ختم کے بعد منشدوں کے لئے کچھ چندہ کیا گیا ذکر کرنے والوں کو کچھ نہیں دیا جاتا۔

ذکر رات بھر ہوتا رہتا ہے۔ درمیان میں مہر ٹہر کر قہقہہ اور تھپتھپتے رہتے ہیں۔ اس وقت راشد کے گیارہ بج گئے تھے۔ میں یہاں سے برکتہ الاذکیہ کو گیا۔ چاندنی اور چراغوں کی روشنی

ملنے میرے چچا غمادی۔ اسے غمادی یہ وہی شیخ غمادی ہیں جن کا یہاں بولدہ ہوا تھا۔

ذکر دیرمیں صاحب عرفی کا شعر نہیں لکھا ہے۔ اس فقیر نے موقع کے لحاظ سے اس مقام پر سپایا کر دیا۔ ۱۲۔
تہ مولوی شعلی لکھتے ہیں۔ ہر شیخ میں چائے شربت یا اور کسی قسم کی چیز ہر وقت موجود رہتی ہے جو ت کوئی شخص اچھے ناشائی ہو خیچے میں دھل ہوتا ہے فوراً وہی توضیح شربت چائے سے کیجاتی ہے۔ یہ امر، کئیوں کی کیفیت ہے۔
ذکر دیرمیں صاحب نے ان خیوں کا ذکر کیا ہے جس میں درویش ذکر کرتے ہیں۔ ۱۳۔

دل پر وہ انہی کیفیت پیدا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ڈیروں کے بہت سے چراغ خاموش ہو گئے اور بہت سے آدمی غیوں اور شامیوں میں پڑے خراٹے رہے تھے۔ درویشوں کا ذکر خرم ہو چکا تھا اس لئے یہاں کی کیفیت انہی رات کے حالات میں بیان کر دینا۔

دوسرے دن جس کی رات شب میلہ تھی میں کوئی گیارہ بجے دن کے پہرے ملازمت کے لایا گیا لیکن ابھی تک یہاں زیادہ جمع نہیں ہوا تھا اور نہ یہاں کچھ زیادہ کچھ بچہ بچہ سامان تھا۔ صرف دو تین بزرگ کچھ سحرے اور شاعر میں نے یہاں دیکھے۔ ان میں سے ہر ایک کے گرد تماشائیوں کا چھوٹا چھوٹا سا حلقہ تھا لیکن آج یہاں چونکہ ایک ایسا تماشہ ہونے والا تھا جس کے دیکھنے کے لئے ہر جامع رکٹھا ہوا تھا ہے اس لئے تھوڑی دیر میں تماشائیوں کے لئے ٹھٹھا لگ گئے۔ یہ تماشہ اگر ارات سعیدہ درویشوں کے مشہور سید محمد الکبریٰ دکھایا کرتے ہیں۔ آج جمعہ تھا۔ شیخ محمد بن محمد حسین بن خلیل ہیں یہاں سے بعد نماز جمعہ و خطبہ شیخ گھوڑے سوار ہو کر شیخ الکبریٰ کے مکان کو گئے شیخ الشیخ اور تمام شیخ مصر کا خواہ وہ کسی سلسلہ کے ہوں۔ مرکز ہیں۔ شیخ الکبریٰ کا مکان برکتہ الاذکیہ کے جنوبی جانب ہے۔ راستہ میں سعیدہ درویشوں کی بہت سی ٹکڑیاں جو قہارہ کے مختلف اضلاع سے آئی ہوئی تھیں ان کے ساتھ گھوڑیں۔ ہر ضلع کا غول اپنے دو جھنڈے علمہ لئے چل رہا تھا۔ سید محمد منزلی ایک نورانی صورت کے بزرگ ہیں اور ذہانت و دکان کا آثار ان کے چہرہ سے ظاہر تھے۔ اس وقت یہ عجائب اپنے ایک متوسط قد و قامت کے گھوڑے پر سوار چل رہے تھے۔ شیخ برکتہ الاذکیہ میں سعیدہ درویشوں کے ایک بڑے جلوس کے ساتھ داخل ہوئے اس جگہ شیخ الکبریٰ کے مکان سے تھوڑے فاصلہ پر جلوس ٹہر گیا۔ اس جگہ کوئی سو ڈیڑھ سو درویش زمین پر برابر برابر اوڑھے لیٹ گئے۔ انہی ٹانگیں پوری طرح پھیلی ہوئی تھیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ پٹیاؤں کے نیچے رک لئے تھے یہ لوگ اللہ اللہ کہہ رہے تھے۔ اب کوئی بارہ تیرہ آدمی جن میں سے اکثر ننگے پاؤں تھے۔ اور بعض کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے نقارے تھے اللہ اللہ کہتے نقارے بجاتے اپنے اوڑھے پڑے ہوئے ساتھ ساتھ بھاگتے ہوئے گزرے۔ ان کے بعد شیخ تشریف لائے۔ اول تو ان کا گھوڑا آدمیوں کی پشت پر چلنے سے چھپکا

۱۔ مصر کے تیسرے فاطمی خلیفہ النور الدین اللہ نے جس کی سلطنت سنہ ۵۸۱ھ میں سے ۵۸۸ھ تک رہی جب شام پر حملہ کر رہا تو دمشق سے آرمین علیہ السلام کو مبارک قہارہ لے گیا اور ایک عظیم الشان مقبرہ تیار کر کے اس میں دفن کیا۔ اس مقبرہ کے پہلو میں ایک نہایت عالیشان مسجد ہے جو سیدنا حسینؑ کی مہلاتی ہے اسی مقبرے اور مسجد کا انتظام نہایت اعلیٰ درجہ علیہ حسینؑ بن علیؑ علیہ السلام کے سر کے متعلق اور بھی کئی دعائیں ہیں ایک یہ کہ وہ کربلا میں سید المرسلینؐ کے ساتھ دفن کر دیا گیا ایک یہ کہ حجت النبیؐ میں دفن ہے۔ ایک اداوت یہ ہے کہ دمشق کے مسجد اموی کے متصل ایک بڑی مسجد ہے جسے مسجد السیدنا حسینؑ کہتے ہیں اس میں سید مبارک دفن ہے۔

سر پہ تاج پہن کر اور پیچھے سے ڈھکیلنے پر پہلے شخص پر قدم رکھا اور پھر بے دھڑک تیزی کے ساتھ چلنے لگا۔
 دو آدمی جو اسکی باگیں پکڑے چل رہے تھے وہ بھی آدمیوں پر سے گزرے ان میں سے ایک شخص لوگوں کی
 ٹانگوں پر قدم رکھتا تھا اور دوسرا سر پر۔ تماشا گاہیوں نے یہ کیفیت دیکھ کر بڑے زور سے اللہ کا غرہ
 لگا باجن پر گھوڑا اگرا ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچی جس پر سے گھوڑا گزرتا تھا وہ لپک کر کھڑا ہو جاتا تھا
 اور آگے جا لیٹتا تھا تاکہ پھر اس پر سے گھوڑا گزرتا جائے۔ ہر شخص کو گھوڑے نے دو دو مرتبہ کھنڈلا
 اولاً اگلے پاؤں سے پھر پچھلے پاؤں سے۔ کہتے ہیں کہ کسی کو ایذا نہ پہونچنے کے خیال سے شیخ ساری رات
 عبادت میں گزارتے ہیں اور خاص دعائیں مانگتے ہیں اور مرید بھی کچھ دعائیں پڑھتے ہیں۔ کئی مرتبہ
 ایسا اتفاق ہوا ہے کہ جو لوگ دعا و عزیمت سے تیار نہ ہو کر آئے ان کو سخت صدمہ پہونچا یا مرید گئے۔
 بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس موقع پر گھوڑے کے نعل نکال ڈالے جاتے ہیں مگر میں نے خود دیکھا کہ
 اس کے نعل بند ہے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ فردا صبح کے بانی گھوڑے پر سوار ہو کر شیشوں پر چلا کرتے
 تھے اور کوئی شیش ٹوٹتی نہ تھی۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ گھوڑا پہلے سے سدا ہوا رہتا ہے۔ یہ بھی غلط ہے
 اگر ایسا ہوتا تو گھوڑا پہلے پہل آدمی پر قدم نہ کہنے میں بدکتا نہیں۔ کئی برس ہوئے موجودہ شیخ نے
 یہ رسم جو عرصہ یعنی پاؤں سے روزنا کھلاتی ہے انجام دینے سے انکار کر دیا تھا مگر مریدوں کے اصرار
 نے ایک مرید کو جو اندھا تھا یہ کرامات دکھانے کی اجازت دیدی تھی لیکن تھوڑے دن بعد وہ بھی مر گیا اور
 شیخ نے اپنے مریدوں کے کہنے سننے سے پھر یہ عمل شروع کر دیا۔ یہ رسم نہایت خیر و خوبی کے ساتھ انجام
 دینے کے بعد شیخ اسی گھوڑے پر سوار ایک باغ میں گئے اور وہاں سے شیخ اسبکری کے مکان میں پہونچ گئے۔
 اس وقت ان کے ساتھ بہت کم درویش تھے جن کے پیچھے پیچھے میں بھی ہو لیا تھا۔ دربان نے مجھے اندھ
 چلا جانے دیا۔ شیخ گھوڑے سے اترے اور ایک جاننا پر جو دالان میں بھی ہوئی تھی۔ اوپر وہ شکل بنائے
 آبدیرہ جھک کر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنے لگے۔ میں شیخ کے بالکل قریب کھڑا تھا سات آٹھ آدمی ان کے
 پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں بائیں درویش جو ان کے ساتھ آئے تھے وہ نصف دائرے کی شکل میں
 ان کے سامنے کھڑے تھے۔ اس حالت میں سے چھ آدمی آگے بڑھے اور ذکر شروع کیا۔ ہر شخص اپنے ہو
 جی کے لئے لگا رہا تھا اور ایک چھوٹا سا نقارہ جو ہر ایک کے ہاتھ میں تھا ایک تسے سے پٹیتا جاتا تھا
 چند منٹ تک یہ ہوتا رہا۔ اتنے میں ایک جشی غلام کو وجہ لگیا۔ یہ درویشوں کی طرف چٹپٹا اور اپنے جشی
 پھینک کر تباہ ہوا۔ اللہ اللہ کی ضربیں لگانے لگا کچھ دیر بعد اسکو ہوش آگیا۔ پھر دوسرا ذکر شروع
 ہوا۔ اس میں ایک آدمی اللہ ہو جی کہتا تھا دوسرے اس کے جواب میں یا جی کہتے تھے اور ہر جگہ

یہ لوگ دہلی میں نہیں جھکتے تھے۔ دس منٹ تک یہ ہوتا رہا پھر دہلی اور یاد دہلی کا ذکر شروع ہوا۔ اس وقت میرا دل بھی چاہتا تھا کہ ان میں شریک بن جاؤں چنانچہ بدرویشوں میں گھسکر میں نے بھی ہوش کی اور لکھنؤ تک کسی کی نظریں نہ کھٹکا نہیں۔ پھر دہلی تک نہ رہا ہوتا رہا پھر بدرویشوں نے شیخ کی دست بوسی کی اور وہ آرام کیلئے بالافانہ میں چلے گئے۔

سعدی بدرویشوں کا پہلے یہ بھی طریقہ تھا کہ دوسرے کے بعد شیخ الہری کے مکان میں وہ خاص خاص آدمیوں کے ساتھ سانپ کچھ کھانے کی کرمات دکھایا کرتے تھے مگر موجودہ شیخ نے اس خیال سے کہ مذہباً سانپ حرام ہے اسکی کرمات کر دی ہے۔ یہ لوگ سانپوں کے زہریلے دانت اکھاڑ دیتے تھے یا اوپر نیچے کے ہونٹ ملا کر سر سے دیتے تھے تاکہ کاٹاں بعض وقت یہ لوگ دوسرے کے جلوس میں بھی سانپ لیکر نکلتا کرتے تھے اور ان کے ہونٹوں میں پانڈی کے دو حیلے ڈال دیتے تھے جو قوت کوئی سعدی بدرویش سانپ کھانے کو تیار ہوتا تو اسکو اسوقت ایک قسم کا جذبہ یا جنون چڑھتا تھا۔ وہ اپنے انگوٹھے سے سانپ کا پھن بڑے زبردستی ساتھ سر سے کوئی ایک کچھ لپکڑ لپکڑا اور دو تین دنوں میں سانپ کا پھن کچا چھاتا تھا۔ جسم کا باقی حصہ پھینک دیتا تھا۔

شب و روز ہم کو جو خصوصیات ملنا دکھائی دے گی ان میں پھر میلے کے مقام پر گیا۔ یہاں کوئی ایک سو دویش ایک شامیلے میں ذکر کر رہے تھے۔ اس حلقے میں مختلف سلسلوں کے درویش شریک تھے مگر ذکر جو اسوقت ہوتا تھا۔ خصوصاً سلسلہ جویہ کا تھا جس میں ذکر اے اللہ کے نعرے لگاتے ہیں اور ہر نعرے کیساتھ اپنا سر جھکاتے ہیں اور ہر نعرے کے ساتھ ہی اپنے ہاتھ چلیپ کی شکل میں سینے کے سامنے کرتے ہیں پھر سر اٹھاتے ہیں اور بے فکر ایک وقت اپنے چہرہ کے سامنے تالی بجاتے ہیں۔

حلقے کے باہر بہت سے تماشا خانے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بدرویش کوئی آدھ گھنٹہ تک ذکر کرتے رہے اس کے بعد انہوں نے پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کی ایک ایک ٹکڑی بڑے بڑے حلقوں کی شکل میں اس طرح بنائی کہ ہر شخص نے اپنا ہاتھ اپنے قریب والے کی پیٹھ پر اور اپنا پیچہ اس کے کندھے پر رکھا۔ ان سب کے چہرے حلقے کے باہر حاضرین کی جانب تھے۔ یہ لوگ نہایت گرفت لہجہ میں لفظ اللہ اللہ اپنے حلق سے ادا کر رہے تھے۔ اور ہر نعرے کے ساتھ ایک قدم پہلے آگے اور پھر پیچھے رکھتے تھے اور ہر قدم آگے اٹھاتے وقت اپنے دائیں جانب ڈراہٹے جاتے تھے اور اس طرح نہایت آہستہ کیساتھ ہر طبقہ گردش کر رہا تھا۔ ہر ذکر اپنا سید ہاتھ اٹھا کر تماشا خانوں کو جو حلقے کے باہر تھے سلام بھی کرتا جاتا تھا۔ ہر شخص لوگ

سنے اس قسم کے بدرویشوں کو ہم مسیحا جاننے لگے۔ ہاتھ دھوئے والے بدرویش لکھا ہے۔

سنے اکثر یہاں مہوشا ستمین وغیرہ نے بدرویشان کا حال حال قال حلقے بدرویشوں کا ذکر کیا ہے اس وقت بدرویشوں کا حال اس قدر کمزور تھا کہ کافی مظلوم ہوتا ہے جو مولوی شہل نعمانی نے میلانہ میں کے حالات میں تاحیر بدرویشوں کی نسبت تحریر فرمائی۔

ملاحظہ ہو سفر (۵۶) وغیرہ وغیرہ۔

جب یہ درویش ان کے قریب پہنچتے تھے تو ان کے اٹھے ہوئے ہاتھوں سے مسواخ اور دست بوسی بھی کر رہے تھے۔ اس قسم کے ذکر کو فی ثین بجہ راز تک جوتے رہے۔ دوسرے اداشے صبح کی نماز کے وقت ختم ہوئے اور ڈیرے صبح دن اٹھائے گئے۔



تو یہ نظر بسوہ رب دیکھ لیا جو کچھ مجھے دیکھنا تھا سب دیکھ لیا
بنکر ہمہ عین اپنی آنکھوں سے آج میں نے تجھے یا شاہ عرب دیکھ لیا
اس طرح ہو سور و مراسم عطا کھجرج رسول و سراج سرا
سرور ہو دل اگر ہو سرگرم و درویش لہو او کوہ اہل ولا صل علی

بقیہ صفحہ ۵۱) وہ لکھتے ہیں درویشان خاص کا طریقہ اور بھی عجیب ہے اور سچ یہ ہے کہ فقر و تصوف کی تضحیک دتو ہیں ہے۔ ان کا لباس ایک خاص وضع کا ہوتا ہے۔ پوری ہیئت تو خیال میں نہیں آتی لیکن اس قدر یاد ہے کہ پیجامہ اور کمر بند میں بنر کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ صف باندھ کر بیٹھتے ہیں اور ان میں جو شخص ذکر کرنا چاہتا ہے وہ وسط محل میں جا کر ناچنا شروع کرتا ہے۔ لوگ کھانا بیان کرنا شروع کرتا ہے ہول ادا کرتے جاتے ہیں لیکن میں نے جو دیکھا وہ اہل فقہ تھا کہ وہ شخص ایک جگہ کھڑا ہو کر پھر کی طرح حکم لگاتا تھا۔ قریباً ایک گھنٹے تک ناچتا رہا لیکن ہاتھ یا اور کسی حصہ کو حرکت نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اگر وہ تھا جس کا طریقہ اس سے کیسے مختلف تھا۔ ان لوگوں سے جاے اوپنے اور زیادہ گھیر داتھے قریباً جسطح تھا ڈاڑھی لپٹن۔ ناچنے کے وقت یہ لوگ دونوں ہاتھ پھیلا کر اچھے تھے بچھکھکتا افسوس ہوا کہ اس یہودہ طریقہ کو یہ لوگ عبادت سمجھتے ہیں اور بہت لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ لوگ غوث قطب۔ ابدال اور اوتاد کے تہذیب کرتی کرتے ہیں“ (سفر نامہ صفحہ ۲۱۲)



پہنچا ہے سرِ عرشِ مقبلا
مرکزِ یہ پُہوا ہے ختمِ چکرِ میرا
ہے سارِ جہا کا سرِ قدمِ پور
تیرے قدموں پہ جب سے میرا

سو مرتبہ در پر تر آنے والا
آنکھیں تری راہ میں کھلنے والا
اے عرشِ نشین! تو مجھے بھول گیا
میں ہوں ہی غلیل کھا والا

مُتَاقِ قَدَمِ آستانِ دیدہ
خالی تیرے لئے مکانِ دیدہ
اے چشمِ چراغِ جانِ اچھا!
نا دیدہ ہیں تیرے مردمانِ دیدہ

جھولی بندگی بندہ پر و بھر
کشکول میں مقصود کے گوہرِ بھر
صدقہ ترے میٹھا کئے میٹھا دل
اے ساقی! کوثرِ مرا ساغرِ بھر
یادِ محمد حسین اچھا



آسمان میں افق مغرب پر جو چیز دکھائی دیر ہی ہے اور جسے دنیا تک دیر ہی ہے وہ چاند ہے اور ماہ میلاد المبارک کا چاند ہے یہ چاند تو سب کا چاند ہے مگر میرا چاند مدینے کا چاند ہے جو ستارے میں سرزمین عرب کے پیاری زمین مکہ مکرمہ پر بڑی شان کیساتھ چمکا تھا اسوقت آسمانی فضا چتر کی ہوئی فضا نے سیٹھ گہری ہوئی تھی فوراً افوار کی بارش رحمتوں کا لیندو برس رہا تھا ہرے بھرے باغ میں پودے جھوم رہے تھے کلیاں پٹخ رہی تھیں بھول جھک رہے تھے آتش آجھوترم تھے ہوانا جتنی گاتی پھر رہی تھی سمندر کی موجیں اٹھ اٹھ کے دھڑ سا بجاتی تھیں پانی نہرا رہا تھا نیچے نہرا رہا تھا اور یہ آسمانی چاند ستاروں کے ساتھ سلامی آتا رہا تھا معصوم مہر شاں خوشی کا گیت گا رہی تھی اور فانی نمونیں سرست کا راگ الاپ رہے تھے غرض کہ عرش سے لیکر فرش تک اک دھوم تھی اور نیچر اپنے تھے ہیں سستی اپنی سستی میں تھی۔ تمام عربستان ریگستان ہے اور مدینہ بھی ریتلا دیار ہے جو عربی دیار کا شہر یار ہے کھجور کے لائے لائے درخت ریتلی زمین میں جھپوں کے اطراف عجیب بہار دیتے ہیں کچھ درخت میرے چاند کے بارگاہ قدس کے سامنے بھی ہیں جو خادم ساکھڑے ہوئے ہیں اس چاند کی اٹالی کالی رکھایا (عرب) چاند فی میں ایسی دکھائی دیتی ہے جیسے دو دھبی رات میں آسمان پر کالے بادل مدینے کا چاند آنکھ اور آنکھ کی پتلیوں میں ہے سینہ اور دل میں ہے جس کا فوٹو کیمرہ دل لیتا رہتا ہے۔ مجھے جیسے اسی کا نام سٹتے اسی کا کالا جتتے ہیں اس چاند کے چاہنے والے ہر خطہ میں ضرور ملیں گے اس کی حکومت اسلامی دنیا پر ہے اس کا سکھانے بھروسہ چلتا ہے اس کے نام کا خطبہ ہر جا پڑھا جاتا ہے سارے تیرہ سو برس گزرے دنیا کیا سے کیا ہو گئی مگر اس کی یاد اب تک دلوں میں تازہ ہے پس مدینے کے چاند کا پلہ اس آسمانی چاند سے بھاری ہے مدینے کا چاند آنکھوں کی کافی نور دل کو داغی ہو کر بخشتے۔ آسمانی چاند چوٹ پایا ہوا داغ کھایا ہوا ہے اسلئے داغدار ہے نور و منت کیش ہے اسکی کیا ہستی جو مدینے کی چاند کی برابری یا بھری کرے کیونکہ اس نے اس چاند کا معجزہ حسن دیکھ لیا۔

آسمانی چاند نے ماہ کی آمد کی خبر دیتا ماہ میلاد المبارک کا شرہ سناتا ہے اس لیے یہ چاند

ہر قوم کا ایک چاند ضرور ہے مگر ہم مسلمانوں کا چاند دینے کا چاند ہے زمانہ
لکھنؤ کے بدے یا یاد بھلا دے مگر اس چاند کا نام تاریخ عالم کے صفحات میں سنہرے حرفوں سے لکھا ہوا
اس نے اپنی زندگی میں اس جاہلیت کے زمانے میں جو کام کئے جس طرہیت پر سب کی جیسا حکمرانی کا
حق ادا کیا وہ دینے کے چاند کا ہی حصہ تھا۔

دینے کے چاند اور اس کے تاروں کے مقابل ہو کر آسمان عرب پر کفار کہ اکثر بادل بن کر گئے
بکلیوں سا کوندے چمکے اسلامیوں کے خرم جلائے اندھیوں ما آئے بگوہوں سا لٹے آخر
خدا کے فضل سے عرب کا یہ کس سے اخبار آگاہ طالع صاف ہو گیا مینے سہ کو کہ فتح ہو گیا اس فتح
اس چاند نے ظالم کفار کہہ تھے ساتھ جس طرز سے اپنی حکمرانی کو چار چاند لگا کر چمکائے اسکی مثال
دنیا بھر کی تاریخ میں نہ مل سکتی ہے نہ ملے گی۔ پس دینے کا چاند شاہوں کا شاہ دنیا کا سر تاج چاند
آفتاب ہے بانکار سیلا ہر بالہ متوالہ ہے جس کی کروں سے اک خویوں کا سمندر ابلتا ہے خیر و برکت کا
دریا بہتا ہے اور یہ آسمانی چاند راتوں اور سورج دن میں روزانہ میرے چاند دینے کے چاند کا قصد
ہوتا رہتا ہے۔ آہ ہم کہ صحر اور دینے کا چاند کہ صحر اپنی غفلت نصیبی بد قسمتی سے کالے ملا میں ٹپے ہوئے
ہیں۔ عزت پایا دولت ملی سب کچھ دیکھ لیا گوری حکومت سے دل سیر ہو گیا۔ اب دل و جان ایمان
سے لکھتا ہوں اور شام کے وقت یہ آسمانی چاند کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری نظر میں سب سے بہتر
دینے کا چاند ہے پس میرے اندھیرے گھر کے اگلے آنکھوں کے تار سے اسلامیوں کے چاند کا
لے دینے کے چاند

تو اگر عہد وفا باندہ کے میرا ہو جائے گورے ملکوں کے اگلے میں اندھیرا ہو جائے

سید الدین کویل بن نور (دکن)
رباعیا

اک پیچھا ان موج تری لکھے کیا
کہتے ہیں بشر تجھے مگر تجھ سا بشر
محمود سے تو اور ترا حاد سے خدا
آنکھوں نے کبھی دیکھا نہ کانوں نے نہ

میرا لکھی

لے رہا کل فداک امی وانی
پہنچایا قاتل کو خدا تک تو نے
لے شمع کل فداک امی وانی
یا شاہِ رسل فداک امی وانی



یکت دروش این میکہ یارب کوروش
(حافظ)
قلہ حاجت و محراب و عنای میثم
شکسیر نیا و شکسیر نیا
سیر محمدی اکور
ان کے ہیر و -
عرض یہ کہ شکسیر نیا کو مرتب کرنے میں جس وسعت و عظمت سے کام لیا گیا

ہے اس کی کوئی دوسری نظیر مغربی ادبیات کے دائرہ میں نظر نہیں آتی! البتہ ادبیات عالم میں سیر محمدی کا ایک ایسا دہار گلدستہ موجود ہے جس کے مقابل شکسیر نیا کی یہ ہار خزاں سے بدل جاتی ہے۔ لیکن اسے باوجود یہ نہایت تعجب خیز امر ہے کہ موجودہ مادی تہذیب کے عام پرستار 'شکسیر نیا' کی اس ہار۔ اور سیر محمدی کی اس جیت کو بالکل منکوس اور متضاد نگاہوں سے مطالعہ کرتے ہیں اگر ان کے پاس 'شکسیر نیا' تحقیقات کا سرچشمہ ہے تو سیر محمدی انحرافات کی ذل سے زیادہ قوت نہیں رکھتی۔ 'شکسیر نیا' بحیثیت کا منبع اور احتجاج و مسرت کا لگن سمجھا جاتا ہے تو سیر محمدی لکھنؤ اعتقاد کی داستان اور فساد پند بلایع کی دلچسپیوں کا مشغلہ خیال کیجاتی ہے۔ شکسیر نیا کا ایک ایک لفظ الہام کی کیفیت پیش کرتا ہے تو سیر محمدی کے مستندات بھی نقائص سے ملو تصور کئے جاتے ہیں۔ شکسیر نیا کا ہیر و اپنی فنی حیثیت سے دنیا کا عظیم الشان انسان۔ اہل تخیل کا سر تاج۔ فطرت انسانی کا ترجمان عظیم بنا ہو ایک ایسی جلوہ منائی کرتا ہے کہ اس کی عظمت کا راز دریافت کر لیتا عقل کی پرواز سے باہر نظر آتا ہے۔ احرار مادیت نہ صرف اسکو مسج کا مد مقابل بنانے میں بلکہ مسج پر اسکو ترجیح دینے میں بھی خود کو حق بجانب تصور کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف سیر محمدی کا ہیر و یا تو ہر قسم کے اخلاقی۔ سیاسی۔ اور معاشرتی عیو۔ ب کے ایک محبتہ کی شکل میں یا اقتدا پسندی کی یہ عظیم الشان صورت

نمایاں کیا جاتے ہیں۔ اسکی ہستی ایک حیرت انگیز قرار دی جاتی ہے۔ اور ہر پیر کو اگر کچھ عقد و کثانی کی گنجائی ہے تو وہ یہ کہ غبارِ امیر روحانی کیفیات سے سرور حاصل کرتے وقت و مانع پر جنون کا ایک ایسا اثر پڑا کہ مرنے و مرنے تک اس نے چھپا چھپوڑا۔ اور اس طرح بی غیر ہر کا خود فریب نشہ جو سر چڑھا وہ کبھی دور نہ ہوا۔ انھوں نے اللہ من ذالک

حقیقت محمدی

ذات و حیات محمدی کے متعلق پرستار ان تہذیب کا یہ عام رجحان اگر سچ پوچھا جائے تو اس متعصبانہ کلیسیائی حکمت عملی کا باقیا نہ اندہ اثر ہے جو قرآن و مطبی میں صلیبی تفوق کیلئے قصداً اختیار کی گئی تھی لیکن کلیسیائی گھماجب نشاۃ جدیدہ کی شاعری سے دور ہو جاتی ہے اور تحقیقات کا ذوق آفتاب بن کر چلنے لگتا ہے تو تہذیب سازہ کے ہر مرکز میں گتہ جیسے مستند محقق اور آراؤں جیسے افسانہ شمار حقیقت محمدی کو بھی دریافت کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر یہ سمجھتے اور سمجھاتے ہیں کہ وہ ایک لامحلہ نہ ہے۔

عظمت محمدی

اس راز کی عقد و کثانی نامکن سمجھی جائے جب تک کہ عقل اپنے معراج کمال پر نہ پہنچ جائے یا بالفاظ دیگر مذہب اور سائنس کی معرکہ آرائی ختم نہ ہو۔ لیکن پھر بھی سوانح نگاری کے موجودہ رجحان کو بنیاد اور سائنس کا اصول تنقید کو رہبر سمجھ کر حیات محمدی پر اگر نظر ڈالی جائے تو حق پرست نگاہیں کسی حجاب کے بغیر یہ مشاہدہ کر سکتی ہیں کہ تاریخ عالم میں ابتدا سے اس وقت تک کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوا جو پیر محمدی کے میر و کاہنہ مقابل قرار دیا جاسکے۔ اور تمام بنی نوع بشر میں عظمت کا تاج اگر کسی سر پر رکھا جاسکتا ہے تو یہ صرف اسی کا مبارک سر ہے۔ اور وہ سر کوئی نہیں۔ غنیمت جی عظمت صرف ترجمانی فطرت اور ڈراما نویسی کے دائرہ میں محدود ہے ایک طرف۔ بلکہ یقیناً کفایت جلد و دنیا سب سے زیادہ عظیم الشان انسانی ثبات کرنے میں مسر پار کرنے کوئی دقیقہ فرو گذار نہ کیا ہے۔ ہمارے اس مہر و کے روبرو بے فضل و بستاں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

قبل ازیں کہ قرار وادہ مسلک پر نگاہ ڈالی جائے سمجھ لینا ضروری ہے کہ ایک انسان کے مقابلے میں دوسرے انسان کو اور ایک سوانح نگار کے توازن میں دوسری سوانح نگار کو مجموعی طور پر آہر و قیمت دی جاسکتی ہے تو اس کا حقیقی معیار کیا ہے۔ اور عظمت کی جانچ کس طرح ہو سکتی ہے۔

عظمت کا معیار

ورمفہوم

انسان خواہ وہ آدم وحوٰ کا فرزند ہو یا اندھ سے نکلا ہوا چورہ۔ دیوتاؤں کی غیر جنسی موصفت کا ثمرہ ہو یا دم بریدہ بندر۔ بہر حال کائنات میں اس کے رتبہ کے متعلق سائنٹفک دنیا کی یہ تھیوری ایک مسلمہ حقیقت

لجھتی ہے کہ وہ تفسیر باب۔ اور شکل پذیر مادہ کی آخری بہترین شکل ہے۔ اور اس کا مکمل بین نمونہ متمدن انسان۔ تو گویا یہ ایک یہی امر ہے کہ انسانی فوقیت اور عظمت کیا حقیقی معیار صرف مدنیت ہے۔ رہا مدنیت کا حقیقی مفہوم تو وہ زیادہ صراحت طلب نہیں ہے۔ دنیا میں اس وقت بھی متمدن اور غیر متمدن دونوں طرح کے انسان موجود ہیں اور دونوں باہمی تفاوت پس ہی ہے کہ بقا و حیات کے لئے غیر متمدن انسان کے مقابل متمدن انسان جادہ و جہد اور کد کاوش بدرجہا زیادہ ہوا کرتی ہے۔ ابتدائے مدنیت سے اس وقت تک کا نزدیک و خوش کے مابین یہی جد و جہد حاد فاصل اور درجہ تمیزی بنی رہی اور جب تک انسان دنیا میں موجود ہے اسکی دونوں جنسوں میں یہی جد و جہد فرق مراتب کا کام دیتی رہے گی۔ بقا و حیات کی اسی جد و جہد کا کشمکش میں ابتدائی سے ایک ایسی چیز کی تلاش شروع ہو جاتی ہے جو بقیات کا کام دے سکے اور فنا کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دے۔ اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اب حیات کا چشمہ اگر کہیں دستیاب ہو سکتا ہے تو وہ صرف حقیقت کائنات کی ظہور میں چنانچہ اس ظہور میں چھان بین ہونے لگتی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اچھی طرح بظاہر ہو سکتا ہے کہ تمدن کا رجحان تمدن کی بنیاد۔ غرض یہ کہ متمدن اسی حقیقت کائنات کا باوجود بیگانی رہی ہے۔ اب اس باوجود بیگانی میں جس شخص نے حقیقی طور پر بنی نوع انسان کی جہری کی ہوا اور انھیں حقیقت اس حیات پر پہنچانے میں راستہ کی تمام صعوبتوں کو دور کر دیا ہو تب امام تمدن کہلانے کا مستحق ہے۔ وہ کون ہے! اس کا جواب خود تاریخ تمدن اچھی طرح

سیکھتی ہے۔

تاریخ تمدن کا ایک سرسری نظارہ

تاریخ کی تدوین میں جب قدر سائنٹفک تحقیقات اور روشنگاریوں سے کام لیا جا رہا ہے اسی قدر یہ بات زیادہ واضح ہوتی جاتی ہے کہ ابتدائے سے اس وقت تک تمدن کے تمام مراحل و مدارج میں حقیقت کا بنیاد کے متعلق جو عقیدہ یا خیال مشترک طور پر ہمیشہ تسلیم کیا جاتا رہا ہے وہ

کہ کائنات صرف ایک قادر علی الاطلاق کی نیرنگی قدرت کا بیج و بیج ظلم ہے۔ اور مقدرہ

قوانین فطرت کے دائرہ میں پایہ زنجیر حقیقت کی یہ عقدہ کشائی انسانی جذبہ صادق کا کام رہی۔ لیکن عقل جو ہزار ہا سال کے تجربوں اور بلند پروازیوں کے باوجود اب تک فضا میں گمراہ ہوائی سے پار نہ جاسکی ہو بھلا عہد طفولیت اور ایام جہالت میں کہاں یہ قابلیت اور استعداد رکھتی ہوگی جو جذبہ صادق کی اس تلقین کو سمجھتی۔ چنانچہ جذبہ کو گمراہ کرنے اور منزل مقصود سے ہٹانے میں اسنے کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور حقیقت کو منہج حالت میں پیش کرنے کے لئے اس نے وہ وہ روپ بنائے کہ بس یہ اسی کا حق تھا۔ سب سے پہلے مصر، عراق، ہند اور چین میں جہاں مذہب تقریباً ایک ہی زمانہ میں جنم لیتی ہے اور بن مانس۔ مانس بلکہ تہذیب حالت میں نظر آتا ہے عقل کہیں تو انیشیا پرستی میں حیات جاوید کا شہرہ سنانی ہے اور کہیں بت پرستی میں آب حیات کا پتہ بتاتی ہے۔ کہیں برہمنی اور پھر بودھی شکل میں 'نروانا' کی خوش خبری دیتی ہے تو کہیں سچو کی پجار میں بقاء و وام کی تلقین کرتی ہے۔ لیکن عقلی ہدایت کی یہ گونا گوں شکلیں چونکہ ان قوانین فطرت کے بالکل متضاد ہوتی ہیں جن کے دائرہ میں کائنات کا طلیسم پایہ زنجیر ہے جذبہ صادق کی پیاس نہیں بجھتی اور آخر میں وہ ان کو غول بیابانی سمجھ کر لاول بھیجے لگتا ہے۔ عقل اب اس کو موجودیت کی شکل میں نور و اہرمن و یزدان کا دورنگی جلوہ دکھا کر کچھ عرصہ کے لئے پھر اپنا فریفتہ کر لیتی ہے۔ مگر پھر وہی قوانین فطرت کی عدم مطابقت عقل کو کسی نیاروپ بد لنے پر مجبور کرتے ہیں اور وہ یونانی دیوتاؤں کی شکل میں خضر طریقت بلکہ اسکندر کو چشمہ حیات نکاح پہنچا دینے کا بیڑہ اٹھاتی ہے۔ مگر پھر بھی جب یہ آب حیات زہر مائل ثابت ہوتا ہے تو تریا کی صورت میں تہذیب روم پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بھی جب کسی طرح جاں بلب مرض کی تسکین میں کارگر ثابت نہیں ہوتا تو پھر عیسائی مسیح کے باب شفا پر مبنی جذبہ کا بستر لگا دیا جاتا ہے اور یہ تشفی دیکھاتی ہے کہ میں نے خود اپنے خون کا تریاق تیار کیا ہے۔ مگر پھر بھی نسخہ کچھ مفید نظر

نہ آیا۔
تہذیب کی آخری | اس مرحلہ پر تاریخ تہذیب میں وہ عظیم الشان انقلاب رونما ہوتا ہے جو ہمیشہ مکمل ترین شکل | جذبہ پر غالب اور فہم ر ہونے والی عقل کو وہی طور پر مغلوب بنا دیتا ہے۔
یعنی اسلام کا ظہور | ریاستان حجاز سے لا الہ الا اللہ کی گونج دنیا میں اس سرے سے

یہ اعلان کر دیتی ہے کہ چشمہ حیات کا سرخ گف گیا۔ فطرت، اس کی شاہدہ ہے۔ یہ ہے چلے آؤ اور جام و وحدت میں جو بھج کر اس آب حیات کو نوش کرو اور حیات جاوید کے مزے لوٹو۔ مریضان حیات اے! یہ عذابِ جان کش ثابت ہوتی ہے۔ اویکشاں کشاں اُن کو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے قوافل کا ایک ایسا تار لگ جاتا ہے کہ جس کا سلسلہ کبھی منقطع ہوا اور نہ کبھی ہو گا۔

جذبہ کی اس عظیم الشان کامیابی کو ناکامیاب بنانے میں عقاب چب سے اب تک بیسیوں طرح اپنے کیل کانٹے درست کرتی رہی۔ ہر مرتبہ زیادہ تر قوت کے سامنے مقابلہ کیلئے تیار ہوئی۔ جدوجہد کا اُس نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا یہاں تک کہ اب وہ خافی اور رقی و مطلقوں کو مستحکم کرنے کے بعد اُدھر پرستی کے میدان میں سائنفلٹ دیوتا کو ہر سہ پہر کا سب سے سچا شہساز اور موجودہ حالات ڈنکے کی چوٹ پر ظاہر کر رہے ہیں کہ عقلی برائیوں کا کوئی گولہ جذبہ کے توحیدی قلعہ پر اثر نہیں کر سکتا۔ عقلی نشین کے جھنڈ بھی کل پُرزے ہیں وہ دشمن ہی کی جے بلند کرتے رہتے ہیں اور ضرور وہ دن آئے گا کہ حسین عقل اپنی ہار ماکر ہتھیار ڈال دے اور کالائز لا لائز کی دہائی میں اپنی خیر سمجھے۔

بِأَنِّ اسْلَام

عالم ہدایت کا عظیم الشان نذر نامہ اُس ذاتِ قدسی صفات کی زہری
 کا نتیجہ ہے جسکو مستعدانہ خیال باز یوں نے (نَعُوذُ لِلّٰہِ) کاہن۔

ساحر - شاعر - اقتدار پسند - شہوت پرست یا مجنوں قرار دینے میں کوئی کسر اٹھانہ کہی اور اگر یہ تقصی سے کام لینا تو ایک ذلیل مہمتی سمجھا دے سمجھایا۔ لیکن معارف شناس از خود یہ پکار اٹھتے ہیں کہ :-

جو فلسفیوں کو حُسن نہ سمجھا۔ اور نکتہ دروں حُسن نہ سمجھا۔

وہ راز ایک کلمی والے نے بتلادیا چندان اشاروں میں

کون کبی والا! روحی فداہ، محمدؐ!! (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

زباں پہ پارِ خدا یا ایہ کس کا نام آیا۔

کہ میرے نطق نے بو سے مری زباں کھٹے

میں نے اس کی وفات کے پانسو ستر سال بعد یہ امام تہذیب بن گیا۔ مرکز تبریز۔

مناجے عرب میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ دو زمانہ ہے کہ متعلقہ تہذیب و تمدن

مپاڑ کی فضا میں طبع الملک کا نقارہ بج رہا ہے اور لگتا رہا ہے کہ

وَلَاؤُتْ اَوْر

ماحول

کوشش کر رہا ہے کہ مدینہ کی اُس سابق مہیت کو جو محبوبیت کی شکل میں حکم فرما رہی تھی نیست و نابود کر دے۔ جزیرہ نمائے عرب کے شمال مغرب، شمال مشرق اور جنوب میں غسان، لخم، اور حمیر اگرچہ مدینہ کی اسی ارتقائی حالت میں شامل نظر آتے ہیں لیکن جزیرہ نمائے عام فضا اور خاص کر ارض حجاز میں (جو آنحضرت کی نشو و نما اور تبلیغ کا مرکز ہے) اس انتقاء کا کوئی نشان ہمیں ہے۔ عرب تو حش اور جہالت کے میدان میں خود آشنای اور غمانہ بہوشی سے لگے نہیں رہا ہے۔ البتہ بعض بعض حلقوں میں مدینہ کا ابتدائی سین نظر آتا ہے لیکن وہ بھی جہالت و وحش کا لٹ بجھک بلکہ اس کا عکس انداز۔ آنحضرت کا مولد مکہ انہیں جہالت اثر، متہدن حلقوں میں شامل تھا اور سالانہ تیو ہار عکاک (حج) اور معبد مبل (کعبہ) کے لحاظ سے اسکو ان سب حلقوں پر مرکزیت کا رتبہ بھی حاصل تھا۔ اس مذہبی مرکزیت کے علاوہ تجارتی حیثیت سے بھی وہ ممتاز تھا کیونکہ شمال مشرق اور شمال مغرب کی جو تجارت جنوبی اور جنوب مشرقی علاقوں سے ہو ا کرتی تھی اکی مٹھی ہی مکہ تھا۔ اسی قسم کا ایک اور متہدن حلقہ یثرب بھی تھا جو مکہ سے بجانب شمالی تقریباً دھائی سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مکہ کی طرح گو یثرب کو نہ مبنی مرکزیت حاصل نہ تھی مگر تجارتی لحاظ سے وہ بھی ضرور ممتاز تھا۔ یثرب کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہاں یہودی مدینہ کا عنصر شامل تھا۔ تملیث کی طرح یہ بھی توحیدی تمدن کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے اور پھر ایسی بگڑی ہوئی کہ غیر تبلیغی حیثیت اختیار کر لینے کے باعث اس پر مدینہ کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا۔

یہ اُس ماحول کا ایک سرسری خاکہ ہے جس میں آنحضرت کی ولادت ہوئی۔ آپ نے نشو و نما پائی اور اپنا وہ عظیم الشان کام انجام دیا جو دنیا کا ایک حیرت انگیز کارنامہ شمار ہوتا رہا ہے۔ اس حیرت انگیز کارنامہ کے متعلق مخالفانہ کا پیر وازیوں اور عقلی پرواز نے جہاں نت نئے ٹکڑے چھوڑے ہیں انہیں ایک یہ بھی ہے کہ اسی ماحول کے اثرات اور اسکے مطالعہ نے آنحضرت کے جوہر تالیث کو اسلام سازی پر ابھارا۔ لیکن حالات و واقعات خود اس خیال آرائی کی ترویج کر رہے ہیں۔

طفولیت

ابھی آپ کو جم مار ہی میں رہتے دو ماہ کا عرصہ نہ گزرا تھا کہ آپ کے والد عبد اللہ دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ ولادت کے چھٹے سال میں کاسا یہ بھی سر سے اٹھ جاتا ہے۔ اور آپ کے دادا عبد المطلب آپ کو پرورش کرتے ہیں۔

آٹھویں سال واد ابھی چل رہے اور چچا ابوطالب کی سرپرستی میں آپ داخل ہوتے ہیں۔ علیہ السلام اور ابوطالب نہ صرف قبیلہ بنی ہاشم کے رئیس ہی تھے بلکہ نبیو بارعکاکا اور معبد میل کے منتظیان بھی تھے۔ اس سے قوم کے سربراہ اور وہ افراد بھی شمار کئے جاتے تھے۔ لیکن وہ لوگ نہ صرف کثیر العیال ہی تھے بلکہ انکی مالی حالت بھی چنداں متمول نہ تھی۔ ایسی صورت میں یہ ایک لازمی امر ہے کہ بچہ ۷ سال پر پوتے اور بھتیجے کی پرورش اور پر وخت میں کثیر العیال اور تنگ دست واد ایاچھ کی وہ توجہ مبذول نہیں ہو سکتی تھی جو والدین اپنا فریضہ تصور کرتے ہیں۔ اس طرح کی پرورش اور مادیانہ شفقت سے محروم یتیم کی عمر کے ابتدائی چار یا پانچ سال بنی سعد کی جبر آگاہ میں بسر ہوتے ہیں اور چھٹے سال کچھ دن کیلئے ماں کے ہمراہ یتیم میں بھیجاں گئے پاس رہ کر پھر کچھ واپس علی علی میں آتی ہے اور اس کے بعد بارہویں سال تک کسی اہم واقعہ کے بغیر مکہ میں زندگی بسر ہوتی ہے۔

بعض یورپین فلم برادران کا یہ عقیدہ ہے کہ اسی دوازدہ سالہ عمر میں آنحضرت نے مطالعہ ماحول سے اسلام کی داغ بیل اپنے میدان میں ڈال دی تھی تو اس عقیدہ کی ہموائی کرنے میں گوہیں کوئی پس و پیش نہ ہو لیکن عقل ہرگز یہ باور نہیں کرتی کہ اس طرح کی تبدیل پذیر سرپرستی میں اوپر بچہ ایسے اسکول میں جو جبر آگاہ ہو اور جس کا نصاب اونٹ بکریاں رہیں اور سب پر طرہ جہاں مدنیت ابھی توحش و جہالت کی عکس انداز ہی ہو ایک دوازدہ سالہ ان پڑھ لڑکے نے نہ صرف مذاہب عالم اور تاریخ و فلسفہ کا علم پوری واقفیت پیدا کر لی ہوگی بلکہ غور و خوض کے بعد ایک مرکب مذہب کی جدید اسکیم بھی اپنے ذہن میں ترتیب دیدی ہوگی۔ وزارت انگلستان کی عظیم المثال تاریخ میں کوچاک پٹ سے زیادہ و خفا نظیر مشکل دستیاب ہوگی پچیس سالہ عمر میں وزارت انگلستان جیسی عظیم الاقدار ذمہ داری اسے دست قدرت میں آجاتی ہے۔ اور پھر وہ پٹ جو لندن جیسے مرکز تہذیب کا باشندہ رہے۔ گھر سے امیر ہو۔ چاہے تمام جیسے باپ کی نگرانی میں تربیت پائے۔ اور کیمبرج کا تعلیم یافتہ بنے۔ لیکن ان تمام خصوصیتوں کے باوجود اگر اسکی سوانح عمری میں یہ دیکھا جائے کہ دوازدہ سالہ عمر میں اس نے اپنی شہرت کے میدان یعنی سیاست میں کس قدر استعداد حاصل کر لی تھی تو یہ واضح ہوگا کہ ابھی وہ اس پرستی و واقف نہ تھا۔ بہر حال عمر کے ساتھ ماحول کی مناسبت کے لحاظ سے پٹ کو باونیا کے حقد بھی مشاہیر ہیں اکتسابات میں ان

سب کی یہی کیفیت نظر آئیگی۔ اب اگر آنحضرت نے اسی دوازدہ سالہ عمر اور اسکے ماحول میں اپنی تبلیغ اور اسکے دائرہ عمل کا نشیب و قرار سمجھ لیا تھا تو بے شک یہ ایک مافوق الفطرت واقعہ ہے۔

عہد شباب اور ما قبل تبلیغ

بارہویں سال آپ کو ابوطالب کے ساتھ جو خالص تجارتی اغراض سے شام روانہ ہو رہے تھے پہلی مرتبہ حجاز سے باہر نکلنے کا ایک موقع ملا۔ لیکن سرحدی موضع بصری سے ابوطالب واپس چلے آتے ہیں۔

اس واپسی کے بعد پچیس سالہ عمر تک کسی اہم واقعہ کے بغیر مکہ ہی میں زندگی بسر ہوتی ہے۔ اور پچیسویں سال دوسری مرتبہ ایک اور تجارتی سیاحت عمل میں آئی۔ پہلے سفر کی طرح اس مرتبہ بھی آپ بصری ہی سے واپس چلے آتے ہیں۔ ان دونوں سیاحتوں کی مجموعی حقیقت یہ ہے کہ زیادہ نہ رہی اور پھر چالیس سالہ عمر یعنی آغاز تبلیغ تک نہ تو آپ نے کبھی مکہ چھوڑا اور نہ آپ کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جس کے متعلق مطالعہ ماحول کا دعویٰ کیا جاسکے۔ اؤمنڈ برک موجودہ فلسفہ سیاست کا رطلوہ اور یورپ کا نجات دہندہ مانا جاتا ہے۔ اسکی یہ عظمت ان ادراکات کا شہرہ ہے جو انقلاب فرانس میں اس نے مطالعہ کئے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ ایک بدیہی امر ہے کہ اس فتنے صرف فرانس بلکہ تمام یورپ کا کس قدر وسیع مطالعہ کیا ہو گا۔ اور اگر سچ پوچھا جائے تو عملاً اس نے بنائیت وسیع مطالعہ کیا بھی ہے۔ لیکن بااں مور لے کا دعویٰ ہے کہ برک کا مطالعہ ناقص تھا۔ جب برک جیسے امام سیاست کے مطالعہ کی یہ حالت رہی ہو تو غور کا مقام ہے کہ وہ چند روزہ خالص تجارتی سیاحتوں میں جو سرحد پر ختم ہو گئی ہوں آنحضرت کو مطالعہ ماحول کا کیا موقع ملا ہو گا اور تبلیغ اسلام جیسے جبرئیل کیز کارنامے کے لئے کیا مواد فراہم ہو سکتا تھا۔

بہر حال آنحضرت کی ان دونوں تجارتی سیاحتوں کی بنیاد پر مطالعہ ماحول کا دعویٰ خواہ وہ بنفسہ کیسا ہی مدلل کیوں نہ ہو ہرگز قائم نہیں رہ سکتا البتہ یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ خود مکہ ہی میں ایسے اثرات اور اسباب موجود ہونگے جنہوں نے آپ کو تبلیغ اسلام پر آمادہ مگر جس قدر بھی شہادتیں موجود ہیں وہ سب اس احتمال کی مخالف ہی ہیں۔ موافق کوئی بھی نہیں۔ چنانچہ آغاز تبلیغ تک آنحضرت اپنے کیر کڑ کے لہذا سے سوسائٹی میں سب سے اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں اور اسکے ثبوت میں اس سے بڑھکر اور کیا دلیل پیش کیا جاسکتی ہے۔

امام ترمذی کی تین سالہ عمر میں جب ایک سیلاب کے اثر سے مسجد میں (کعبہ) منہدم ہو جاتا ہے اور اس کی دوبارہ تعمیر میں مسجد کا نشانِ امتیاز حجرِ اسود نصب کرنے کے لئے اکابرِ قمر مارنے پر تل جاتے ہیں تو اس وقت آنحضرت ہی کا فیصلہ اس نازک حالت کو دور کرتا ہے اور پھر حجرِ اسود کو نصب کرنے کا قافلاً حضرت امتیاز بھی آپ ہی کو نصیب ہوتا ہے۔ لیکن ہی آنحضرت ہیں کہ بعد میں صرف تبلیغِ اسلام کے جرم پر سینکڑوں قسم کے ناگفتہ بہ مصائب برداشت کر سیکے علاوہ جلاوطنی پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس سبب کی زبردست شخصیت کے بعد صرف تبلیغِ اسلام کے جرم پر جلاوطن ہونا اس ام کا بین ثبوت ہے کہ مکہ میں ہرگز اس طرح کے کوئی اثرات یا اسباب موجود نہ تھے جو سوسائٹی کو اسلام فہمی پر مائل کر سکیں۔ یہی حالت میں پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ تبلیغِ اسلام مطالعہ ماحول کا نتیجہ ہو سکے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب مطالعہ ماحول کی یہ من گھڑت کچھ کارگر نہیں ثابت ہوتی تو جنوں کی قلع سازی سے کام لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر یہاں بھی واقعات قلعی کھول دیتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی جس دوسری تہذیبی سیاحت کا بیشتر ذکر کیا گیا ہے وہ ایک نہایت متمول خاتون (خدیجہ رضی اللہ عنہا) کے ایجنٹ کی حیثیت سے عمل میں آئی تھی۔ اگر آنحضرتؐ پر جنوں کا کچھ بھی اثر ہوتا تو ہرگز اس طرح کی مالی ذمہ داری پر آپ کا تقرر نہ کیا جاتا۔ اور آپؐ طرہ سفر سے واپسی کے بعد یہ متمول خاتون جو اپنے حب و نسب جن و جمال اور مال و دولت کے باعث نہ صرف سوسائٹی میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتی تھی بلکہ جسے سوسائٹی کے سربراہ اور وہ ممبروں کو اپنا خواہاں ازدواج بنا رکھا تھا آنحضرتؐ سے ہرگز بیاہ نہ کہیں۔

بہر حال آغاز تبلیغ تک جس طرح آپ کی زندگی بسر ہوئی ہے اس کی تنقید میں ہرگز کوئی ایسا خارجی اثر نظر نہیں آتا جس نے آپ کو تبلیغِ اسلام پر یا بہ زبانِ منافقین اسلام سازی پر ابھارا ہو۔ اس طرح زندگی کے چالیس سال گزرنے کے بعد حیاتِ محمدیؐ کا وہ ہتھم باشا اور حیرت انگیز دورِ شروع ہوتا ہے جس نے دنیا میں ایک نئی روح پیدا کر دی اس دور کی ابتداء ایک ایسے واقعہ سے ہوتی ہے جو تاریخِ بشریت میں کوئی

تحریرِ تبلیغ
اور حقیقتِ اولیٰ

انوکھی مثال نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی ایک زبردست نظیر کو تبادلوہ کی اس چلہ کشی میں نمایاں ہے جو اور اک حقیقت کی عرض سے 'گیا' میں دختِ تلے عمل پذیر ہوئی۔ اور اک حقیقت کا یہی جذبہ صادقہ آنحضرتؐ کو بھی چالیس سالہ عمر میں کسی خارجی تحریک کے بغیر از خود اچانک اس قدر بے چین بنا دیتا ہے کہ کسی پہلو میں نہیں آتا۔ بے چینی روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے اور اس قدر

بڑھتی ہے کہ طبیعت سوسائٹی سے متفرق ہو جاتی ہے آخر عزت گزینی کا ایک ولولہ آپ کو اس شہرہ آفاق غار میں پہنچاتا ہے جو غارِ حرا سے موسوم اور مکہ سے دو دھائی میل کے فاصلہ پر جبلِ نور کی چوٹی پر واقع ہے۔ متواتر کئی کئی دن اس غار میں شب بیداری۔ فادہ کشی اور ریاضت کے بعد یکایک بے چینی دور ہو جاتی ہے۔ حقیقت کا پردہ اٹھتا ہے چشمہ حیات نظر آتا ہے اور جو بے حقیقت رہے حقیقت نگر لا الہ الا اللہ کی مستانہ صد انگنائے ہوئے غار سے باہر نکلتا ہے۔ لیکن باہر آنے کے بعد جلوہ حقیقت کی رنگارنگی قلب پر کچھ ایسا عجب طاری کر دیتی ہے کہ کابل تین سال تک اسکا اثر باقی رہتا ہے اور بار بار خوشی کا نتیجہ کر لیا جاتا ہے۔ مگر جاذبہ صاف و ذہن تمام بے چینیوں کو دور کرنے کے بعد آخر آپ کو 'قهر فائدہ' کے میدانِ عمل میں کھڑا کر دیتا ہے اور ان تک حرا میں حقیقت کے اور اک کی کیفیت جو صرف اظہارِ واقعہ کے طور پر مخصوص دائرہ میں بیان ہوتی رہی تھی وہ آخر علی الاعلان ظاہر کی جاتی ہے اور تبلیغِ اسلام شروع ہوتی ہے۔

تبلیغ کا ابتدائی دور

اس سوسائٹی کے لئے جس کی تمدنی حالت جہالت کا عکس انداز تھی یہ تبلیغ ایضاً ہو گئی۔ اور ابتداً سپر کوئی توجہ ہی نہیں کی گئی چنانچہ آغاز تبلیغ سے چھ سال تک ان لوگوں کی تعداد جنہوں نے آنحضرت کی صدا پر لبیک کہی ہو چالیس سے بھی متجاوز ہونے نہ پائی۔ اور ان میں بھی ابوبکرؓ عثمانؓ۔ زبیرؓ طلحہؓ اور سعدؓ وغیرہ معدودے چند اشخاص کے علاوہ باقی سب ایسے متبع تھے جنہیں سوسائٹی میں کوئی پوزیشن ہی نہ تھا۔ مگر سوسائٹی کی نظروں میں اشاعتِ اسلام کا یہ محدود نقشہ بھی مخدوش معلوم ہوا اور مخالفت اسکا نتیجہ تھی۔ چنانچہ اسکا اظہار ہونے لگا۔ اور رہبر و رہبرِ و ان حقیقت کو ہر طرح کی جسمانی اور روحانی تکلیفیں پہنچانی لگیں یہاں تک کہ مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا۔ اور آخر اکثر لوگ تنگ ہو کر ہمدرد پر چلے جاتے ہیں اور حبش میں غربت کی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔

سوسائٹی کی مخالفت

لیکن اسلام کی حقانیت پر جب اس ایذا رسانی کا کوئی جاوہ نہ چلا اور روز بروز اسکا چرچا بڑھنے ہی لگا تو اب سوسائٹی کو سخت تردد و اٹک رہا ہوتا ہے اور اسکی روک تھام کیلئے آخر نیا شغل اسمبلی آنحضرت پر سحر و ساحری کا فتویٰ عائد کرتی ہے تاکہ عامۃ الناس کے دلوں میں آنحضرت کی جانب سے ایک دہشت پیدا ہو جائے اور وہ آپ کی تبلیغ پر کوئی توجہ ہی نہ کریں۔ لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوتی بلکہ اسکا الٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ سوسائٹی کے ذہنیت زبردست اور سربراہانِ عمر و حمزہؓ بھی اسلام کے سحر میں محو ہو جاتے۔

اور ان دونوں کی حمایت میں دہراؤن حقیقت علانیہ سوسائٹی کی مذمت شروع کر دیتے ہیں۔ اب مخالفت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ نہ صرف آنحضرتؐ اور آپ کے حلقہ بگوشوں ہی کو بلکہ کل بنی ہاشم کو سوسائٹی بایکاٹ کر دے اور نزرک موالات عمل میں آئے۔ آج کل کے بایکاٹ اور نزرک موالات میں ضعیف عنصر قوی عنصر سے اپنے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن آنحضرتؐ کے ساتھ جو مقابلہ ہوا ہے وہ اسکے بالکل برعکس تھا۔ قوی عنصر ضعیف عنصر کو سبیل حد و دے متجاوز سمجھ کر اسکو نسبت و نابود کرنے پر آمادہ ہوتا ہے چنانچہ بنی ہاشم کا حلقہ پانی بند کر دیا گیا۔ وہ برادری سے خارج سمجھے جانے لگے۔ ان سے لین دین۔ شادی بیاہ۔ حتیٰ کہ بات چیت بھی نزرک کر دی گئی۔ آنحضرتؐ اور بنی ہاشم پر یہ مصیبت کچھ دن۔ ہفتے۔ یا مہینے نہیں بلکہ کامل دو سال تک برپا رہتی ہے۔ ممکن تھا کہ اسکا سلسلہ اسبطح قائم رہتا لیکن چونکہ اس سے قبیلہ واری عام تعلقات پر برا اثر پڑنے لگا لہذا مجبوراً خود سوسائٹی کو توبہ کرنی پڑی۔ لیکن ابھی یہ مصیبت دور نہ ہوئی تھی کہ آنحضرتؐ کے مرنے پر چار بنی بنی ہاشم ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ اور یہ صرف انھیں کا اثر تھا کہ اب تک آنحضرتؐ کے قتل پر جرأت نہ ہوتی تھی۔ اب کچھ کچھ اسکا خیال پیدا ہونے لگا روز بروز اسکو تقویت بھی ہونے لگی۔ اور اسکی خاص وجہ یہ تھی نبیو بار عکاظ میں جمع ہونے والوں کے ذریعہ آنحضرتؐ کی تبلیغ کا چرچا مکہ سے گذر کر جزیرہ نما میں بھی پھیلنا شروع ہو چکا تھا۔

تبلیغ کا بیرونی چرچا

جزیرہ نما میں تبلیغ کا سب سے زیادہ چرچا جس مرکز میں نظر پڑا وہ یثرب تھا۔ مکہ کی سوسائٹی کے برخلاف یثرب کی آب و ہوا میں ہوبوہ مذہبیت کے اثرات نے وہاں کی سوسائٹی میں اسلام فہمی کی خاص قابلیت پیدا کر دی تھی لہذا وہ اسکی جانب نہایت مستعدی کے ساتھ اپنی توجہ مبذول کرتی ہے اور آخر تبلیغ کے تیرہویں سال عکاظ کے ایام میں ساکنان یثرب کا ایک معتد بہ گروہ آنحضرتؐ کی حلقہ بگوشی اختیار کر لیا ہے۔ اور پھر اس عزم و میثاق کے ساتھ کہ دنیا میں 'وحدتہ' کی جھنکار پیدا کر دینے کے لئے اسکو اپنی جان سے بھی دریغ ہوگا یثرب کی یہ حمایت ان حلقہ بگوشا حجاز کے لئے جو مکہ میں سوسائٹی کی جانشتاں تکلیفوں سے نزع کی حالت میں تھے میمانہ اثر دکھاتی ہے اور وہ اس سہارے پر وطن سے جلا وطن ہو جاتے ہیں۔ یہ جلا وطنی اگرچہ اہل مکہ کے لئے مسرت انگیز تھی لیکن ساتھ ہی یہ خوف پیدا ہو گیا کہ اگر یثرب میں ان کے قدم جم جائیں تو پھر عرب کی خیر نہیں۔ پس اب اسکے سوائے کوئی اور صورت ہی نظر نہ آئی کہ آنحضرتؐ کی

شعبہ حیات گل کر دیا جائے۔

سوسائٹی کی انتہائی مخالفت اور بدبیرسل

قتل کی تدابیر پر غور کیا جاتا ہے اور یہ رائے قرار پاتی ہے کہ تمام جمہوروں سے ایک ایک پھلجان انتخاب ہو اور وہ سب یکساں وار کریں تاکہ اپنی ہاشم کو تمام جمہوروں سے انتقام لینے کی جرأت ہو سکے اور وہ دیت پر راضی ہو جائیں۔ آنحضرتؐ کو جب اس سازش کی اطلاع پہنچتی ہے تو اس کے سوائے اور کوئی چارہ کا نظر نہ آیا کہ وطن کو بغیر باد کہا جائے۔ چنانچہ خفیہ طور پر آپؐ صرف حضرت ابو بکرؓ

کی رفاقت میں اس وطن سے نکل پڑتے ہیں جہاں کال تیرہ سال سوسائٹی کو راہ راست پر لانے کے لئے

جلا وطنی یا ہجرت

ہر طرحی روحانی اور جسمانی تکالیف برداشت کرتے رہے تھے۔ خیر یہ تو فطرت کا ایک قانون ہے کہ ریفارمر وں کو ابتداءً ہر طرح کی ناکامیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن آنحضرتؐ کو جن ناکامیوں اور مصیبتوں سے سامنا کرنا پڑا ان کے مقابل دنیا کے کسی ریفارمر کے مصائب کوئی ہستی نہیں رکھتے۔

دور ہجرت

آنحضرتؐ اور آپ کے حلقہ بگوش جس بے سرو سامانی کے ساتھ جلا وطن ہوئے ہیں اس کا لحاظ کرتے ہوئے عام طور پر یہ خیال ہونے لگا کہ بس اب وہ فنا ہو چکے لیکن اگر صحیح پوچھا جائے تو اسی جلا وطنی اور ہجرت کے بعد حیات محمدیؐ کا وہ وہ سال و نشان دور شروع ہوتا ہے جس میں حقیقی طور پر تبلیغی کا نام نہ ظہور پذیر ہوتا ہے اور جبکا انرا آج تیرہ سو سال سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں نمایاں ہے۔

دور ہجرت کا مہر سہی خاکہ

اس دور سال تبلیغی عبداللہؐ اور اسکی کامیابیوں کو علم یورپین مورخانہ مصوری و شمشیر کیف و قراں و فیل ہمنیت میں آشکارا کرتی ہے۔ یوں تو انفاٹ پسند نگاہیں اس تقویر کو نظر فریب حیثیت سے مطالعہ کرتی رہی ہیں لیکن حالیہ مہار بہ عظمیٰ نے اچھی طرح یہ تعلیم دیدی ہے کہ مدینیت اور انسانیت کے خاطر بخیر نوع انسان کے خون کا دریا بہا دینا جرم نہیں بلکہ مدینیت کا اولین فریضہ ہے۔ اور چنانچہ علمائے خوں کا جو دریا بہا ہے اس کا خونین منظر اہلک ہمارے آنکھوں سے دور نہیں ہوا۔ اگر اسی فریضہ کی تکمیل کے لئے امام تہدؐ نے سچی تلوار ہاتھ میں لی ہو تو وہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں سمجھا جاسکتا۔ واقعات اور حالات پر اگر غیر متعصبانہ نظر ڈالی جائے تو خود یہ واضح ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اگر تلوار ہاتھ میں لی ہے تو وہ صرف ایسے مواد فاسد کی اصلاح کے لئے جو عفو و معیہ کے لئے ہلکا ثابت ہو رہا تھا اور

جسکے آپریشن بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔

مکہ سے جلا وطنی اختیار کرنے کے بعد آپ سید ہے شرب کا رخ فرماتے ہیں اور شرب مدینہ الرسول ہو جانے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ مدینہ میں سید پہلا تبلیغی عمل ایک دار التبلیغ کی تعمیر میں نمایاں ہوتا ہے اور یہ وہی دار التبلیغ ہے جو مسجد نبوی اور تربت رسول کی شکل میں تیرہ سو سال سے دنیا سے

ورود مدینہ اور تبلیغ کا دوبارہ آغاز

اسلام کی عظیم شان زیادہ تر نگاہ بنا ہوا ہے۔ غرض پھر تبلیغ شروع کر دی جاتی ہے لیکن تیرہ سالاہ جدوجہد اور مکہ و کاوش کے باوجود اب تک ناکامیابیوں سے جیسا کچھ سامنا ہوتا رہا تھا اسکو نظر رکھتے ہوئے اس امر کی کوئی اُمید نہیں کیجا سکتی تھی کہ سابقہ طرز عمل کامیابی کا ذریعہ بن سکے۔ اور پھر ایسی حالت میں جبکہ جزیرہ نما کا اہم مرکز مکہ کلینہ مخالفت پر آمادہ رہے اور عمل تبلیغ کو نمیشٹ نافذ کر دینے پر تیار بیٹھا ہو۔ پس اسکے سوائے اور کیا علاج تھا کہ مرکز پر ایسا رعب اور سکہ بٹھایا جائے کہ جس سے وہ تبلیغی کاروائیوں میں درانداز

ابتدائی پالیسی

کرنے اور کھنڈت ڈالنے کی جرأت نہ کر سکے۔ چنانچہ یہی طرز عمل اختیار کیا گیا۔ اور اہمہ اہمہ کے ان تجارتی قوافل پر رعب قائم کرنے کے لئے تہ امیر اختیار کیا جاتی ہیں جو حوالی مدینہ سے گزر کر مکہ شام جایا اور آیا کرتے تھے۔ اس پالیسی کے تحت جو واقعات پیش آئے ان میں سب سے زیادہ مشہور اور قابل اہمیت جنگ بدر ہے جو ہجرت کے دوسرے سال وقوع پذیر ہوا۔

معرکہ بدر

مکہ کا ایک تجارتی قافلہ شام سے واپس ہو رہا تھا۔ آنحضرت کو اس کی اطلاع ملتی ہے اور آپ رعب قائم کرنے کی غرض سے تین سو تیرہ جان

میت میں اسکی رہگذر کا رخ فرماتے ہیں۔ قافلہ کو جب آنحضرت کی پیشقدمی سے اطلاع ہوتی ہے تو فوراً مکہ میں ہیکر روانہ کئے جاتے ہیں کہ جلد خبر لیجائے۔ وہاں کیا دیر بھتی فوراً ایک ہزار سو ماعرب ستر کارسرواروں کی میت میں مکمل سامان حرب کے ساتھ لیغا رہے پیچھے میں قافلہ توراہ کتر کر نکل جاتا ہے لیکن یہ لشکر مقام بدر پر جو مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے آنحضرت کے مقابل صف آرا ہو جاتا ہے۔ اور لڑائی شروع ہوتی ہے۔ جان نثارانِ وحہ کے لئے یہ ایک نازک موقع تھا۔ لیکن وہ مستانہ وار مقابلہ کرتے ہیں اور ایسا مقابلہ کرتے ہیں کہ مکہ کا جزیرہ لشکر انتہائی شکست کی حالت میں فرار ہو جاتا ہے۔

آنحضرت کی یہ زبردست فتح اگرچہ عام طور پر تمام جزیرہ نما میں آپ کا رعب پیدا کر دیتی

میں اس کے ساتھ ساتھ عالمگیر مخالفت کا بھی اظہار ہونے لگتا ہے۔ اور اس طرح مکہ کے علاوہ دوسرے
بڑے بڑے مقابلے کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور مکہ آرائیوں کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ مگر کامیابی
عموماً آنحضرتؐ ہی کے نصیب رہی۔

جنگِ احد

آنحضرتؐ کی یہ روز افزوں کامیابی اہل مکہ کے لئے جو بد کی تلخ کامیابیوں سے
بھری ہوئی تھی تھی تازیانہ بن جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ انتقام کے جوش میں
دوسرے سال تین ہزار کا جزار لشکر پیشتر سے زیادہ ساز و سامان کے ساتھ روانہ کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ
میں ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ مقابلہ کے لئے نکلتے ہیں مگر ان میں سے تین سو منافق راستے
ہی سے پیٹ پڑتے ہیں۔ اور صرف سات سو جانباڑوں کے ساتھ کوہِ احد کے دامن میں جو مدینہ سے
دو ڈھائی میل فاصلہ پر واقع ہے گھسپ قائم کیا جاتا ہے کوہِ احد کے ایک درہ سے چونکہ یہ اندیشہ
تھا کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر بیٹھے لہذا تیر اندازوں کی ایک جماعت اسپر متعین کر دی گئی۔ اور
کے وقت میں ایسی حالت میں جبکہ دشمن شکست پا کر بھاگ رہے تھے درہ کے تیر اندازوں کی غفلت
سے دشمن کا ایک پہلا افسر اوہر سے دھاوا بول دیتا ہے اس اچانک حملہ سے مسلمان پریشان
ہو جاتے ہیں اور اسی پریشانی کی حالت میں آنحضرتؐ کی شہادت کی غلط افواہ ان کے جھکے چھڑا
دی جاتی ہے اور وہ ایک حیرت انگیز شکل میں میدان سے منہ پھیر دیتے ہیں۔ اگرچہ آنحضرتؐ کے کاوی
زخم آئے۔ دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ بدن تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ خود کی کڑیاں سر میں
اتر بیٹیں مگر عظیم الشان شجاعت اور استقلال کے ساتھ آپ میدانِ جنگ میں اڑے رہے اور
تھوڑی دیر کے بعد شکست خور دو مسلمان اصل حقیقت سے مطلع ہو کر جب پھر جمع ہونے لگتے ہیں
تو آپ ان کو ساتھ لئے ہوئے چھاڑ پر چڑھ جاتے ہیں۔

ماہرینِ حرب کا یہ خیال ہے کہ اگر اہل مکہ اس وقت لڑائی کا سلسلہ جاری رکھتے تو پھر اسلام
بہرینہ کے لئے نیست و نابود ہو جاتا۔ مگر چونکہ وہ خود بھی مسلمانوں کی طرح شکست خور وہ حالت
ہی میں تھے انہوں نے بس اسی کو غنیمت سمجھا اور واپس ہو گئے۔ مگر راستے میں جب وہ اپنی اس
غلیبی کو محسوس کرتے ہیں تو دوبارہ ہلٹ پڑتے ہیں۔ اس اطلاع پر آنحضرتؐ بھی آگے بڑھتے
ہیں اور حمزہؓ اسد میں قیام کیا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کی یہ پیش قدمی دشمن کو پست کر دیتی ہے اور وہ
بہتر نہیں بھڑکے واپس ہو جاتا ہے تو آنحضرتؐ بھی مدینہ واپس تشریف لے آتے ہیں۔

بغلی و غمی | احد کی شکست آنحضرتؐ کے مخالفین کو بہت کچھ جری بنا دیتی ہے اور

سب سے پہلے بغلی دشمنی ہو، شرب اس سے فائدہ اٹھانے پر آمادہ ہونے۔

شراب میں یہودی عنصر کے دو حصے تھے۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ شرب میں اسوہ کی نشو و نما اگرچہ ان یہودیوں کے مفاد و مصالح پر براثر عاید کر رہی تھی اور وہ ابتدا ہی سے خارج کھائے بیچتے تھے لیکن چونکہ کوئی بس نہ چلتا تھا لہذا مجبوراً آنحضرت کے ساتھ دو تازہ معاہدت ہی میں اپنی خیر سمجھی۔ لیکن پس پردہ متنہغ میں کھنڈت پیدا کرنے کے لئے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ احد کی اس ہزیمت شکست سے جبری ہو کر بنو نضیر عہد و بیہاں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور علانیہ مخالفت شروع کر دی۔ اس بد عہدی پر آنحضرت انھیں شرب چھوڑ دینے کا حکم دیتے ہیں اور وہ مقابلہ پر تل جاتے ہیں۔ مگر مقابلہ میں انھیں شکست ہوتی ہے اور وہ شرب سے نکال دئے جاتے ہیں۔ اس اسواج پر وہ خیر میں جا کر آباد ہوتے ہیں جو مدینہ سے شام کی جانب تقریباً تین سو میل فاصلہ پر واقع ہے۔ لیکن انتقام کی غرض سے وہ اہل مکہ کو دوبارہ جنگ پر اکساتے اور ہر طرح مدد دینے پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔

عام قومی مخالفت اور واقعہ خندق | احد کی کامیابی نے اہل مکہ کو پہلے ہی سے شیر نارا کھانا تھا۔ یہودیوں کی یہ تحریک و تائید انھیں از سر نو معرکہ آرائی پر آمادہ کر دیتی ہے اور زور شور کے ساتھ ایک آخری مقابلہ کے لئے تیاریاں ہونے لگتی ہیں۔

تمام عرب کو متفقہ طور پر اسلام کی چٹکنی کے لئے ابھارا جاتا ہے اور آخر دس ہزار جنگجو عربوں کا ایک قومی لشکر ہجرت کے پانچویں سال مدینہ کا رخ کرتا ہے۔ آنحضرت کے ان تمام جانشان کی تعداد جو میدان میں آسکتے تھے تین ہزار سے زائد نہ تھی۔ لہذا یہ تجویز کی گئی کہ مدینہ کے ارد گرد ایک خندق کھود کر مدافعتیہ پہلو اختیار کیا جائے۔ چنانچہ عربوں کے پیچھے پیچھے یہاں خندق تیار ہو گیا۔ اب میدان وادی کے بجائے انہوں نے حصار قائم کر دیا۔ اور دو مہینے محاصرہ رہا۔ حصار کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے علاوہ مسلمانوں پر یہ نئی آفت برپا ہوتی ہے کہ یہودیوں کا دوسرا جھٹکا بنو قریظہ عہد و میثاق کو بالائے طاق رکھ کر عربوں کے ساتھ سازش شروع کر دیتا ہے۔ یہ درحقیقت ایک نازک موقع تھا۔ لیکن جبکہ خدا رکھے اسکو کون چکھے۔ متحد مخالفین میں خود بخود کچھ ایسی شکر رنجی پیدا ہوئی کہ اتحاد کا تمام شیرازہ پر اگندہ ہو گیا۔ مدعی دل لشکر کسی فیصلہ کے بغیر بٹ جاتا ہے اور جانشان و مدت کے سر سے ہلا دور ہوتی ہے۔

دوسرا بغلی دشمن | اب بنو قریظہ گھبراہٹ میں اور تجدید عہد کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن

خود انکا غدارانہ طرز عمل اب اس قابل نہ رہا تھا کہ اُس پر آئندہ کوئی اعتماد کیا جاسکتا۔ لیکن پھر بھی قطع حجت کے لئے انھیں توحید پرستی کی دعوت دی جاتی ہے اور انکار کرنے پر یہ تمام غدار قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ یثرب ان بغلی دشمنوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

متنجانہ مخالفت کے جذبات نے آنحضرتؐ کا جو شیر کف خاک کھینچا ہے اُس کا سب سے زیادہ وحشیانہ اور خوبصورت منظر اسی عمل کو قرار دیا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ آنحضرتؐ پر تو اس قسم کے الزام عاید کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا اور یہ امر بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے کہ موجودہ تہذیب و تمدن نے غدار ہی کی سزائیں اس سے زیادہ سخت تجویز کئے ہیں چنانچہ مشہور کے ہندوستانی غداروں کے ساتھ علم بردار ان تہذیب نے جو کچھ نہایت یا بدسلوک کیا ہے وہ ایک کھلا واقعہ ہے کسی صراحت کی ضرورت نہیں۔

صلح حدیبیہ

واقعہ خندق میں مخالفت کا شیرازہ پر اگندہ ہونے کے بعد (تبلیغ سے اٹھارویں اور ہجرت کے چھٹے سال) انھیں آنحضرتؐ کو یہ موقع نصیب ہوتا ہے کہ اطمینان خاطر کے ساتھ تبلیغ پر متوجہ ہوں۔ چنانچہ مناسب حال اور حسب موقع تبلیغی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اور اسی سلسلہ میں آنحضرتؐ مکہ کا قصد فرماتے ہیں۔ مکہ سے نومیل کے فاصلہ پر حدیبیہ میں یہ خبر پہنچتی ہے کہ اہل مکہ جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور یہ عہد کرکھا ہے کہ آپؐ کو مکہ میں داخل ہونے نہ دیا جائے۔ آنحضرتؐ کا تو کبھی یہ مقصد ہی نہ تھا کہ خواہ مخواہ نوریز خیمل میں آئے۔ چنانچہ آپؐ واپس ہو جاتے ہیں اور اہل مکہ کے حسب خواہش یہ معاہدہ بھی عمل میں آتا ہے کہ دس سال تک فریقین میں اتحاد رہیگا اور جانبین سے کوئی جنگی کارروائی ظہور پذیر نہ ہوگی۔

عالمگیر تبلیغ

اس معاہدہ سے مکہ کی مخالفت اور ریشہ دوانیوں کا چونکہ خدشہ دور ہو جاتا ہے لہذا عالمگیر پیمانہ پر تبلیغی کارروائیوں کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے تمام تمدن دنیا میں حقیقت کار از آشکارا کرنے کے لئے فرمان روایان روم۔ ایران۔ مصر۔ شام۔ حبش۔ یرامہ وغیرہ کے پاس وفود روانہ کئے جاتے ہیں۔ جزیرہ نما کے گوشہ گوشہ میں وحدت کی گونج پیدا کر دینے کے لئے ہر طرح کی تبلیغی جدوجہد عمل میں لائی جاتی ہے۔ اور ہر طرف کامیابی حاصل ہو نظر آنے لگتا ہے۔

فتح مکہ
امیانی کا یہ خوش دور مکہ کی مخالفانہ انگ کو پھر بھڑکاتا ہے وہ استفادہ

بھڑک اٹھتی ہے کہ عہدِ پیمائیں سب بلائے طاق رکھ دیا جاتا ہے اور چھیڑ چھاہ شروع کر دی جاتی ہے۔ اب گوشمالی کے سونے کوئی علاج ہی نہ تھا چنانچہ اُس جلاوطنی کے صرف آٹھ سال بعد جبکہ جان کے خوف سے آپ اہل و عیال۔ اور وطن کو چھوڑ کر ایک وفاتشاہ کے ہمراہ خفیہ طور پر یثرب کا رخ کر پتے ہیں آخر وہ وقت پہنچتا ہے کہ دس ہزار جان تناروں کے جلوس میں آپ اسی مکہ کی قسمت کا آخری اور قطعی فیصلہ کرنے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ اہل مکہ اپنی عادت کے بموجب کامل استعداد کے ساتھ تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ اور کڑائی کا تمام ساز و سامان مکمل کر لیا جاتا ہے۔ لشکر اسلام مکہ پہنچتا ہے۔ اور اہل مکہ لڑائی چھیڑ دیتے ہیں۔ مجبوراً لشکر اسلام کے پائسز کو بھی تلوار سنبھالنی پڑتی ہے لیکن جب اہل مکہ اس زبردست سیلاب کی قوت کا کچھ اندازہ کر لیتے ہیں تو پھر ان کا دل بیٹھ جاتا ہے اور وہ جھنجھیا رڈا لیتے ہیں۔ اور مکہ کا آٹھ سالہ جلاوطن مجرم نہیں بلکہ فاتح ایک ایسی فاتحانہ عظمت و شوکت کے ساتھ جس کی نظیر ہی بال۔ سیریز۔ عسدر۔ اور یونین جیسے اعظم فاتحین کا ناموں میں بھی دستیاب نہیں ہو سکتی اُس کتبہ تمدن میں داخل ہوتا ہے جو مسجدِ قبل کی شکل میں جہالت کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ نیجان اہل مکہ اب یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ وہ ہیں اور قتل گاہ! لیکن اس کے برخلاف شانِ تبلیغی انہیں اذہبوا وانتم الطلقاء کا مژدہ سناقتی اور روحِ بخشی کرتی ہے! کیا تاریخ عالم اس حسنِ سلوک کی کوئی نظیر پیش کر سکتی ہے!!

رومن امپریا کی مخالفت | مکہ کی مسلسل اور مستندہ ریشہ دوانیوں کا اسطرح قلع قمع ہوئے ابھی کچھ دن بھی گزرنے نہیں پائے کہ دوسرا بار جہانِ ہر دست

خالف ایٹج پر نمودار ہوتا ہے۔ وہ کون؟ تبلیغی مدینت کا دیوتا روم؟! فرارِ رواٹے روم۔ ہرقل کے پاس جب سابق الذکر اسلامی ذہدِ آنحضرت کا نام بے تسلیغ پیش کرتا ہے تو روم کی شان میں ایک وحشی عرب کی یہ گستاخی انتہائی توہینِ تصویر کجاتی ہے اور سزا دہی کے لئے۔ غسان۔ طم۔ حدام۔ عالمہ وغیرہ باجگذا رتثلیت پرست عربی ریاستوں کے نام نہ صرف احکام جاری کئے جاتے ہیں بلکہ شہنشاہی فوجوں کو بھی تیاری کا حکم دیدیا جاتا ہے یہ کیفیت جب مدینہ میں آنحضرتؐ کو ملتی ہے تو رعب قائم کرنے کی اسی پالیسی پر دوبارہ کار بند رہنا مناسب معلوم ہوا جو ابتداً اہل مکہ کے ساتھ اختیار کی گئی تھی۔ چنانچہ آپ تیس ہزار جانِ باغیوں کے ایک ایسے لشکر کے ساتھ جس پر اسوقت کی ملطری سائنس بھی لشکر ہونے کا اطلاق نہ کر سکتی ہو آپ رومِ دیوتا پر رعب قائم کرنے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ اور سربہد سے گزر کر شام کے

مذاہب میں تبرک بیک جا پہنچتے ہیں۔ اور قرب و خواہ کی باگجاہ ازہم تبلیغی ریاستوں پر عرب و راب قایم کرنے اور اپنا سکہ بٹھا دینے کے بعد واپس تشریف لے آتے ہیں۔ اور پھر تبلیغی کارروائیوں پر توجہ مبذول فرمائی جاتی ہے۔

تبلیغ کا درخشاں دور | ان تبلیغی کارروائیوں کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں۔ بنی قیس۔ بنی ثقیف۔ بنی عامر۔ بنی سہ۔ بنی عبد القیس۔ بنی حنیفہ۔ بنی۔۔۔

بنی کنسہ۔ بنی حمیرہ۔ بنی ازد۔ بنی مزینہ۔ بنی فزارہ۔ بنی اسد۔ بنی خولان۔ بنی عامر غزیرہ۔ یہ کہ تمام جزیرہ نمائے عرب کے چھوٹے بڑے کل قبائل کیسے بعد ویکیت اطاعت اختیار کر گئے ہیں۔ ان کے ڈپوٹیشن آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں جیسے جیسے سرزمین عرب پر اقتاب وحدت کی شعائیں چمکنے لگتی ہیں۔ اور وہی عرب جو اسوقت کی مٹھوں میں سب سے زیادہ وحشی و قبیح تصور ہوتے رہے تھے ہندوب و مدینت کی ایک عظیم الشان پیدا کرتے ہیں۔

مختار الوداع اور | یہ عظیم الشان اور حیرت انگیز کامیابی اور سچ پوچھا جائے تو صرف وہی عہد علی کا نتیجہ تھی اور اس کے ادج و کمال کا حقیقی جلوہ اسوقت نظر آتا ہے جب کہ امام تمدن اس دہ سالہ عہد کے آخری ایام میں فریقہ حج کی افکار

کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے جاتے ہیں۔ حج تہوار عطا کی اسلامی شکل ہے۔ لیکن یہ اسلامی شکل اختیار کرنے سے پیشتر اس میں شریک ہونے والے انسان مدینت کے نام سے ایسے ہی ناواقف تھے جیسے کوئی انوار فشین سے نابلد ہوتا ہے۔ وحشت اور جہالت ان کی گھٹی تھی۔ خون آشامی۔ اور براہ کشتی ان کا شمار تھا۔ اور نفاق ان کا اور ہونا چھوٹا۔ مگر اس حج محمدی کے موقع پر ان کی ایسی کامیابی ہو جاتی ہے کہ عقل کچھ کام نہیں کرتی۔ اس حج میں شریک رہنے والے کل نفوس جن کی تعداد نہایت تحقیق کے بعد ایک لاکھ سے زائد تسلیم کی گئی ہے مدینت کی ایک مکمل کل پیش کرتے ہیں۔ اخوت انکا ترانہ ہوتی ہے۔ مساوات کو وہ اپنا چتر سمجھتے ہیں۔ اتحاد میں انہیں زندگی نظر آتی ہے۔ سب کے سب ایک ہی رنگ۔ ایک ہی جذبہ ایک ہی خیال میں ڈوبے۔ محور وحدت مجسم بنے ہوئے اس یادگار خطبہ کو سماعت کرتے ہیں جو امام تمدن نے اس موقع پر کہا تھا۔ اور اسطرح الیوم الکملت لکم دینکم کا حقیقی طعم حاصل کرتے ہیں۔

وفات | اس حج سے واپسی کے دو ماہ بعد دفعۃً در و سر اور بخار آپ کو لاحق ہوتا ہے اور روز بروز مرض کی شدت بڑھتی ہی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نماز کیلئے مسجد میں

آنے کی بھی طاقت نہیں رہتی۔ اور حضرت ابو بکر کو امامت کا حکم دیا جاتا ہے۔ غرض تقریباً دہائیہ ماہ منزل کی کامل شدت برداشت کرنے کے بعد یہ امام تھیں اس حیات جاوید میں قدم رکھتا ہے جس کا پتہ اس نے بنی نوع انسان کو بتایا ہے۔ مافوق فطرت کے بموجب اگرچہ آپ اس دنیوی فضا کا جام نوش کرتے ہیں لیکن حیات جاوید کی آپ نے جو تئیں فرمائی ہے وہ اس وقت بھی قرآن کی شکل میں انسانی رہبری کسے لئے موجود ہے۔ جس چشم بصیرت اور نظر محارت دیکار ہے۔ اور پھر حیات جاوید اس کا ثمرہ۔

خلاصہ حیات

دنیا میں آپ تیس سو سال رہے۔ ایام طوالت تبدیل پذیر سرپرستی اور محبت اور محبت میں گزرے۔ شباب کا ابتدائی زمانہ مسرت اور شہادت میں بسر ہوتا ہے لیکن اس کے بعد خلیفہ نبوی مسمول بسین۔ بلند خیال اور عالی خاندان خاتون کے ساتھ ازدواج آپ کی تمام کھفت کو دور کر دیتا ہے۔ خدیجہ نبوی ممتاز خاتون کا آپ کو اپنی زوجیت کے لئے انتخاب کرنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپ اپنے کیر کڑے لحاظ سے ضرور سوسائٹی میں وقت کی نگاہوں سے نیکیے جاتے ہوں گے اور پھر حجر اسود کی تعظیم اس کی مزید تائید کرتی ہے۔ باقتدار دیوی تموں۔ اعتبار عزت اور اقتدار کے علاوہ اولاد سے بھی آپ محروم نہ تھے۔ غرض یہ کہ سوسائٹی میں اس وقت بہت کم لوگ ایسے ہو گئے جو آپ کی طرح خوش نصیب ہوں۔

لیکن ادھر آپ نے تبلیغ آغاز کی اور ادھر یہ خوش نصیبی مصائب سے تبدیل ہو گئی اور اس جرم تبلیغ میں جو مصائب آپ نے برداشت کئے ان کا اندازہ سابق الذکر واقعات سے کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح بعض مبیع سازوں کا بیان ہے۔ اگر اقتدار پسند مذہب ہی نے آپ کو اسلام سازی پر ابھارا تھا تو یہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ اقتدار حاصل کو اپنے ہاتھوں پر باد کر دینا اور کال تیرہ سال تک اسکو دوبارہ حاصل کر لینے کا اختیار ہوتے باوجود اپنی بیٹ سے باز آنا عقل مند کی کاوشیہ نہیں ہے۔ رہا جنون پھر ماسبہ کا کارنامہ دکنے کی چوٹ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر اسی کا نام جنون ہے تو دنیا کے تمام مشاہیر بھی اسی جنون میں مبتلا رہے ہو گئے اور جنون عظمت و ناموری کا ایک خاصہ ہونا چاہئے۔ بغرض محال اگر اقتدار پسند جذبہ ہی نے آپ کو اسلام سازی پر ابھارا تھا تو بھی آپ کی زندگی کے اس دور میں جبکہ آپ حقیقت مقتدرہ حالت پر پہنچ جاتے ہیں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جو اس دعوے کی تائید کر سکے جزیرہ نمائے عرب اگرچہ اس سرے سے اس سرے تک آپ کے وہ قدرت میں ہوتا ہے۔ اور آپ اسکی قسمت کے مالک ہو جاتے ہیں لیکن اسکے باوجود مدینہ میں اخوت مساوات کا سماں بندھا رہتا ہے۔ فرمان روا اور ایک جاہل بدوی میں فرق واتب کو ظاہر کرنے والا کوئی امتیازی نشان نظر نہیں آتا۔ ہر طرح

لیکن تھا کہ قیصر و کسریٰ کے مانند شاہانہ ٹھاٹ لگا دئے جائیں لیکن قصر محمدی کیا ہوتا ہے۔ گھاس پھوس اور کچی دیواروں کا جھونپڑا۔ اور جھونپڑے کا فرش چٹائی یا کتل۔ گھر میں کئی کئی دن آگ نہیں جلتی اور چولہا نہیں ملکتا۔ کپڑوں پر پیوند پڑے ہوئے ہیں پیٹ پر پتھر بندھا ہوا ہے۔ غیسہ اقدار پسندی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثابت ہو سکتا ہے کہ حاصل شدہ اقدار کو سو روٹی حالت میں چھوڑ جانے کا کبھی نہ تو خیال کیا گیا اور نہ کوئی علمی کارروائی عمل میں آئی۔

آپ پر شہوت پرستی کا بھی ایک نہایت زبردست الزام عائد کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تبلیغی زندگی میں آپ کے ازواج مطہرات کا دائرہ کس قدر وسیع تھا۔ لیکن اگر اس دائرہ پر بھی انصافانہ تنقیدی نظر ڈالی جائے تو خود یہ واضح ہو سکتا ہے کہ سن رسیدہ بیوہ عورتوں کی قیسا آپ کا ازواج کسی شہوت پرست جذبہ پر مبنی نہیں تھا بلکہ درحقیقت وہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے کہ حقوق نسوان کی تعلیم و تلقین اس طرز عمل کے بغیر ناممکن تھی۔ اور یہ ایک ظاہری امر ہے کہ محقوق نسوان بھی دینیت کا ایک اہم جزو ہیں۔

اثر تبلیغ | غرض جہاں تک آپ کی تبلیغی زندگی پر نظر ڈالی جائے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنی تبلیغ کا ایک مجسم نمونہ تھے۔ کھانا۔ پینا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ سونا جاگنا۔ اور رہنا سہنا جو کام ہوتا تھا وہ تبلیغ کا ایک جزو ہو کر رہتا تھا۔ آجکل کی ہندوستانی ریفارمری دنیا لیدری کی طرح آپ کی رہبری اور رہنمائی زبانی صبح و صبح یا اخباری شکل کی نہ تھی اور ہماری طرح لم یقولون بما لا تفعلوں پر آپ کی تبلیغ کا دار و مدار نہ تھا بلکہ ہر ایک چیز عملی شکل میں نکلتی گئی اور اس طرح آپ نے اپنے حلقہ بگوشوں میں ایک ایسی عملی روح پھونک دی کہ جسکی نظیر کسی ریفارمر کے پیروہر گرو پیش نہیں کر سکتے۔

پہنچنے آپ کی وفات کے بعد جب وقت اندرونی ارتداد اور بیرونی مخالفت کا ایک زبردست طوفان برپا ہوا ہے اور اسلام کی بنیاد کو متزلزل کر دینے کی اُن تھک کوشش کی جاتی ہے تو یہی عملی حیلہ کار اثر تھا جس نے آپ کے حقیقی خوشہ چینوں کو گٹھس سے رس ہونے بھی نہ دیا۔ ہندو طالب علموں کو راج کی طرح جن کا نام نشہ گاندھی جی کی قید کے ساتھ ہی کا فور ہو جاتا ہے۔ اُن رہبروں کی حقیقت کا دلولہ کچے دھنسا کے کی طرح نہ تھا جس کو آنحضرتؐ کی وفات تازہ کر دیتی۔

اسی شایان تبلیغی کے ساتھ جس کو امام ترمذی نے اپنا شعار بنا رکھا تھا یہ وفات شہار

بڑھتے ہیں۔ اور پوری طرح حق تبلیغ ادا کرتے ہیں۔ یہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آٹا خانہ میں اسپارٹک تلیشی فضائیں توحید کی بریلی صدائیں سنائی دی جاتی ہیں۔ باب مسیحیت سے گزر کر اباصوفیہ کے مضامین وحدت کا ترانہ گایا جاتا ہے اور دیانائی دیواروں تک اس کی گونج جا پہنچتی ہے۔ مصر۔ تونس۔ مراکو۔ الجبریل پڑے وحدت کا رنگ پھر جاتا ہے۔ اور پھر جبل الطارق سے اندلس اور اندلس سے سرحد فرانس تک توحید کا علم لہرنے لگتا ہے۔ اور اسی ایرانی استعداد اور مجموعی آتش اسلامی مساوات اور نور کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور پھر پوری نورافغانستان۔ اور وسط ایشیا سے ہندوستان میں اس کما ہی تک پھیل جاتا ہے۔ جزیرہ نمائے علیا اور چین بھول بھلیاں میں بھی اسی کی شہا میں اپنا اثر دکھانے لگتی ہیں۔

اسلام اور موجودہ
دینیت کا مقابلہ

بہر حال جب تک مسلمانوں نے حقیقی طور پر یہ حقیقت کی پیروی کو اپنا شعار بنائے رکھا، ان کا بول بالا رہا۔ وہ دنیا پر چھائے سجھے اب اگر مسلمان سوجودہ تہذیب و دینیت میں ذلت و حقارت کی نظروں سے دیکھے جاتے

ہیں تو یہ خود ہمارا قصور ہے۔ ورنہ نفس اسلام دینیت کی وہ آخری مکمل ترین شکل ہے جس سے بہتر کوئی دوسری شکل آج تیرہ سو سال کا عرصہ گزر چکا لیکن حیرت و جود میں نہ آئی۔ سیاسی۔ اخلاقی۔ سماجی اور معاشرتی غرض جس عمرانی حیثیت سے اٹھو جانچا جائے وہ پکارا مٹتا ہے کہیں مکمل اور مجسم دینیت ہوں۔

مثال کے لئے ہم صرف ایک ثبوت پر اکتفا کرتے ہیں۔ آج جس مغربی دینیت کا طوطی بول رہا ہے اس کا فلسفہ حیات 'قوم' یا 'ملن' میں نمایاں کیا جاتا ہے لیکن حیات کا یہ فلسفہ خود حیات کا جس قدر منافی اور فنا کا جیسا کچھ عکس انداز بنا ہوا ہے اب اس کی حقیقت سے خود مغربی دینیت کے علم برآ تصور ہے جس چنانچہ اب اس پر بہت کچھ غم و غوض کیا جا رہا ہے۔ معلوم نہیں دانشمند ان رنگ اب کس کس کوٹ پہلو بدلنے پر متوجہ ہونگے۔

لیکن جب تک فکر 'قومیت' کا رواج اور 'وطنی' دینار کی پرستش جاری رہے گی گیتی نہیں سلجھ سکتی۔ غرض کہ اسی قومی یا وطنی دینیت کے اصولوں پر ولیمز۔ اسٹونج۔ آئرلش۔ ہندی۔ سوڈانی۔ افریقی۔ برمی۔ عرب غرض یہ کہ وہ تمام گوناگون اقوام جن سے اس وقت برٹش امپائر کا شیرازہ مرکب ہے علمدہ ہو جائیں۔ اور ان کے مابین کسی طرح کا رابطہ قیادت بھی باقی نہ رہے۔ ایسی حالت میں بڑی بڑی قوموں کے مقابل چھوٹی چھوٹی قوموں کی حیات و بقا کی ضمانت نہ کہ ابد گمراہی کا۔ نہاد سے نکلا۔ طرے سے نہاد۔ اور اطالیا دینت کا انضمام اور طرح کے

بین الاقوامی قوانین اور مجلس اقوام جیسے تضحیلات جو ایسے متعلق نظر آئے۔ نہ لگتے ہیں۔ اور بساط
نہایت پائے ہے۔

پیش اپنا کر کی یہ بنیت غیر متعقل میں پیش آئے گی اور ہماری آئینہ نسین اس کا مشاہدہ
کر سکیں گی۔ لیکن خود اس وقت ہماری روبرو ایسی چیزیں ہیں جن کی ایک ایسی زندہ مثال ہو جو ہے
جو اسلامی مذہب کے 'فہم و حیات' اور قومی مذہب کے 'فلسفہ و فنا' کو کہا جاتا ہے جن نشین کر سکتی ہے۔
سلطنت آل عثمان جب تک اسلامی مذہب کے اصولوں پر قائم رہی وہ ترکی۔ عربی۔
بھارتی۔ شامی۔ کردی۔ طرابلسی۔ البانی۔ ارمنی۔ انگریزی غرض مبسوط مختلف الادب تو موافق
یکسانی اور زندگی کا محور تھی۔ 'حیات' کا تاج اس کے سر پر رہا اور 'فنا' کی دیوی اس کے قدموں پر
اپنی جان تنہا کرتی رہی۔ لیکن آج قومی مذہب کے کتب میں وہ انگور کی قومی حکومت بنی ہوئی
نہایت اچھے مشق ہو چکی ہے 'موت' کی کالی گھڑا اس کے پیش نظر ہے اور وہ خود اپنی زندگی سے
مواہم ہے۔

(آہ) ہستی ہماری۔ اپنی فنا پر لیس ہے
یاں تک مٹے کہ آپ ہی اپنی قسم ہے (غالب)

اسلام مذہب کی مکمل ترین شکل ہونے کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا ثبوت درکار
ہو سکتے ہیں؟ اور جس مبارک ہستی نے یہ مکمل ترین شکل دنیا کے سامنے پیش کی ہو اس کو دنیا کا
عظیم الشان انسان سمجھیں۔ اس کو دہر حقیقت باور کرنے میں۔ اور اس کو امام مہدی کا
خطاب دینے میں کیا عذر پیش کیا جاسکتا ہے۔

حقیقت محمدی کا
اصلی ارادہ اور خاتمہ
لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ کونسی برقی قوت تھی جس نے عربستان
میں مرکز توحش و جہالت کے ایک اُمتی فرد کو تہذیب و تمدن کا امام
بنادیا۔ اور وہ کونسی پوشیدہ طاقت تھی جس نے ایک جہلستان کے
امی کو مذہب کی ایسی مکمل ترین شکل دنیا کے روبرو پیش کرنے کے قائل کیا۔

'مقل' اپنی موجودہ بلند پروازیوں کے باوجود اب تک اس کی عقدہ کشائی سے قاصر ہے۔
اور اس کو ایک 'لائخل' قرار دیتی ہے۔ بے شک عقلی جمل بھلیاں میں یہ ایک 'لائخل' راز ہے
مگر وہ جذبہ صاف و جواشانات کی رنگینوں میں 'وعدت' کا جلوہ دیکھ سکتا ہو۔ وہ جذبہ جو 'توحید' کے
غمن سے مست ہو۔ وہ جذبہ جس کی صدا 'لا الہ الا اللہ' ہو۔ وہ اس راہ کو نبوت و رسالت

تاج علیہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم

۸۳

تذکرہ مخبری

بجھتا ہے یہ اس کا عقیدہ ہے۔ یہی اس کا ایمان ہے۔ اور یہی اس کی حیات ہے۔ اور یہی بار
وہ اُنسِ خدا ان محمد الرسول اللہ کی سدا رہتا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم۔ غرض کہ شہرِ حسنیت و روضہِ حاجت نیت (حافظ)

جمالِ دولت محمود را بزمِ غیب لایاز

إِنَّ الْقَارِءَ مَلَائِكَةٌ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى أَيْمَانِ الْبَلَاءِ
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

فَضْلُ السَّلَامِ

(جامعہ عثمانیہ)



گمراہوں کو راہِ حق بتادی تو نے مشتاقوں کو آنکھ سے دکھادی تو
اللہ کی محبت ہوئی مخلوق ختم کردی توحید کی مہکادی تو نے

ہوا آنکھ تو ہوا آنکھیں موت تیری گریب ہوں تو ہوں بے ہوش تیری

سرو تو فقط سیرِ سوا تیرا گرداں ہو تو مولدِ محبت تیری
مبارک قلمِ اللہ علی شہین



صوفی نے اُن کے رنر کو جاننا کال نے اُسے نور خدا مانا ہے
ہوتا ہے ہر اک امتی احمدیہ نثار خالق کو اسی نے پہچانا ہے

قرآن میں تعریف کے جسکی خدا کیا کر سکے اس شے کی کوئی مدح و ثنا
مرغوب کیا کیون ہوں انفعال اس کے محبوب ہو خالق دو عالم کا

ہم امتی احمدیہ صیغہ شکر الہ محشر اس ذات کی ہی ہم کو دنیا
محبوب کے صدیق خدا یا ہم پر کر فضل کہ دنیا میں نہو جائیں متباہ

ابوالفیض فیض جیاد



ہزاروں

دور مکہ

برس پہلے بابل کے جیسے الحاد اور دہریت کے مرکز میں خدا کی یتیمانی کا ایک اڑنا پیدا ہوتا ہے۔ تاروں بھرے اور سورج والے آسمان کو سوچ بچار کی خدا داد عینک سے دیکھتا ہے اور "انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیف" وما انا من المشرکین" کی سچائی سے بھری ہوئی آواز بلند کیا کرتا ہے صنم کدہ آذری میں ماقہ برپا کرو تیل ہے۔ حق کا یہ پیشوا جگل پہاڑوں میں زری توحید کی ستارہ آواز نکالتا "ایک اور سراب" کی سرزمین میں آتا اور اللہ کی عبادت کے لئے ایک آسرا بنانے لگتا ہے۔ عظمت بدستارہ باپ کے ساتھ رحمت نشان بیٹا بھی شریک۔ اقرار توحید سے ان دونوں پاک جانوں نے جو روحانی سرور پایا اور دل کے سکھ کی جو غلو اور لذت دیکھی اس سے اپنی اولاد کو محروم نہ کرنا گوارا نہ کیا۔ چنانچہ دونوں مخلص بندے بیٹا اور شہداء اللہ کی پاک اور بلند درگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں "سر بنا و اجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك اسی پر بس نہیں بلکہ "سر بنا و اجعل فیہم راسولا منہم یتلو علیہم ایتنا و یعلمہم الکتاب والحکمة و ینزل علیہم"

اس نزل سے نکلی ہوئی دعا کے بعد قرن پر قرن گزرتے جاتے ہیں مونیکیوں رنگ بدلتے جاتے تھے تاکہ اس عا کا مقام عظمت و جلال اور بطحا سے عرب یا شواوی غیر ذی نفع کا قصد برحق ایک سردار قورش کے پیدائش سے پہلے یقین پونے کا مشہور میں دشمنی کے روز بنو ہجوم بنائے حضرت محمد آصلع ابن عبد اللہ بن عبد المطلب اس نومولود کا اسم گرامی بچوں ہی کہ عبد المطلب کا گھر اس ولد سعید سے آباد ہوا۔ تمام مکہ نے معلوم کر لیا کہ

بالائے سرش زہر شندی

می تافت ستارہ بلندی

بنی سعد یا ہوازن کے قبیلہ کے نصیب جاگتے ہیں دشمنی خواہی کا نوازا یہ ختم کرنے کے لئے

آنحضرت اسی قبیلہ کی ایک خاتون، حلیمہ کے سپرد رکھے جاتے ہیں۔ اس سے پہلے پیدائش کے تین دن بعد ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ ثویبہ سے دودھ پینے کے پہلے خود آنحضرت کی والدہ نے دودھ پلایا تھا۔ دو برس بعد حلیمہ آپ کو گھر لے آئیں چونکہ مکہ میں وہ باقی اس لئے پھر واپس لے گئیں۔ چار برس بعد حضور صلعم اپنے گھر واپس تشریف لائے۔ اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے ساتھ مدینہ کو تشریف فرما ہو گئے۔ آمنہ نکاحی تھیں کہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت ہو جائے۔ واپسی میں ابی ایمن آنحضرت صلعم کو والدہ سے ہمیشہ کئے لئے جدا ہو جاتی ہے۔ ام ایمن آپ کی دایہ آپ کو لیکر مکہ میں آئیں۔ یہاں واد اکھیل ہوتے ہیں دو برس بعد ان کو بھی موت آ جاتی ہے۔ بہتر گزشتہ انہوں نے عزیز پوتے کو اپنے ایک دوسرے بیٹے ابوطالب کے حوالہ کیا کہ خبر گیری کریں۔ ابوطالب تاجر تھے اور اکثر شام کے مسافر۔ ایک مرتبہ بھتیجے کو بھی ساتھ لیا جب کہ سن شریف بارہ سال کا تھا۔

لے تماشاکارہ عالم رُوئے تو

تو کجا بہر تماشایا سیروی

بارہ سال کے بعد پھر ارادہ مبارک جانب شام مصمم ہوا۔ باعث یہ کہ حضرت خدیجہ بنت خویلہ نے اپنا سرمایہ حوالہ کیا کہ تجارت کی جائے اور نفع دیا جائے۔ اسی سفر کا نتیجہ تھا کہ حضرت خدیجہ سے شادی ہو گئی جبکہ ان کی عمر چالیس برس کی اور حضور صلعم کی عمر عالی چھپس برس کی تھی حضرت خدیجہ اس سے پہلے دوسرے بیوہ ہو چکی تھیں۔ اولاد بھی تھی۔ شادی کا خطبہ ابوطالب نے پڑھا تھا۔ بیس اونٹ اور بقولے پانسو طمانی درہم کا مہر قرار پایا تھا۔ قریش کے تمام سردار اس موقع پر جمع تھے۔ حضرت خدیجہ کو دہ لقمند تو تھیں مگر بڑی نیک اور پاکیزہ اخلاق والی ہی تھیں۔ تھارہ کہلاتی تھیں۔ یوں بھی آپ تجارت کے لئے سفر فرماتے رہتے۔ بحرین تک سفر فرمایا ہے۔ انہی دنوں میں غبار کی جنگ برپا ہوئی۔ یا قریش اور قیس کے قبیلے گٹ گٹے۔ بڑے محرم کارن تھا۔ چونکہ جنگ نامہیں کا معاملہ تھا اس لئے قریش کے عام خاندانوں نے الگ الگ ٹکڑیاں روانہ کی تھیں۔ ہاشموں میں وہ بھی شریک تھا جو آئندہ دنیا کا سب سے بڑا سپہ سالار ہونے کو تھا لیکن سرزمین کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ یاد رہے کہ قریش حق پر تھے اور انجام ان ہی کی فتح پر ہوا۔ جب اس جنگ سے فوجیں گھروں کو واپس آئیں تو دیکھا کہ سسل جنگوں نے ناس کر دیا ہے بعض نیک دل افراد نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ زبیر ابن عبدالمطلب پیش رہتے۔ چنانچہ بعض

خاندانوں نے قسم کھائی کہ ہر شخص دُکھے کی جینہ داری کرے گا۔ اس میں وہ بھی ساقھی تھا جسکو سب بڑا صلح پسند بنا خدا نے مقرر کر دیا تھا۔

پنستیسویں سالگرہ ہوئی تو قریش نے کعبہ کی مدت کی جو ڈوٹھا گیا تھا۔ جب حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کرنے کی نوبت آئی تو ایک جھگڑا برپا ہو گیا۔ قریب تھا کہ اس موقع پر ہر شخص اس سعادت کا آرزو مند تھا۔ آخر یہ تصفیہ ہوا کہ دوسرے دن سویرے جو شخص وہاں سب سے پہلے آئے وہی اس برکت سے سعادت حاصل کرے۔ صبح ہوئی اور جو فرد وہاں تھا وہ ہمارا آقا عیسیٰ الصلوٰۃ والسلام کثیر الکثیر! آپ نے جو فیصلہ کیا وہ حدیم الثمال ہے وہ یہ کہ آپ نے چادر بچھا دی۔ حجر اسود کو اُس پر رکھ دیا اور فرمایا کہ ہنر بیلے سے ایک ایک شخص چادر کو اٹھائے اور چادر تنصیب تک لائے۔ اسی طرح ہوا آخر میں آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اس کو اُس کے مقام پر نصب کیا۔ مسادات کا کنواں اور زمونہ اور جمہوریت کا کیسا اٹکا طریقہ برتا گیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ اس قسم کے باتوں کو آپ کے زمانے سے ہی دیکھنا آیا تھا۔ جب آپ بھی ریاضت کے ہی زمانہ میں تھے تو عادت عالی تھی کہ حلیمہ کے ایک طرف سے روز بچتے دوسری طرف سے اپنے دودھ پینا اور بہنوں کو قاندرہ اٹھانے کا موقع عنایت فرماتے۔ عین جوانی کا واقعہ ہے کہ کسی شخص نے کسی روٹا کے بعد آپ کو کہیں ٹھہرے رہنے کو کہا اور خود کہیں چلا گیا۔ گو واپس آنے کا وعدہ کر گیا تھا لیکن وعدہ یاد نہ رہا۔ تین دن کے بعد وہاں سے گزرا تو دیکھتا یہ ہے کہ آپ وہیں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ حضرت خدیجہ کے الفاظ میں۔ صلہ رحم۔ کعبہ کی خبر گیری۔ دھندا۔ مہمانی کا رخیہ میں ہاتھ بٹانا۔ میتوں کی کمک۔ سچائی۔ امانت۔ دستگیری۔ نیکی۔ خوش خلقی۔ غرض تمام نیک باتوں کے آپ مجسم نمونہ تھے۔ امانت اور دیانت ہی تھی کہ حضرت خدیجہ نے اپنا سہرا یہ جو اٹکایا تھا اور آخر کار شادی کی آرزو مند ہو گئیں۔ اس کے علاوہ مراسم شرک سے دامن چھارک کسی طرح آلودہ نہ ہوا بلکہ فناء گوئی کی بزم میں تک شرکت نہ ہوئی۔

اچھبنا ہو جاتا ہے جب دیکھا جاتا ہے کہ ایک فرد جو پیدائش سے پہلے ہی یتیم۔ چھر جس کے پروان چڑھنے کے عین زمانہ میں ماں بھی دنیا کی زندگی ختم کر چکے۔ دادا بھی اسی کے بک بھگ دنیا میں نہ رہے۔ جس کا بچپن بکریاں چراتے گزرے اور بغیر کسی فلسفی کسی منطقی کسی عالم کسی حکیم کی صحبت سے فیض اٹھانے کے اور بغیر کسی مطالعہ کتب کے۔ یہ تو یہ لکھنا پڑھنا تک نہ جانے شخص اتنی کہلانے کے باوجود اپنی رفتار۔ گفتار اور کردار کے ایسے قابل رشک نمونے بتا رہے کہ جاہل

اور وحشی قوم سے تک "ایں" کا خطاب لے لیتا ہے قہج اور حیرت اور زیادہ ہوتی ہے جب نظر آتا ہے کہ اس زمانہ میں وہاں کوئی ایسا نمونہ بھی نہ تھا کہ جس کی تقلید کیجاتی۔ غرض کیا یہ اس امر کا کافی ثبوت نہیں کہ جو شخص دنیا میں بڑا آدمی بنتا ہے اس کی ہر بات میں خواہ وہ کسی زمانہ میں کیوں نہ ہو۔ خواہ بڑا زلفعلی۔ خواہ بڑا زمانہ جوانی۔ خواہ بڑا زمانہ پیری ایک شان ہوتی ہے کہ خدا کی دین کا ثبوت ہوتی ہے۔ آپ اپنے اہل خانہ دیکھتے ہیں کہ روحوایت کا ٹوٹا پڑا ہول ہے۔ فضاہیت کا بازار گرم ہے۔ شفاہ و بساوت کا شہر آباد ہے۔ شرارت اور محبت کی ہستی سوتی ہے۔ خودی کا راج ہے۔ برکت اور رحمت کا تحط ہے۔ دل کی پاکی اور باطن کی صفائی بلا سنی الفاظ رہ گئے ہیں۔ انسانیت اور تہذیب ڈھونڈے نہیں ملتی پاکیزہ اخلاق روپوش ہو گئے ہیں اور شایستہ عادتیں غیب۔ غرض کیا مذہب کیا اخلاق۔ کیا تمدن سب برباد ہیں مختصر یہ کہ ظہر الفساد فی البر والبحر کی حالت ہے۔ یہ کیفیت آپ کو متاثر کر دیتی ہے۔ فکر آپ کی ہمیشہ کی رفیق ہو جاتی ہے اور غور ہر وقت کا ساتھی۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ سماج سے بیحد ہوتا جاتا ہے۔ تنہائی میں مل لگتا ہے۔ آخر کو ہر آپ کو پسند آیا۔ وہاں سے چار سو جو نظر ڈالیں تو گناہوں سے کہلے کہلے بادلوں میں نہ صرف اپنے گھر کو ہی پایا بلکہ تاحد بصیر ہی نقشہ دیکھا۔ اب پر وہ اٹھتا جا تا ہے اور آخر کار برکت والے اور بلندی والے اللہ کے عزت والے اور جلال والے دربار سے راہ فانی عالم کا ان مول خلعت عطا ہوتا ہے۔ اب وہ انسان عظیم۔ بعد از خدا بزرگ۔ از ہر تاریکی کو نور سے بدل دینے کے لئے کمر بستہ ہوتا ہے۔ پہاڑ سے اتر کر آبادی میں آتا۔ اور حضرت عیسیٰ اللہ ابیہم علیہ الصلوٰۃ اور ان کے عزت پناہ بیٹے حضرت اسماعیل کی دعا کے قبول ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

ستم با مال چو کا دور عدل و داد آتا ہے جفا جاتی ہے دنیا سے وفا کی آمد آمد ہے
 ہم کی راہ میں کہو و فساد و فتنہ و شر ہے یہاں خیر البشر خیرہ اللہ کی آمد آمد ہے
 اس جد امجد نے صرف اس سوکھی جلی زمین کا تو حسیکہ باران رحمت سے سیراب ہو جانا
 بس خیال کیا تھا لیکن اس دلہا بہت کو پسند نہ آیا کہ توحید کا سد بہار باغ صرف اسی خشک گھاٹی میں
 اہل بیت۔ وہ انکسارستان ہے خزاں کو اس خاکستاں کے چپہ چپہ پر پھیلنا پھولا اور تیرا بھلا
 دیکھتا چاہتا تھا۔ یہی باعث تھوڑا کہ خود خدا نے "رحمنا ارسلناک الا مرسحا للعالمین کی
 سندوق۔۔۔۔۔۔ زندگی زندہ اسی نور کے اتمام سے ہے۔" کیا اس در کی خاک کا
 نام ہے۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جاہل نسیم خاک در رسول کا مہرہ نکالیں نسیم

اب تمام عالم کو نوید امن ستانے کا سراپا خیر و برکت کا کام شروع ہو گیا لیکن نہ تو کوئی یاد دہندہ لگا رہا اور نہ کوئی نیکو خیال و چشم۔ ایک یتیم اور اسی ہے بے زرو بے نواب جاہ و مال۔ پہلے پہلے چھپے چھپے کام شروع ہوا۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عثمانؓ وغیرہ نے بے تردد اسلام قبول کر لیا۔ تین برس ہی طرح گزرے کہ خدا کا فرمان ہوا کہ ”خاتم النبیین“ مراد اعرض عن الملشولین“ اور ”وانذر عشیرتک الاقربین“ اب کھلے خزانے ہند۔ دعوت شروع ہوئی، حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھ کر نہ ابلند کی کہ یا مسٹر قریش! توبہ میں پہلے ارشاد فرمایا کہ ”اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے چھپے ایک لشکر ہے تو سچ مانو گے کہ ہمیں ۹ ہواب ملا کر باہر لے جائیں۔“ یہ سچین سے صادق ہے تو اور اس میں ہے؟ ارشاد ہوا کہ ایمان نہ لاؤ گے تو خدا ہی رہتا ہو تم کو نہ۔ میں سب چلے گئے۔ چند دن بعد حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دعوت کا سامان ہو، تمام خاندان دیا گیا۔ کھانے کے بعد فرمایا کہ خدا کی طرف سے وہ شے آئی ہے کہ جو دین اور دنیا کی کھیل ہے۔ کون ہے جو اس بارگاہ میں میرا ساتھ دے گا؟ جواب میں ایک عجیب و غریب نظارہ دکھائی دیتا ہے حضرت علیؓ کہا کہ میں۔ خوب ابھی کم سن اور یہ بلند؟ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء“

اب قوم حق کی اس زالی آواز کو سن کر آگ بگولہ ہو جاتی ہے۔ قرآن سننے تو کہتے ”ان هذا الاصلح الاولین“ وقالوا یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون۔ انما مغتر بل قالوا اضغات احکام بل اختر بل هو مشاعر“ یعنی یہ ناب جھوٹا تھا۔ کاہن تھا۔ دیوانہ تھا۔ شاعر تھا۔ ساحر تھا۔ کسی نے نکالیا نہ نبی شروع کیں۔ کسی نے بڑھیلے مارنے شروع کئے۔ کوئی پاک جسم پر خاک ڈالنا۔ آمد و رفت کے راستہ میں کانٹے بچھاٹے جاتے۔ کچھ گھونٹا جاتا۔ قوم کا ہر فرد آپ کی دل آزاری اپنا قومی فرض جانتا۔ سفر ہو یا حضر اور گھر ہو یا بازار ہر جگہ آپ کی توہین کا سامان ہسپار کھا جاتا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن ثبات اور استقلال کے اس مجسم سکریں ستر ازل کا کوئی لٹکا پٹکا نہ تھا اس نے جس غایت کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرایا تھا اس کے لئے یہ سب زحمت رحمت تھی۔

چوتھا سال آیا لیکن حالت جوں کی توں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ارقم کا گھر ضیاء افزہ ہوتا ہے جیسے جیسے آپ کی تعلیم رنگ لاتی جاتی ہے۔ قوم کی عدالت اور دشمنی بھی رنگ پکرتی جاتی تھی۔ اس لئے طرح طرح کے پالچ دئے۔ مال و دولت کا۔ عز و جاہ کا۔ حکومت اور مسلمانوں کی کا

جب اس کو بھی بے اثر دیکھا تو ابوطالب پر زور ڈالا کہ آپ کو حوالہ کر دیں! انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ جب آنت آیا جا رہی ہے۔ دیکھنا۔ پامردی کے گئے نیا الفاظ ارشاد ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر سوچ میرے دل سے ہاتھ پڑا اور چاند بائیں ہاتھ پر آ رہے اور مجھ سے کہا جائے کہ یا تو اس کام سے ہاتھ اٹھا لو یا موت کے لئے تیار ہو رہو تو جب بھی میں ہونگا اور میرے اکام۔

اسی طرح پانچ سال گزر گئے۔ قوم کے غصہ کی آگ بھڑکتی ہی گئی اور سچاؤ کا کوئی چارہ نظر نہیں آیا سو اس کے کہ مسلمان گھبرا کر خیر باد کہیں حکم صادر ہوا کہ جو چاہے جش کو ہجرت کر جائے۔ یعنی یہ سن دیا کہ مسلمان پہلے مسلمان ہے پھر کی ہے۔ سب سے پہلے قافلہ میں حضرت عثمانؓ بھی معزز و محترم کے شریک تھے۔ یہ کون۔ داماد رسول اور بنت رسول۔ قوم نے وہاں بھی قاصد دوڑا سہ وہ وہاں ناکام ہوئے۔ ناپاک نام ہو لوٹے۔

اب چھٹا برس آیا حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ۔ رسول اللہؐ کے چچا مسلمان ہوئے۔ پس مسلمان پورے ہوئے۔ اور مسلمانوں کے بازو قوی ہوئے۔ اب رسول اللہ صلم نے کھلم کھلا کعبہ سامنے نماز پڑھی۔

ساتھواں سال آیا اور ساتھ ہی تکلیف کا نیا سامان بھی ساتھ لایا۔ قوم نے دیکھا کہ ان کے ایڑی چوٹی تک کے زور لگانے کے باوجود تعلیم محمدی صلم نے برگ و بار پیدا کر لئے ہیں تو اب اس نے بھی شدت اختیار کر لی اور حضور صلم کے وجود و باوجود سے دنیا کو محروم کر دینے کی ٹھانی۔ آپ حبیب ابوطالب کو سکن قرار دیتے ہیں۔ قوم حق پانی بند کر دیتی ہے۔ چونکہ نبی ہاشم اور نبی مطلب یہ پاس قرابت آپ کی پشت پناہی کرتے تھے اس لئے قوم نے ان سے ایک کر لیا۔ دو سال یوں ہی کئے مگر نہایت مصیبت سے خون جگر پینے کو تھا اور سخت دل کھانے کو۔ لیکن حق کے لئے یہ سب پسند تھا۔ دنیا نے ثابت قوی کی یہی مثال دیکھی تو کیا سنی بھی نہ ہوئی۔

دسواں برس شروع ہوا۔ خدائے سامان جمع کر دئے اور ایک ٹوٹ گیا۔ اس سے تو خلاصی ملی لیکن ابوطالبؓ نے وفات پائی بھی اس کو تین دن نہونے تھے کہ حضرت خدیجہؓ بھی دنیا سے تھک گئیں۔ ان واقعات نے آنحضرت صلم کو بہت اندوہ کیں بنا دیا لیکن صبر کا رشتہ مضبوطی سے تھامے رکھا انہی دونوں میں حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ آنحضرت صلم کے بیاہ میں آئیں۔

آپ نے زید بن حارثہ کے ساتھ طائف کا ارادہ فرمایا۔ ایک ہسینہ تک وہاں کا قیام رہا۔ لوگوں کی اسلام کی طرف ہنسند بلایا لیکن انکار اور ایذا کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ مادانوں نے پھر برس۔

پائے مبارک زخمی ہوئے۔

دنیا میں جو بھی ہادی خدا کے طرف سے آیا ہے اس کے ساتھ ہمیشہ ایک ہی وسیلہ اختیار کیا گیا ہے۔ انکار اور ایذا۔ ایذا تو خیر بڑے لوگوں کے صبر کی کسوٹی ہے۔ جن کے رتبے میں سوان کو سوا شکر ہے لیکن انکار ان کے غصہ کے دربار میں جوش پیہ اکوڑتا تھا۔ یہاں تک بعض مرتبہ وہ اپنی ہی حالت میں پکارا کرتے تھے کہ ”سرب لادن مر علی الارض من الکافرین جھڑا“ لیکن بطمانے عرب کا بنی۔ اس پر سلام اور صلوات ہمیشہ بھلائی اور بہتری ہی چاہتا رہا۔

آپ طائف سے تشریف لائے۔ اب گیا عواں برس شروع ہوا حج کے دنوں میں آپ عقیقہ پر اسلامی تعلیم کی تلقین فرما رہے تھے۔ کہ مدینہ کے چند غریبوں نے اس کو من لیا۔ بسلا دیکھ سادگی اور خوبی نے ان کے دلوں پر ایک ایسا نشتر کیا کہ تمام کدو توں کی سب آلاشیں نکل گئیں۔

باصحیح سال سراج ہوئی یعنی تمام حجابات اٹھ گئے۔ تمام منطی اور ہادی رشتے باقی نہ رہے اور اس تیوفا کا کہ ان سے اس پاشاہ سخی مطلق کے حال جہاں آرا سے آنکھیں پوچھیں۔ بیشک جہاں عقلیں اس کی ترنگ پہنچنے سے کوتاہ ہیں لیکن ہائے حافظ نے کیا اچھا کہا ہے کہ

”دسخن بشناسئے و برا خط ایجا ربت“

اب مکہ سے دور خدا کا نور اپنی روشنی پھیلاتا ہے اور مدینہ سے حج کی آواز ابشت گونجنے لگتی ہے۔ وہاں سے ایک وفد آیا اور اللہ کا سواٹی ہو کر گیا۔ دن گزرتے جاتے تھے۔ لیکن مکہ کے سخت دل سخت ہوتے جاتے تھے۔ تیرہواں سال آیا اور مدینہ منورہ سے ایک اور وفد آیا۔ ستر آدمیوں پر مشتمل۔ رات کی تاریکی میں ایک منان مقام پر پہاڑ کے درے میں اس نے بارگاہ رسالت میں بارپایا۔ مکہ کی سرزمین نے رسالت پناہ صلعم کے دل مبارک کو مدینہ منورہ پر ال کر دیا۔ یہاں معاہدہ ہوا کہ مدینہ حضور صلعم کی مخالفت کرے گا اور آخر میں شاہ ہو گا جس تمھارا ہو۔ میری جان تمھاری جان کے ساتھ۔ میری زندگی تمھارے ساتھ۔ میری موت تمھارے ساتھ۔ میں اس سے جنگ کرے گا جو تم سے جنگ کرے اور اس سے صلح کرے گا جو تم سے صلح کرے۔ پس اب مدینہ منورہ مرکز اسلام بن گیا۔ آپ نے عام اجازت صادر فرمادی کہ سب مسلمان مکہ نہ چھوڑ دیں۔

قوم اس سرگزشت کو دیکھ رہی تھی لیکن دل بھی جو اس کے توں تھے اب دیکھا کہ اس کا ایک ٹھکانا لگ گیا ہے تو مشورہ کر کے سوچا کہ رسول اللہ صلعم کی جان نہ لی جائے اس ڈر سے کہ نبی عبد مناف بگڑ جائے قرار دیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص حضور صلعم پر حملہ کرے۔ عبد مناف والوں کو جرأت نہو گی کہ سب سے

بفرجائیں۔ ویت مانگیں گے تو ادا کریں گے۔ یہ دو ٹکدہ پرانے لیکن دشمن چہ کنہ چہ ہرمان شدہ حضور صلعم اپنے بستر مبارک پر حضرت علیؑ کو لٹا دیئے اور خود باہر تشریف لیجاتے ہیں۔ اب حکم ہوا کہ نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیں۔

صند یوں کا آبائی وطن چھوٹ گیا۔ گھر بار چھوٹ گیا۔ کعب چھوٹ گیا۔ لیکن کوئی پروا نہیں۔ اگر خدا کے راستہ میں تلخ گھونٹوں کو پینا ہی ہے تو ”اھلاً وسہلاً مر جا“

مکہ سے نکلنے کے بعد تین دن تک ایک غار رشک فردوس منتقل ہے۔ یہاں بھی بد باطن آنکھیں ہیں۔ خدا خود نگہبانی کرتا ہے۔ جب یہاں سے کوچ ہوا تو اعلان ہوا کہ جو رسولؐ کا سر لائے سزاؤ کا انعام پائے۔ حضور صلعم کا تعاقب کیا گیا لیکن خود تعاقب کرنے والا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ آخر کار مدینہ منورہ کے در و دیوار سے یہ صدا آنے لگتی ہے کہ۔

طالع البدر علینا من شتات الوداع
مبارک منزلی کا خازن راما چہ پیرا شد
وامان نگہ تنگ گل حسن تو بیبا
گل چہیں سبیا تو زوا ماں گلہ دارو
واخوذ عونا ان الحمد لله رب العالمین



ہے خیر بشر۔ اور پیہ بھی ہر
ہے خاتم انبیاء بھی بزرگ
صدیک کہ جس نبیؐ کی میت ہم
محبوب خلیفہ اشافع محشر بھی ہے
ابو الفیض قیاض حیدر

آنحضرت کا سلوک بچوں کے ساتھ

رُوءے زمین کے جملہ ادیان میں یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُس کے پیغمبر کی زندگی ہر ایک واقعہ بہ سند صحیح اب تک موجود ہے اس لئے ہم آپ کی معاشرت کے ہر ایک واقعہ کو نہایت صحت کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں بخلاف دیگر مذاہب کے پیغمبروں کے صحیح حالات معلوم نہیں ہو سکتے اور نہ ان واقعات پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ غرض کہ آنحضرت معلوم کا ایک بہترین معجزہ ہے۔

مگر یہ ناممکن ہے کہ ایک مختصر مضمون میں آپ کی زندگی کے کل واقعات واضح طور پر لکھے جائیں کیونکہ اس کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔

میرا ایک اور مضمون (رسالت مآب کا سلوک عورتوں کے ساتھ) عنوان سے شائع ہو چکا ہے اب اس مضمون میں آپ کی مبارک زندگی کے اُن حالات پر کچھ لکھنا چاہتی ہوں جو بچوں کے لئے خاص مخصوص ہیں۔

آنحضرت معلوم بچوں پر نہایت جہاں تھے اُن پر شفقت اور مرحمت فرماتے اُن کے ناز اٹھاتے اُن سے خوش طبعی فرماتے۔ حضرت ابراہیم آپ کے صاحبزادے مدینہ سے چار میل پر پرورش پاتے تھے آپ وہاں تک پیادہ جاتے بچے کو بوسہ دیتے ان کو گودیں لیتے۔ اور جب ان کا وصال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ اسی دن چاند گہن ہوا لوگوں نے کہا ابراہیم کی موت کے باعث ہوا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کسی کے مرنے سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

امام حسنؑ۔ امام حسینؑ اور امامہ کو آپ بید محبت اور پیار کرتے انہیں کندھے پر سوار کر کے لے جاتے گودیں لیتے بوسہ دیتے۔ آپ سجدہ میں ہوتے اور حسینؑ آکر آپ کے دوش مبارک پر بیٹھ جاتے تو آپ سجدہ اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک وہ نیچے نہ اتر جاتے۔ آپ خطبہ دیتے رہتے اور حسینؑ آتے تو آپ انہیں اٹھاتے۔ آپ ارشاد فرماتے تھے حسنؑ اور حسینؑ میرے گلہ ستے ہیں۔ اور یہی ارشاد فرماتے حسینؑ کی محبت گویا میری محبت ہے جس نے ان کو تکلیف دیا وہ مجھے تکلیف دیا۔

حضرت مولیٰ بن مہاجرہ ۹۴ تاج جلد ۲ منبر
 قوم کے بچوں کو بھی آپ عزیز رکھتے اور محبت دیا کرتے۔ جب انکو آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ
 بچوں کے سر اور چہرے پر دست مبارک پھیرتے اور دعا فرماتے۔

بشر بن معاذ کہتے ہیں مجھے میرے والد آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے آپ نے میرے منہ پر دست
 پھیرا اور دعا فرمائی۔

محمد بن انس کہتے ہیں آنحضرتؐ جس وقت مدینہ منورہ کو تشریف لائے میں سوقت و درہفت کے
 تھا میرے والد مجھے آپ کی خدمت میں حاضر کئے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

بشر بن معاذ کہتے ہیں میرے والد جنگ احد میں شہید ہوئے اور میں روتے ہوئے
 آپ کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا روتا کیوں ہے کہا تو خوش نہیں کہ میں تیرا باپ ہوں اور عائشہؓ
 ماں ہے۔ اور میرے سر پر ہاتھ پھیرے۔

سائب بن زید کہتے ہیں ایک روز میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا آنحضرتؐ تشریف لیا
 تھے مجھے پوچھے تو کون ہے؟ میں عرض کیا سائب ہوں زید کا فرزند۔ آنحضرتؐ میرے سر پر ہاتھ
 پھیرے اور فرمائے بارک اللہ۔

آنحضرتؐ صلعم اپنے دوستوں کے بچوں کی طرح اپنے خدمت گاروں کے بچوں پر بھی عنایت
 فرمایا کرتے اور ان کے ہنسی اور خوش طبعی کیا کرتے۔ چنانچہ انسؓ کہتے ہیں میرا ایک چھوٹا لڑکا تھا۔
 جو ”لال“ پالتا تھا وہ لال مر گیا۔ جب آنحضرتؐ صلعم اس کو دیکھتے تو فرماتے یا ابا عمیر صاف لال النیر
 بنے لے عیر لال کیا کیا۔

محمود بن الربیع پایہ برس کا تھا ہنسی کیلئے اس کے منہ پر پانی سے ٹکلی فرماتے۔
 بچوں پر آپ کی شفقت اور مہربانی اس قدر تھی کہ آپ کبھی انکو جھڑکتے نہ مارتے اور نہ غصہ کرتے
 اگر چھوٹے بچے روتے تو انکی والدہ کو کہلاتے ان کو سمجھائیں۔

اور اگر آپ نماز میں ہوتے اور بچے روتے تو اس کی ماں کو تنویش نہ ہونے کیلئے تخفیف فرماتے۔
 یہ قسمی آپ کی شفقت اور محبت اور یہ تھا آپ کا سلوک کیا ہم اپنے ہی بچوں کے ساتھ
 اس قسم کا برتاؤ کرتے ہیں؟ فقط

اہلِ رضی الدین ہاشمی



جب

صانع آفریدگار کو اپنی صناعت کا ظہور کرنا منظور ہو تو سب سے پہلے اُس نے نور محمدی (صلعم) کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر تو وہ نور مثل ستون پر وہ عظمت بلند چڑھا اور اُس وقت سے ہزار برس تک خداوند تعالیٰ کو سجدہ کرتا رہا اور الحمد للہ الحمد للہ کہتا رہا۔ جب اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تم کو اسی لئے پیدا کیا ہے اور تمہارا نام محمد رکھا ہے ابتداء خلقت تم ہی سے کرونگا اور تم ہی پر اعتقاد نبوت کرونگا اور تا حشر کسی کو درج نبوت نہ دوں گا۔

حق تعالیٰ نے بب خلقت کو پیدا کرنا چاہا تو اُس نور محمدی کے پر تو سے عرش و کرسی - لوح و قلم - جنت و دوزخ آسمان زمین غرضکہ تمامی کائنات کو پیدا کیا۔ اور قلم سے نام پاک محمدی اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھوایا۔ قلم اُس نام نامی کی لذت میں ہزار برس تک خدا کو سجدہ کرتا رہا اور پھر سر اٹھا کر بارگاہ ایزدی میں گزارش کی کہ اے رب دو کون ہے جو تجھ کو اس قدر پیارا ہے کہ تو نے اُس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھوایا۔ بارگاہ ایزدی سے ارشاد ہوا کہ اے قلم ادب سے کہہ ادب سے کہہ قسم اپنی عزت و بطلان کی نہ پیدا ہوتی کبھی یہ دنیا اور نہ کوئی چیز اگر میں نہ پیدا کرتا اپنے حبیب محمد مصطفیٰ (صلعم) کو اور سارا جہان اسی حبیب کے خاطر پیدا کیا ہے جب قلم نے یہ سنا دہشت سے پھٹ گیا اور بآواز بلند یہ کہا۔ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سِرُّ سَوَالِ اللہ!

الغرض جب اُس نور فیض گنج کا ظہور کرنا منظور ہو تو جبریلؑ کو حکم ہوا کہ زمین پر جا کر ایک مٹی خاک اُس جگہ سے لائیں جو زمین کا دل - بہار - اور نور ہو حضرت جبریلؑ جو جب حکم خداوندی جنت کے چند فرشتوں کے ہمراہ زمین پر اترے اور ایک مٹی خاک اُس جگہ سے لے گئے جہاں آنحضرتؐ کا مزار مقدس ہے۔ وہ مٹی تسنیم اور جنت کی نہروں کے پانی سے گوند ہی گئی جو ایک بڑا سفید موتی کے مانند چمکنے لگی پھر فرشتے اس گوند ہی مٹی کو لیکر عرش و کرسی کے ارد گرد اور

آسمان زمین دیر اور پہاڑوں میں لیکر پھرے تاکہ ہر ایک مخلوق نورِ محمدی سے واقف ہو جائے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے پتلے کو تیار کیا۔ اور فرشتوں کو حکم دیا کہ جب میں اس کو ٹھیک کر کے اپنی روح (اپنی بنائی ہوئی روح) اُس میں پھونک دوں سوقت تم سب کے سب اس کو سجدہ نہ کرنا جس وقت اللہ تعالیٰ نے روح پھونک دی تمام فرشتے فوراً سجدہ میں گر پڑے لیکن عزرائیل جو جنویس تھا اُس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایس تجھ کو کونسی چیز مانگ تھی کہ تو نے اس کو سجدہ نہیں کیا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔

اُس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں چنانچہ تو نے مجھ کو آگ سے اور آدم کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے کہا کہ دو روز نفل تجھ پر بھٹکا رہے روزِ حساب تک اُس وقت ابلیس نے کہا کہ مجھ کو طویل دے انصاف کے دن تک اللہ نے کہا کہ تو انہیں لوگوں میں سے ہے جن کو ٹھیک دی گئی ہے تب ابلیس نے کہا کہ تیری عزت و جلال کی قسم آدم کو اور اولاد آدم کو سیدھی آگ سے بھونکاؤں گا اور ان کی جڑ کو نیست و نابود کر دوں گا خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابلیس جن کو میں سیدھی راہ چلانا چاہوں ان پر تیرا کچھ زور نہ چلے گا اور قیامت کے دن تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے دوزخ کو بھر دوں گا۔

قصہ کوتاہ اللہ جل شانہ نے حضرت آدم کی بائیں سبلی سے اُنکی سچی فکرسار تہائی کی ہو ریخ و راحت کی شریک زندگی کی ساتھی حضرت حوا کو پیدا کیا اور دونوں کا نسلِ مسرت و برکت فرشتوں کی گواہی پر پڑھوایا۔ اور دونوں کو خلعتِ جنتی سرفراز کر کے اجازت دی کہ یہاں چاہیں جنت میں ہیں اور جو چاہیں کھائیں۔ لیکن ایک درخت کے پھل کھانے کی ممانعت کی۔ لیکن ابلیس جو آدم اور بنی آدم کا دشمن ہے۔ یہ نہ دیکھ سکا کہ آدم جنت میں عیش و آرام سے ہیں اور وہ روزانہ فرشتوں کے ساتھ کھاتا ہے اُس نے جنت میں جا کر ان دونوں کو حیلہ سے اُس درخت کا پھل کھنادیا۔ جس وقت اُن کے سر اوپر عیاں ہو گئے اور وہ درختوں کے پتوں سے سر پوشی کرنے لگے اُس وقت اللہ نے ان کو پکار کر کہا کہ کیا تم نے تم کو اُس رحمت کے پھل کھانے اور اُس کے پاس جاسنے سے منع نہیں کیا تھا۔ اے آدم تم نے نہ کہا تھا کہ ابلیس تمہارا قطعی دشمن ہے حضرت آدم نے اُس دم جواب دیا کہ میں نے کہا کہ اے رب مخلص الزیم ہے اگر تو ہمارے حال پر رحم نہ کرے گا تو ہم سب تباہ ہو جائیں گے لیکن دونوں پر عتاب الہی نازل ہوا اور ان سے لباسِ جنتی لے لیا گیا۔ دونوں جنت سے نکال کر زمین پر اتار دیے گئے۔ یہاں پر ایک عرصہ دراز تک دونوں میں مفاہات رہی

۱۔ ان کو ہزار ہا معصیت کا سانس کرنا پڑا۔ انہوں نے بارگاہِ صمدیت میں ہزار بار توبہ و استغفار کی لیکن وہ مقبول نہ ہوئی۔ آخر کار دھڑ دھڑ رسول مقبول (صلعم) کے وسیلے سے اپنی عفو خطا کے چوٹیاں ہوئے اور دھر غیرت حق بھی جوش میں آئی اور دم کے دم میں سب خطا میں صاف ہو گئیں۔ پھر آدمؑ و حواؑ کی بھی طاقتاں ہو گئی۔ خداوند تعالیٰ نے آدمؑ سے پوچھا کہ اے آدمؑ تو نے یہ نام کیونکر بھجانا۔ آپ نے جواب دیا کہ جب میں نے پیدا ہونے ہی آنکھ کھولی اس وقت یہ نام پاک تیرے عرش پر لکھا دکھا اُس کا مجھ کو خیال آیا اور مجھ کو یقین ہوا کہ وہ شخص جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھوایا ہے وہ ضرور تیرا ریاکار ہوگا اور تجھ کو بے زیادہ محبت بھی اُسی کی ہوگی تو خدا تعالیٰ فرمایا بے شک تو نے سچ کہا صرف اپنی ہی خطاؤں کی بخشش نہیں بلکہ اگر اپنی ساری اولاد کی خطاؤں کی بخشش بھی میرے حبیبؑ کے وسیلے سے چاہے تو بخش دوں۔

قصہ مختصر یہ کہ زمین پر آنے کے بعد آدمؑ کی اولاد خوب پھیلی۔ ہر ایک حل میں ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ ایک حل کی لڑکی دوسرے حل کے لڑکے سے بیاہی جاتی تھی لیکن حضرت شیتؑ صرف تنہا پیدا ہوئے اور وہ نور جو آدمؑ کی پیشانی پر نشنہ بدر کامل روشن تھا انہیں سیمبر کے سپرد ہوا تھا۔ حضرت شیتؑ علیہ السلام صرف اس لئے تنہا پیدا ہوئے کہ وہ نور جو آدمؑ سے منتقل ہو کر حواؑ کے سپرد ہوا تھا اس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو بلکہ کامل شیتؑ کو مل جائے۔ انرض وہ نور منور ذلت نبوت و درجہ بدرجہ ارحام طیبہ و طاہرہ میں اصلاط طیبہ و ظاہرہ سے منتقل ہوتا ہوا آدمؑ سے شیتؑ، شیتؑ سے نوحؑ، نوحؑ سے ابراہیمؑ و اسمعیلؑ۔ اور اسمعیلؑ سے حضرت علیہ السلام تک پہنچا۔

حضرت نوح علیہ السلام ایک ذی مرتبہ پیغمبر تھے جب ان کی اُمت نے نئے نئے گناہوں میں مبتلا ہونا شروع کیا اور آپ کے سمجھانے سے باز نہ آئی تو اس وقت آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ لیکن جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اب راہِ راست پر نہ آئیں گے۔ تب انہیں اُن کے حق میں بددعا کی جو قبول ہو گئی اور ان کو حکم ہوا کہ وہ ایک کشتی تیار کر لیں کہ جن میں اللہ کے بندے اور ایک جو راہِ حق کے جانوروں کا پناہ گزین ہو سکیں۔ جب کشتی تیار ہو گئی اور اللہ کے نیک بندے پناہ گزین ہو گئے۔ آسمان سے بارش اس قدر ہوئی کہ تمام چشمے ابل ٹپ سے طوفان بپا ہو گیا جس میں سب کفار غرق ہو گئے نوح علیہ السلام آدمؑ ثانی بھی کہلاتے ہیں کیونکہ تمام اولاد آدمؑ و نوحؑ چندانہ اندازہ کے طوفان نوح میں تباہ ہو چکی تھی پھر حضرت نوحؑ کی اولاد پہلی ان کے تین فرزند تھے۔ سام۔ حام۔

اور یافت۔ لیکن سب میں حضرت سام ہی کا مرتبہ بڑا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ امانت نور محمدیؐ جو آدم سے منتقل ہوتی ہوئی نوح کو ملی تھی وہ حضرت سام ہی کو عطا کی گئی تھی۔ قصہ کوتاہ وہ نور مبارک حضرت سام سے درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیمؑ کے سپرد ہوا جنہوں نے اس نور کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے سپرد کیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اسماعیل علیہ السلام کے ہر ایسی خدمت کے حکم سے کب کو بنایا ڈوالی حضرت اسماعیلؑ تپتے جاتے تھے اور ابراہیمؑ بتاتے بنے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے سَرَّ لَنَا تَعَبَلْنَا مِنْكَ اِنَّا لَانتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ اور جب عمارت تیار ہو گئی تب دونوں نے یہ دعا کی ”اے پروردگار ہمارے اس گھر کو تو ہم سے قبول کر اور ہم کو فرمانبردار بنانا اور ہماری اولاد میں ایک فرمانبردار امت بنائو اور اپنا ایک رسول ان میں بھیج تاکہ وہ تیری آیتوں کو پڑھ کر سنائے اور میرے احکام کو لگوں کو بتائے۔ اے پروردگار تو ہماری دعا قبول کر بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے اور توبتِ مبرا اور رحمت والا ہے۔“

بعد ازاں وہ نور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نوبت بنوبت منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلبؑ آیا حضرت عبدالمطلبؑ ہمارے رسول مقبولؐ سرور کائنات صلم کے بعد امجد ہیں اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ پیغمبر علیہ السلام کے والد ماجد ہیں روایت کرتے ہیں کہ جس رات حضرت عبداللہ پیدا ہوئے ان کی پیدائش سب اہل کتاب کو معلوم ہو گئی۔ کیونکہ ان کو آسمانی کتابوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ محمدیؐ کا سفید خون آلودہ بلوس جو اُن کے پاس تھا قریب ولادت پیغمبر آخر الزماں وہ بخون تازہ سرخ ہوگا اور پھر خون کی بوندیں اس میں سے ٹپکیں گی۔ چنانچہ جس شب ولادت حضرت عبداللہ واقع پذیر ہوئی اس شب کو وہ جامہ بخون تازہ سرخ ہو گیا اور کئی ایک بوندیں خون کی ٹپکیں۔ قوم یہود کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ حضرت عبداللہ کے درپے قتل ہوئے اور اُن کے والد ان کی نہایت حفاظت کرتے تھے۔

روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نہایت حسین تھے اور نور محمدیؐ اُن کی پیشانی سے ایسا چمکا تھا کہ گویا آفتاب بوقت طلوع۔ لکے کی نوجوان عورتیں آپ پر عاشق و فریفتہ تھیں اور یہ چاہتی تھیں کہ حضرت عبداللہ کو کسی طرح اپنے دم میں چاں کر دے اور مبارک حاصل کریں چنانچہ اس ضمن میں

کسی شاعر نے خوب داد دی ہے

عجب تمیز کا حسن جمال مصطفائی ہے کہ جس کے وصل کی تدبیر سیاری خدا کی ہے
سنا ہے جس بے نیسے فقط عاشق زلفناقی تھمارے روئے روشن پر خدا کی رحمت کی ہے

جب یہ خبر حضرت عبدالمطلب کو ہوئی تو انہوں نے اس خیال سے کہ مہابا حضرت عبد اللہ کی ہے
فریب میں: آجائیں ان کو شکار کے لئے صحرا میں حضرت وہب زہری کے ہمراہ روانہ کیا صحرا میں
ایک عجیب ہی واقعہ پیش آیا کہ نئے سوار یہودیوں کے سلج زہر کی بجھی ہوئی تلواریں لیکر چلے آئے
ہیں حضرت وہب نے بڑھکر پوچھا کہ کس واسطے آ رہے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے سواروں نے بے لطف
کہہ دیا کہ عبد اللہ کو قتل کرنے جا رہے ہیں وہب نے پوچھا کہ ان کا کیا گناہ ہے انہوں نے جواب دیا
کہ ان کا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن ان کی سپی سے ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جو ہمارے دین کو منسوخ
کر دے گا اور اس کا دین تمام دینوں کو مٹا دے گا۔ حضرت وہب نے کہا کہ تو لوگ بے وقوف ہو جو ان کے
قتل کا ارادہ ہے کیونکہ اگر خدا کو ان کا پیدا کرنا مقصود ہے تو وہ ضرور ہونگے اور تم ان کو کیونکر قتل کرو گے
جو خدا کو ان کا پیدا کرنا منظور نہیں تو ان کے بے فائدہ قتل سے تم کو کیا ملے گا۔ اتنے میں کیا دیکھتے
ہیں کہ ستر سوار آسمان سے اترے اور ان کو قتل کر دیا حضرت وہب خوش ہو کر حضرت عبد اللہ کے پاس
آئے اور گھر آکر سارا ماجرا حضرت عبدالمطلب کو کہہ سنا دیا اور پھر اپنی بیوی سے اس قصہ کو بیان کیا
اور کہا کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح عبد اللہ سے کرنا چاہتا ہوں۔ اور اپنے دوستوں کے ذریعہ سے خبر
حضرت عبدالمطلب تک پہنچائی حضرت عبدالمطلب بھی راضی ہو گئے اور دن تالیخ مقرر ہو کر حضرت عبد اللہ
نکاح حضرت آمنہ بنت وہب سے ہو گیا۔ انہیں ایام میں وہ نور مبارک جو اصلا ب طیبہ و طاہرہ اور
ارحام طاہرہ و طیبہ سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبد اللہ کی پیشانی پر درخشاں تھا حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ
عنها کے تفویض ہوا۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ آغاز حمل سے چھ ماہ تک کوئی آثار حمل مجھ پر عیاں نہ ہوئے۔ ایک شب
خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ لے آمنہ تو حاملہ ہوئی تیرے شکم میں سید رسل احمد مجتبیٰ
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اُس دن سے مجھے یقین ہوا کہ میں حاملہ ہوں۔ اور
ایک روایت ہے کہ حضرت آمنہ ارشاد کرتی ہیں کہ پہلی تالیخ نبع الاول کی جب ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام
مجھ کو خواب میں آکر خوشخبری دی کہ اسے بیٹی آمنہ تو حاملہ ہے اور سید البشر تیرے شکم میں جلوہ گر ہے
اور دوسرے دن شب کو حضرت شیت آئے اور مبارکباد دی تیسری شب حضرت ادیس آئے اور چوتھی

حضرت فوج اور پانچویں میں حضرت ابراہیم چہٹی ساتویں حضرت اسماعیلؑ اور آٹھویں میں حضرت ہارونؑ نویں شب حضرت داؤدؑ اور دسویں گیارہویں میں حضرت سلیمانؑ اور بارہویں میں حضرت عیسیٰؑ عظیم الشان۔ شب ہر ایک نبیؑ اس طرح اگر مبارکباد دیتے جاتے اور کہتے کہ اے آمنہؑ ختم المرسلین حبیبہ علیہ السلام۔

انفردی ایسی طرح کامل فوہ مدت محل کو گزرے اور حضرت آمنہؑ فرماتی ہیں کہ قریب وقت ولادت باسعادت ایک خوفناک آواز آئی جس سے میرا دل بل گیا اتنے میں ایک سفید مرغ ظاہر ہوا اور اپنا بازو میرے سینے پر ملنے لگا جس سے وہ خوف و خطر دور ہو گیا اور پھر وہ مرغ ایک خوبصورت جوان بن گیا اور ایک پیالہ شربت کا مجھ کو بہ ہزار اصرار پلایا میں نے خوب سیر ہو کر پیالہ جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہید سے زیادہ شیریں تھا اور پھر وہی جوان کہنے لگا۔

فَطْمَحْنَهُ لَمْ نَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ کَا لْبَدْرِ الْوُضْئِیْہِ
پس بارہویں تاریخ ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن بعد (۶۷۵۰) برس آدم علیہ السلام کے بہ ہزار جاہ و جلال حضور پر نور سرور عالمؐ فرمائی آدم رسول مکرم شفیع الامم سید دوسرا محبوب کبریا سر رب الارباب تاج الانبیاء شمس الفلک بدلتہ جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہور اجمال فرما کر اپنے جہاں جہاں آ کر اسے فرش خاک کو منور فرمایا۔

اَوْتَقَاتِبُ رُبَّ مَشْتَبَہٍ سَکَنَہِ
تَقْدِیْمُ فِرْعَوْنَ حَتْفَہِ سَکَنَہِ
اک ماہتاب حق کے طرف سے نکلتا ہے
ہاں فخر انبیاء کے سلف سے نکلتا ہے

لے چارعت ارض سما کو غیب کرو
نازل ہوا یہ نور مجسم نظر کرو

خواجہ محمد شعیب

(دارالعلوم)

تعلیم مبارکش بہ تارک آباد
سودا سیر زلف کسے میہ دایم
جاں ناظر حسن فقہار ک آباد
مارا شب معراج مبارک آباد
آجندہ حیدر آبادی



جل و علی نے آئندہ اصلاح بنی نوع انسان کی ضرورت باقی نہیں رکھی، اور یہی وہ الفاظ ہیں ہم جن کو محدود تصور کرتے ہیں اور سب سے پہلے لگتے ہیں، اور انہیں الفاظ سے تشکر و امتنان کا مفہوم ادا کرنے کا کام پتے ہیں اس جملہ کے کہنے کے بعد ہم کائنات کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ نکتہ بھی اس سے سرخ ہے وہ کامل ترین انسان جس سے ختم اصلاح کا کام لیا گیا اسی مقدس ذات کے اعتراف خدمات کا بھی اس میں پہلو نکل آیا۔

ضرورت باقی نہیں رکھی اس کا یہ مطلب ہے کہ اصلاح کی ضرورت پوری کر دی اور بنی نوع انسان کو ایک انسان کامل بننے کے لئے جس کا وہ مستحق ہے وہ ہر قسم کی تعلیم دی جس کی اس کو ضرورت ہے۔

قوت فہم یا جس کو ہم اور اک کہتے ہیں وہ ہر بنی آدم کے حصہ میں آتی ہے جس کی اصلی غایت حفظ نفس ہے جھٹل نفس پر انسان بلکہ فطرت مجبول ہے ہر انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ذرا دبا کرے دوسرے کے حقوق کا خیال رکھے۔ امن و امان سے بسر کرے اور اسطرح دنیا میں رہے جس طرح کہ ایک انسان کو رہنا چاہئے۔ انسان کو عقل دی گئی ہے کہ اسطرح زندگی گزارنے میں وہ اپنی عقل سے کام لے اور دوسروں کے مقابلہ میں انصاف برتے ظلم و تعدی سے باز رہے۔ اور جس نے اس کو پیدا کیا ہے اپنی عقل کی رہنمائی میں اس ذات کو تسلیم کرے۔ اس کو پہچانے اس کے احسانات کا معترف ہو۔ فہم کی روشنی میں اس کے جمیع صفات کا ملہ کو دیکھے اور اس کے سامنے سر نیاز جھکا دے۔ یہی عقل کا مقتضا تھا اگر اس پاک روشنی کو فطنوں اپنی تاملی سے آلودہ و امن نہ کر دیں تو یہی عقل انسانی آپ ہی آپ استدلال و براہین غور و تفکر کے مراحط طے کرنے سے بعد مہلج کمال پر پہنچ کر اس نور اذلی و ابدی کو جمیع جمیع صفات کا ملہ دیکھنے کے لئے اپنی چشم بصیرت

عقل اور صرف عقل کی رہنمائی سے انسان اُس وجود باری کو پہچان سکتا ہے جس نے اُس کو بہترین مخلوق بنایا۔ ایسے مبارک افراد اُس نور لم یزلی سے راست تعلیم پاتے ہیں اور انسان کامل بنکر دیگر افراد کو انسان کامل بنے میں مدد دیتے ہیں۔ ایسے افراد یا تو انبیاء کہلاتے ہیں یا حکماء اور اسی لئے کہا گیا کہ حکمت بھی نبوت کی قسموں میں سے ہے۔ ان مقدس ذاتوں کو کسی مسلم کی ضرورت نہیں ہوتی انکی عقل اُن کا پیہر تعلیم ہے اور وہ اسی دیشان عقل کے متعلم ہیں۔

اُس بزرگ انسان نے جس نے عرفان رب کا طریقہ بتلایا۔ جس نے مہمان نوازی کی بنیاد ڈالی۔ جو خدا کے دوست کے معزز لقب سے سرفراز ہوا اور جس نے اپنی کمزوری کا اظہار کر کے رب کو یاد کرتے ہوئے۔ اور اس کو پہچانتے ہوئے اس طرح مدد طلب کی کہ وہ ان کو بھلائی سراجی لا کون میں اٹھا لے۔ اسی روشنی عقل سے خدا کے نور کو تلاش کیا۔ اس امر کے زیادہ ثبات کرنے کی ضرورت تھی کہ ہر انسان پر اجماع ان عبودیت اور عرفان رب فرض ہے۔ اسی غرض سے انسان کو عقل دی گئی۔ لیکن عقول میں چونکہ تفاوت ہوتا ہے ہر ایک کی عقل میں اتنی قابلیت نہیں ہوتی کہ اُس سے کام لے کر رب کو پہچان سکے اور بغیر کسی ہمدی و رہنما کے نہ ان کو جان سکے۔ اس لئے باری تعالیٰ نے محض اپنے مزید فضل سے اس کام میں نبی آدم کی مدد کے لئے وہ مقدس ہستیوں بھیجیں جنہوں نے اپنی کمال عقل سے اُس واجب الوجود کو پہچان لیا جس کا پہچانا اذروئے عقل ان پر فرض تھا۔ یہیں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ نبی آدم کو جب تک وہ تمام باتیں نہ بتلا دی جائیں جن پر کار بند ہونے سے وہ انسان کامل بن سکتے ہیں وقتاً فوقتاً ایسی مقدس ذاتوں کی ضرورت ہے جو عرفان رب اور تکمیل اخلاق میں اُن کی مدد کریں اور جن کو بالحاظ اصطلاح ہم نبی یا حکیم کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ایسے مبارک اور نیک افراد دنیا کے ہر حصہ اور ہر زمانے میں پسیدہ اہوتے رہے۔ اور بالحاظ حالات و مواقع حسب ضرورت تعلیم دیتے رہے۔ قانون اخلاق اور قانون تمدن بنتے رہے۔ اور اُس کے حقیقی طور پر نافذ کرانے کیلئے مٹی الامکان کوشش میں مصروف رہے۔ لیکن آخر کار ختم عالم کے قریب جب کہ دنیا بہت تجربہ کار اور تعلیم یافتہ ہو چکی تھی ایک ایسے معلم کی ضرورت ہوئی جو اُن کی تکمیل کر دے اور وہ باریک باریک باتیں اور چھوٹے چھوٹے خرافات بھی سمجھا دے جنکی طرف اب تک بالحاظ وقت توجہ نہیں کی گئی تھی۔ اس مقدس و مبارک معلم نے نبی آدم کے اخلاق کی اصلاح کی اور انہیں نور ان کو درست کیا۔ قواعد بنائے۔ اصول قائم کئے۔ قوانین نافذ کئے جنکو

اصطلاح نے شریعت کا نام دیا۔ اس شریعت کا کام یہ تھا کہ انسان کے اخلاقِ فساد کی تارکیموں سے اس قدر روشن ہو جائیں کہ پھر مجاہد کی مزید روشنی کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اور اس قدر غاصر ہو جائیں کہ تکرارِ معائب کا شائبہ تک نہ ہو اور اس حد کمال پر پہنچ جائیں کہ پھر کمال کا کوئی زینہ آگے نہ ملے۔ اسی مقدس ذات نے اس غرض کی تکمیل کے لئے اپنے وجود کی ضرورت کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

بُعْثَ لَاهُمْ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ { میں صرف اس لئے ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو حد کمال پر پہنچا دوں۔

اس دعوے میں ہم کو کئی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

(۱) اخلاق میں سے صرف ستھنہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

(۲) اخلاقی خوبیاں ایک بڑی حد تک دنیا میں موجود ہیں۔

(۳) اخلاقی خوبیاں وقتاً فوقتاً پیدا کی جاتی رہی ہیں۔

(۴) اخلاقی خوبیاں اپنے درجہ کمال پر پہنچ سکتی ہیں۔

(۵) اخلاقی خوبیاں اپنے درجہ کمال پر ابھی نہیں پہنچیں۔

(۶) سیر المقصد ہے کہ اخلاقی خوبیاں درجہ کمال پر پہنچا دوں۔

(۷) اخلاقی خوبیوں کو اپنے ختم ہو جانا چاہئے۔

(۸) اس کام میں میری ذاتی غرض شامل نہیں ہے۔

(۹) ذاتِ باری نے مجھے اس کام پر متعین فرمایا ہے۔

(۱۰) یقین رکھو کہ اخلاقی خوبیاں اب درجہ کمال پر پہنچ جائیں گی۔

جب ہم ان تمام باتوں پر غور کرتے ہیں کہ کہا تک درست ہیں اور کہا تک پوری ہوئیں تو ہمارے لئے یہ اعتراف ناگزیر ہو جاتا ہے کہ ہاں بیشک ایسا ہی ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے۔

ایسا ہی ہوگا۔ جس کا ہم نہایت اختصار کے ساتھ جواب دیں تو یہ ہوگا۔

(۱) فی الحقیقت قابل قبول وہی اخلاق ہیں جو مستحسن ہیں اور بنی آدم میں ایسے ہی پیدا کرنے کی ضرورت تھی جس کے لئے انبیاء اور صلحانے بیڑا اٹھایا۔

(۲) تجربہ ثابت کرتا ہے کہ اخلاقی خوبیاں مفقود نہیں گو درجہ کمال پر نہیں۔

(۳) مدبرین و بزرگانِ دین اس غرض سے پیدا ہوتے رہے اور موجودہ انہیں سلسل

کو ششوں کا نتیجہ ہے۔

(۴) مکارمِ اخلاق کو تمام کرنے والی ذات تک اگر دیکھا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ

ان اخلاق کو درجہ کمال تک پہنچانے کی گنجائش ہے جس کا ثبوت مفصل طور پر آپ کو آگے ملے گا۔
(۵) جب ہم تعلیم جمیع انبیاء پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسی جامع تعلیم کا ہم کو کہیں پتہ نہیں ملتا۔
جنہی اکابران نے دی ہے، مگر یہ کہہ سکتے کہ اخلاقی خوبیاں اپنے درجہ کمال پر نہیں۔

(۶) جب آپ نے اس مقصد کو پورا کیا تو اس کی صحت پر کافی دلیل ہے۔ اس کام میں اپنی زندگی کو
ختر کر دینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع آپ کا وجود اسی مقصد سے تھا۔

(۷) اخلاق نام تکمیل تک ہیں گئے سران کمال پر آخر کبھی پہنچنا چاہئے۔ ورنہ انسان کی عظمت
ایک بڑا اعتراض لازم آئے گا جو اس کے شرف کو کھو دے گا۔ اس لئے اخلاقی خوبیوں کو کامل ہونا چاہئے۔
(۸) اگر ذاتی غرض شامل ہوتی تو اخلاق کبھی کامل نہیں ہوتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اخلاق
کامل ہو چکے جس کی ایسے زمانہ میں ضرورت تھی۔

(۹) کام کی کامیابی اور صداقت کی اس بات پر دلالت ہے کہ کسی پرشیدہ ذات کا ملحقہ
اس میں کام کر رہا تھا۔

(۱۰) آج جب ہم دیکھتے ہیں تو ہم کو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حقیقت میں کمال اخلاق کا اب
کوئی درجہ باقی نہیں رہا۔ چھوٹے سے چھوٹا اور معمولی سے معمولی خلق بھی بتلا دیا گیا اور ہر ایک امر کی
خوبی اور برائی ذہن نشین کرادی گئی جس کو ہم آئندہ بیان کرینگے۔

ذات باری کے پیش نظر بعثت انبیاء سے صرف اخلاق کو مکمل کرنے کی غرض تھی۔ اہل عالم کے
اخلاق تصور عقل کی وجہ سے بگڑتے جاتے تھے جب حفظ نفس میں جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے افراط
و تفریط سے کام لیا جانے لگا اور حد اعتدال سے تجاوز ہونے لگا تو اس کا ایک ٹھیک میاں قائم کرنے
کیلئے نبی کی ضرورت ہونے لگی جو بالجماعہ وقت و موقع و محل ان کے حفظ نفس کے سیدھے راستے پر
لے چلے۔ حفظ نفس خستہ۔ خواہش۔ ادراک کی یہی تین فطری قوتیں جو افعال انسانی کا ماخذ ہیں حفظ
نفس کی فرع کہلاتی ہیں۔ انہیں قوتوں کو دوسرے الفاظ میں دفع مضرت۔ جلب منفعت اور تعقل کا
نام دیتے ہیں۔ انسان کسی امر کی خواہش یا طلب منفعت کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے غرض صرف
حفظ نفس ہوتی ہے۔ اسی طرح جب وہ غصہ کا اظہار یا دفع مضرت کا قصد رکھتا ہے تو اس کی غایت بھی
یہی ہے کہ بقا و نفس کا کام نکلے۔ اسی طرح انسان کچھ سوچتا اور سمجھتا بھی ہے تو حفظ نفس ہی کیلئے
فرض انسان کا افضل حفظ نفس پر متمم ہوتا ہے لیکن انسان اگر ایک ہی فرد ہوتا تو حفظ نفس کیونکر نکلتا
جب کسی نے ساتھ شکمش ہی نہ پائی جاتی ہو تو کس کے مقابلہ میں طلب منفعت۔ اور کس کے مقابلہ میں

دفع ضرورت اور کس غرض سے اور اک۔ چنانچہ وہ مجبور ہے کہ اپنے اشتباہ میں رہے۔ شہر نمکینے کو کھنسنے
بنائے۔ بنائے جنس میں رہے۔ اُن سے تبادول ضروریات کرے۔ تعلق رکھے۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکروم لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا
انہی وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہریں تاکہ تم ایک
دوسرے کو شناخت کر سکو۔

ایسی صورت میں بنائے جنس کا ہر فرد حافظ نفس ہو گا جب کہ کوئی ایک چیز سب کو برسرِ یہ ہے
ظاہر ہے کہ یہاں کشمکش ہوگی کشمکش ہونے پر حفظ نفس ہوا۔ حفظ نفس چونکہ مطلق انفعان تھا اس لیے
صحیح اصول پر کاربند ہونے کے بجائے افراط و تفریط سے کام لینے لگے اور اعتدال سے باہر ہو گئے۔
اب حفظ نفس کا معیار قائم کرنے کے لئے اور اس کو ایک حد مناسب تک روکنے کے لئے ایک قانون کا
ضرورت داعی ہوئی تاکہ کسی کے بھی حفظ نفس میں خلل واقع نہ ہو اور لڑائی جھگڑے نہ ہوں۔ اُس
قانون نے بتلایا کہ حفظ نفس کی توفیق نہ اتنی دہائی جائیں کہ حفظ نفس کے لئے ناکافی ہوں اور
نہ اتنی ابھاری جائیں کہ دوسروں کے حفظ نفس میں خلل پڑے اس قانون کا بنانے والا نبی لہلہایا
اور ایسے قانون کا نام شریعت رکھا گیا۔ نبی یا مصلح کی ضرورت اس تقریر سے ہم نے بتلا دی اور
یہ ثابت کر دیا کہ نبی کا کام اخلاق کو درست کرنا۔ تہذیب و شایستگی پھیلانا ہوتا ہے۔ اور اسی ضرورت
نبی پیدا ہوتے ہیں۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے یعنی ایجاد عالم و جویں اُسی وقت آئے گی جبکہ
ضرورت اُسے بکائے۔ اور جب ضرورت اٹھ جاتی ہے تو پھر ایجاد کا بھی وجود نہیں ہوتا۔ اسلئے
یہ ہونا چاہئے کہ جب تک اخلاق کو مکمل کرتے رہنے کی ضرورت باقی ہے، دنیا پیدا ہوتے ہیں
اور جب یہ امر مسلم ہو جائے واقعات اس کی شہادت پیش کریں کہ اب اخلاق قیامت تک
کے لئے مکمل ہو چکے ہیں اور آئندہ تخیل اخلاق کی ضرورت نہیں تو پھر کسی نبی کی بھی ضرورت نہیں
اُس کے ہدایات روشن چراغ ہیں جن کو آندھی کا ڈر نہیں۔ اُس کے قائم کئے ہوئے اصول
مستحکم ہیں جو ٹوٹ نہیں سکتے۔ اُس کی کھڑکی کی ہوئی بنیادوں کو ڈھس جانے کا اندیشہ نہیں۔
ہم نے یہ بتلایا ہے کہ ختم نبوت تکمیل اخلاق پر منحصر ہے تکمیل اخلاق کے لئے حفظ نفس کا
ایک صحیح معیار قائم کر کے اُس کو افراط و تفریط سے بچانے کی ضرورت ہے۔ اذالہ و تفسیر
ہو جاتی ہے۔ دفع ضرورت اور طلب منفعت۔ اور ادراک میں بے راہ روی سے۔ اس لئے اُس
بات کی احتیاج ہوئی کہ ہر صنف میں جس قدر اجزاء ہیں ان کی اصلاح ہو اور تمام اعضا متعصب

و شہرہ نور پر تفصیل وار قوت پہنچائی جائے۔ اس کام کو انجام دینے والے کے لئے سب پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ ادراک کو مکمل کرے۔ پھر دفعِ مغرت اور جلبِ منفعت کی دو صورتیں رہ جاتی ہیں۔ یہاں یہ دیکھنا چاہئے کہ کس حد تک اسکے متعلق تکمیل تعلیم کی گئی۔

اس کے متعلق غور کرنے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بعض صفات میں قوتِ غضب کو کام میں محدود ہے اور بعض میں مذموم۔ پہلے ہم ان صفات کو بیان کریں گے جن میں غضب اصلی سبب بنتا ہے اور اس کا فعل میں آنے والے پہلے یہاں یہ پیش نظر ہونا چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیمِ ظاہر کے کیسے اچھے اصول قائم کئے ہیں۔ اور کس طرح ترتیب وار ہر ایک خلق کو لیا ہے۔ تاکہ اخلاقی کوئی پہلو بھی چھوٹ نہ جائے۔ تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا ہر گز نقص نہیں ہے۔ یہ تعلیمات اگرچہ کبریات و ممرات تفصیل و توضیح ہیں لیکن اس مدعا کے ثابت کرنے کیلئے ہم کو صرف ایک ایک مثال دینی بھی کافی ہے۔

فضائلِ توغیبت

شجاعت علی تعلیمِ مسلمانہ نے ایسی ہی کہنا پڑا

- (۱) شجاعت کُنَاوَاللّٰہِ اِذَا احْتَمَلَ لِبَاسَ تَقٰی بَدُوْنَ الشَّجَاعِ مِثْلَ الَّذِیْ یُحَادِثُ
- (۲) اِیَّاهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذْ الْقِدْرِ فِئۃٌ فَاثْبَتُوْا ۚ وَاسْتَقَرُّوْا کَمَا اُمِرْتُ۔
- (۳) عَلٰوۃٌ فَاَصْبَحَ کَمَا صَبَّحَ وَلَوْ اَلْعِزُّ مِنَ الرِّسْلِ وَلَا یَسْتَعِیْلُ بِہِمَّ۔
- (۴) اَلَا نَاۃٌ مِنَ اللّٰہِ وَالْحِجَلۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ ۚ التَّوَدُّعُ وَالْاَقْصَا جُزْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ وَعِشْرِیْنِ جُزْءٌ مِّنْ النُّبُوۃِ۔
- (۵) کَظُمَ غِیْظَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدُ الْاَہْضَلِ عِنْدَ اللّٰہِ مِّنْ جُرْعَةِ غِیْظٍ یَّکْظُمُہَا اِبْتِغَاءً وَجْہَ اللّٰہِ۔
- (۶) وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاَللّٰہِ
- (۷) اِنَّ فِیْکَ لَخَصْمَتَیْنِ بَحْمَا اللّٰہِ وَرَسُوْلَہِ الْحَمْرُ وَالْاَنَاۃُ۔
- (۸) عَلِیْکَ بِالصَّدَقِ فَاِنَّ الصَّدَقَ یُہْدِیْ اِلَیَّ الْجَنَّةِ وَانْ اَبْرَأَ یُہْدِیْ اِلَیَّ الْجَنَّةِ
- (۹) عَفُوْا وَاصْفَحُوا لَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ مِنْ عَفَا

واصلح فاجره على الله -

- (۱۰) رفق لمن الله رفيق يحب الرفق ممن يحرم الرفق يحرم الخير
(۱۱) تواضع وانخفض جناحك للمؤمنين
(۱۲) انكسار لا ينبغي لعبدان يقول اني خير من يونس من ممتحن
(۱۳) حفظ لا يلب الناس على وجوههم او على مناخرهم -

لسان الاحصاء المستنصر -

(۱۴) كم كوني عليك بطول الصمت فانه مطر دة للشيطان مقادير جبل
بالصمت افضل من عبادة ستين سنة -

قوت غضبہ کے فضائل سے متعلق مذکورہ بالا تعلیم دے دی گئی ہے۔ اب قوت غضب کے یہ
صفات جو نامحور ہیں ان کے نسبت ارشاد ہو رہے ہیں غور کیجئے کہ کس قدر وسیع تعلیم ہے اور کیسی چھٹی
چھٹی اور اولی سے اولی خلق کے نسبت بھی ہدایات فرمائی ہیں -

زوال قوت غضب

- (۱) بغض لا تباعضوا وكونوا عباد الله اخوانا
(۲) انقصب ليس من مات على عصبية
(۳) صمت يغفر لكل عبد لا يشرك بالله الا رجل صلات بنينه وبين اخيه شخبا
(۴) درشت مزاجی لا يدخل الجنة الجواظ -
(۵) بدگونی لا تنابزوا باللقاب -
(۶) مسیح - یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم -
(۷) سب وستم سباب المسلم فسوق -
(۸) قتل لا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق -
(۹) ترک ملاقات لا یحل لرجل ان یجھر اَخاه فوق ثلثة لیام ملینقان فیعرض
هذا ویرض هذا ویرضهما الذی یبدا بالسلام -
(۱۰) ظلم اذ لا یحب الظالمین وامن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما علیهم
من سبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض

بھیل الحق اولئك ولهم عذاب الیم۔

(۱۱) چنیل خور می لایدخل الجنة قتات

(۱۲) غیبت لا یغتب بعضکم بعضا ایجاب حد کو ان یا کل لحم اخیه میتاً
فکسرتوا۔

(۱۳) نفاق و دوروی ان المنفقین فی الدبرک الاسفل من الباس۔

(۱۴) بزدلی لا تقنونی ابتغاء القوم ان تکلون انا لمون فافهم بالمون کما تالمون۔

عقل نفس کی دوسری نوع شہوت یا خواہش ہے جس میں خط مستقیم پر چلنا فضائل کو پیدا کرتا ہے
اور انحراف و مغرطہ کی طرف مائل ہو جانے سے زوال پیدا ہو جاتے ہیں۔ فضائل کے متعلق نبی کریم کی
تعلیم شب و شب ہے۔

فضائل قوت شہویہ

(۱) حیاء ۱۔ الحیاء من الایمان ۲۔ الحیاء خیر کل

(۲) توکل فاعبدہ و توکل علیہ

(۳) صبر ۱۔ واستعینوا بالصبر والصلوة ۲۔ ان الله مع الصابرين۔

(۴) قناعت لیس الغنی عن کثرت العرض ولكن الغنی غنی النفس۔

(۵) جو و سخا ما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً قط فقال لا۔

(۶) ایثار ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة۔

(۷) رسم شرکان من الذیر امنوا و قوا صواباً الصبر و قوا صواباً بالمرحمۃ۔

اولئک اصحاب المیمنہ۔

(۸) محبت۔ این المتحابون بجلالی الیوم اظہر فی ظللی یوم لا ظل الا ظلی۔

(۹) امانت۔ ان الله یمرک ان تودوا لامات الی اهلها۔

(۱۰) ایثار و عہد لا تعدوا موعده فتختلف۔

زوال قوت شہویہ

(۱) کبر و غرور ولا تمس فی الارض مراح انک لن تمزق الارض و لن تبلغ الجبال ملأً

(۲) فخر۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلٰی اَنْ تَوَاضِعُوْا اَحْتٰی

(۳) خو و نائی۔ یَقْعُزْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَلَا یَسْعٰی اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ

و شمرت۔ لَا یُطْلَوْنَ اَمْرًا قَاتِلًا بِالْمَنْ وَلَا ذٰی یَسْمَعُ یَرٰئِیْ رَآئِ اللّٰهِ

(۴) حُرْمَن۔ یَمْرُؤُا اَدَمَ و لَیْسَتْ فِیْهِ اِثْنَانِ۔ الْحَرَمُ عَلٰی الْمَالِ

و الْحَرَمُ عَلٰی الْعَمَلِ۔

(۵) حُوبِیَا۔ اَللّٰهُنَا یَسْمَعُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّةُ الصَّالِحِ

(۶) حَسَد۔ لَا تَحْسَدُوا دَاوُدَ لَا تَبَاغُضُوْا۔ اِیَّاكُمْ وَ الْحَسَدُ فُلُوْا الْحَسَدَ

یَاْصُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا نَاْصُلُ النَّامُ الْحَطَبِ۔

(۷) بَخْل۔ سَیْطُوْنَ مَا بَخَلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(۸) اَسْرَاف۔ لَا تَسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ اِنْ الْمُبَذِّرِیْنَ

كَانُوْا اِخْوَانُ الشَّیْطٰلِیْنَ

(۹) خِیَات۔ مَنْ یَغْلُلُ یَاتِ بِغُلٍّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(۱۰) بَهْتَان۔ مَنْ یَكْسِبُ خَطِیْئَةً اَوْ اَثَمًا ثُمَّ یُؤْمِرُ بِهِ بَرِئًا فَقَدْ اِحْتَمَلَ

بَهْتَانًا عَظِیْمًا۔

یہ تمام وہ تعلیمات تھیں جو اخلاق کے ایک شعبہ حفظ نفس کے ضمن میں جس میں ہر نوع

خلق کی نسبت ہدایت کر دی گئی ہے۔ غرض یہ کہ کوئی بھی ایسا خلق نہ ہو جس کی نسبت تعلیم کا

ایک باب نہ کھولا گیا ہو۔ یہاں ہم نے ہر ایک صفت کی نسبت صرف ایک ہی نص یا حدیث کو لیا ہے۔

حالانکہ ہر ایک کی کمال توضیح کرنے اور اچھی طرح غور یا رائی ذہن نشین کرنے کیلئے اس سے متعلق

بسیوں حدیثیں بھی کریم نے سنائی ہیں جس کا استحصاء اس چھوٹے سے مضمون میں ناممکن ہے۔

کوئی قرآن و حدیث کو اٹھا کر دیکھے تو معلوم ہو کہ صرف انہی دو کتابوں نے اخلاق و آداب و حقوق

و فرائض و تمدن و معاشرت و حکمت و فلسفہ و فرائض و حیوت و ایمان و انقیاد و تذکرہ و تفکر

غرض وہ تمام تعلیم دے دی ہے جس کو بڑی بڑی یونیورسٹیاں اس مکمل طریق سے نہیں دے سکتیں۔

اور نہ اس قدر علمی و فنیہ رکھتی ہیں۔ اصلاح اور اخلاق۔ طرز بود و ماند۔ اصولی معاشرت و تمدن

غرض کوئی بات نہ ہو کہ کسی شخص جس کو یہ تعلیم نہیں دیٹھ دیکھا کہ بتلانے

کہ خلاص تعلیم جس کی انسان کو انسان کامل بننے کے لئے ضرورت تھی جیسے دیکھتی ہے۔ ہم نے تو اس

مضمون میں آتا بھی نہیں لکھا کہ حضرت نے تعلیم کے کتنے اقسام نکالے ہیں۔ کس کس طریقہ سے سمجھایا ہے۔ نظر و قیقہ اس کن کن مصلحتوں کو دیکھتی تھی، چونکہ ہم نے اپنے مضمون کی پہلی بنیاد مکہ اور مدینہ اٹھائی ہے اس لئے ہم نے صرف اخلاق کا ذکر کر دیا ہے۔ اخلاق کو اگر اور بسیط کریں تو اگرچہ اردائے حقوق و فرائض اور آداب وغیرہ بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن اس خوف سے کہ تمام تعلیمات نبوی کا احصاء اس مضمون میں ناممکن ہے ہم حقوق کے ساتھ آداب کو بھی چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ جس تفصیل کے ساتھ اخلاقی تعلیم دی گئی ہے اسی صراحت کے ساتھ ہر قسم کے آداب کی تعلیم بھی مکمل کر دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ کھانے پینے رہنے، پہننے، روفے، سونے، جاگنے، سینے، اور مٹنے، کہنے، سننے، سکوت، قیام، مجلس، مکان، سفر، حضر، خرید، فروخت، نکاح، مباشرت، عیادت، ملاقات، مروت، سلام، کلام، غرض تمام ہی آداب کو بتلادیا ہے اور ایسی وسیع تعلیم دی ہے کہ تعلیم کا کوئی جزو بھی ناقص نہیں رہتا۔ اسی طرح تمام مقدمات کی بھی تصریح کر دی ہے۔ ایمان باللہ، ایمان بالانبیاء، ایمان بالمساوے، ایمان بالملکۃ، ایمان بالکتاب، انقیاد، اقتفال اور دوزا ہی عن المنکر، بپریشانی طوالتی، اور حقوق اللہ و حقوق العباد پوری طور پر سمجھا دئے ہیں جس کو اس تفصیل کے ساتھ دیکھنے کی ضرورت ہو وہ تعلیمات نبوی کے مجملات صحیح سہ وغیرہ کو دیکھے اور کہے کہ اخلاق کی تعلیم ختم کر دی گئی ہے یا نہیں۔ اگر ختم کر دی گئی ہے تو انہیں تبدیلہ سے ہدایت پا کر تاقیام قیامت ہر شخص اصلاح نفس کر سکتا ہے اور راہ مستقیم پا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں گویا ایک ہادی ہر دقت موجود ہے۔ اس لئے کسی مادی کی ضرورت نہیں۔

ہَا اَرْسَلْنَاكَ الْاَشْوَاعَ لِلْعَالَمِیْنَ

اس ارشاد پاک میں رسول اکرم نے اپنے وجود مبارک کو تمام عالم کے لئے باعث رحمت بتایا ہے جس کو بالفاظ دیگر ہم ختم نبوت کا دعوئے کہہ سکتے ہیں اس حدیث شریف پر غور کر کے ہم یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ حضور اکرم کا تمام عالم کیلئے رحمت ہونا، دنیا جہان کے لئے مینشا بنایا جانا آپ کا ہر ذہب، ملت، کیلئے ہادی و مرشد قرار دیا جانا اور ذات اقدس پر رسالت کا ختم ہونا کس قدر ضروری معنی پر مصلحت اور دینی ترقی اور دینی اصلاح و بہبودی کے لئے سوزوں اور برجل ہوتا ہے اس مضمون کی صداقت کو ذہن نشین کرنے کیلئے ضرورت ہے ان تمام ادیان کے

اجالی ذکر کی جو اس وقت دنیا میں رائج تھے۔

ہم بت پرستی کو کہتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کل دنیا میں بت پرستی کا دور دورہ تھا تاہم تاریخ عالم میں کوئی ایسا حصہ عالم نظر نہیں آتا جہاں اس کا تسلط نہ ہو۔ عرب میں بت پرستی جن جن طریقوں سے ہوتی تھی اس کا ذکر ہم نے اپنی کتاب ”ضرورت بخت محمدی“ میں صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ تمام دنیا کو یہ معلوم ہے کہ خطہ عرب میں جنوں نے کسی تخت سلطنت قائم کر لی تھی۔ دنیا کے ہر حصہ کی بت پرستی جدا جدا نوعیت اور علم و اشکال میں ہوتی تھی اگر ان سب کا نقش کھینچا جائے تو دفتر کے دفتر ہو جائیں۔ بت پرستی کی بدولت خلقت انسانی کا منشا جو طیا سیٹ ہو رہا تھا آج کل کے دماغ اس کی وضاحت کے محتاج نہیں۔ عالمگیر خرابی کو دور کرنے کے لئے ایسے کامل قانون ایسا ہے

ہم وہ ان قانون گو کی ضرورت تھی جو ہمیشہ سے تمام دنیا کی تحسن احوال کا مجموعہ ہو۔ نیز اس میں تمام دینی برکتیں عیاں دہنا ہوں۔ تاکہ دنیا دار دنیوی امور میں بھی اس کے گرویدہ ہوں اور دینی مقصدات میں بھی کمال پیدا کریں۔ دنیا کے جہالت ایسے حقیقت نما کے لئے تیار تھی جو خلقت و قدرت خداوندی کا تصور بغیر جنوں پر نظر پڑانے کے پیدا کر سکے۔ ابتداء کی کم مہنگی اور خیالات کی پستی کم ہو گئی تھی اور لوگ بتوں کو جنوں کے حقیقی خدا کے خدا کے پاس منشا رکھنے والے سمجھنے لگے تھے۔ ایسے بھی خیالات پیدا ہو چکے تھے کہ ایک مجبور پرستش کافی ہے اگرچہ ہزار بار بتوں کی پرستش کی جاتی ہو لیکن ایک مجبور کا خیال بھی موجود تھا۔ اسی طرح اہل زمانہ میں یہ اعتقاد پیدا ہو چلا تھا کہ ایسی باتیں مان لیں جن کی طرف انکرامتلا پسند خیالات کا رجحان تھا۔ جو اس عقیدہ پر ثابت قدم وہ اپنے کو خفیف کہا کرتے تھے اور جنوں کو ضعف سے جس کو خدا نے تعالیٰ نے اپنے کلام میں خضریت کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس وجہ سے آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے بھی مسلمان آپ کے ہیں یعنی ایک خدا کو ماننے والے پیدا ہو چکے تھے۔ نصاریٰ اور یہودیوں سے بعض عرب ایک ہی مجبور کی پرستش کرتے تھے جو اسلام کو کن اعظم ہے اور یہ خیالات بیش خیمہ تھے ایک ایسے سچے اور برحق بنی کے آنے کا جو تمام عالم کو توحید کی تعلیم دے۔

جب یہ متحقق ہے کہ بت پرستی عالمگیر تھی تو اس امر کو تسلیم کرنے میں بھی کوئی شخص پس پریش نہ کر سکے گا کہ اس کے قلع و قمع کرنے پر جو ذات ستودہ صفات مامور ہو اس کا دائرہ اثر استقدر وسیع ہونا ضرور تھا جس قدر کہ بت پرستی کا رواج۔

دنیا و جہالت میں لازمی بھی ایک مذہب تھا۔ لازمی ہوں کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان کا

ایک درخت یا جانور کے مانسمند ہے وہ پیدا ہوتا ہے اور پتنگی پر پہنچ کر تنزل پانے لگتا ہے۔ آخر کار مر جاتا ہے۔ مرنے کے بعد شتر و اشتر جزا دینا کچھ بھی نہیں۔

حقیقت و معرفت الہی سے روشناس کر کے بت پرستی کو قلع و قمع کرنے کا کام جس ذات سے وابستہ فرمایا جائے وہی ذات اس نگراہ فرقہ کو اطمینان و تسکین قلب دے سکتی تھی اس لئے لازماً ہی کو بھی وہ در کرنے میں کسی جدا گانہ انتظام کی ضرورت نہ تھی۔

زمانہ جاہلیت میں خدا کو ماننے والے بھی تھے مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ خدا پرستی کیسی ہونی چاہئے وہ ایک پوشیدہ وجود کو اپنے وجود کا خالق تو قرار دیتے تھے اور جزا و جزا کے قائل تھے مگر انبیاء و وحی پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے بت پرستوں کو جو علیٰ غایت راہ راست پر لا سکتی تھی وہی ان نام نہاد خدا پرستوں کی ہدایت و ارشاد کے لئے کافی تھی۔

مبانی وہ لوگ تھے جو ستاروں کی پرستش میں مبتلا تھے انہوں نے سات ہیاکل یعنی مہد سات سیاروں کے لئے بنا رکھے تھے۔ مس سنا۔ مسجد تھا اسی مسجد میں اس ستارے کی پرستش کرتے تھے۔ یہ نسبت ان لوگوں کے جو بت پرست مطلق تھے صابنین کے خیالات اچھے تھے اور جن ہدایات سے بت پرستی ترک کیا جاسکتی ہے انہیں سے سیارہ پرستی سے قطع ہو گیا ہے لہذا

”سیارہ پرستوں کی اصلاح کے لئے بھی کسی علیحدہ ہادی کی ضرورت نہیں۔“

حضرت موسیٰ کی امت کے پاس ایک عمدہ قانون شریعت سوشل اور پولیٹیکل موجود تھا۔ قبائل عرب میں معرفت الہی کا ذوق بھی انہیں یہودیوں کی بدولت پھیلنا مگر انفس کی یہودیوں (در حضور من ترا خدا یان غیر نباشد سفر خردج باب در سس) کو بھلا دیا حضرت مکرز کو ابن اللہ کہنے لگے اپنی قوم کے زن و مرد کو بھی یہودی لوگ خدا اگے بیٹھے خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے تاہم وہ بت پرستوں سے اچھے تھے جن کے دماغ سوائے بت پرستی کے کسی اور الہامی کتاب کی ہدایات سے آشنا نہ تھے۔ یہود کا فرقہ بھی جو شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو گیا تھا اس سے لے کر بھی کسی علیحدہ شریع اور شریعت کی ضرورت نہیں تھی۔

عیسائی مذہب بھی الہامی مذہب ہے اس کے اصول نہایت عمدہ ہیں۔ توحید کی تعلیم اعلیٰ پایہ پر کی گئی ہے لیکن تعجب ہے کہ باوجود اس کے عیسائی حضرت مسیح کو ابن اللہ کہنے لگے۔ عیسائی حضرت مریم کو نوزاد اللہ خدا کی بیوی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور ان

قدحِ مسیحیوں کی سورتیں بنا کر پوجتے تھے۔ بہر حال ہر مذہب میں بت پرستی رائج تھی اور ہر جگہ اس کی وجہ سے توحیدِ مفقود تھی اور اس کی بدولت انسانی ذمہ داری اور اس کی قدر و قیمت سے کوئی شخص آشنا نہ تھا۔ بت پرستی کا جب اسد او منظر ہو تو خداوند تعالیٰ نے ایسے انسان کا دل کو مبعوث فرمایا جو دنیا بھر کی ہر قسم کی بت پرستی اور تمام متعلقہ خرابیوں کو دور کر سکے اس کو قانون اور شریعت دیسی ہی نہ بدست دیکھی۔ بت پرستی دور ہوئی تو توحیدِ باری جلوہ افروز ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ انسان کا خلیفۃ اللہ ہونا ذمہ نیشن ہوا۔ حقوق و فرائض سے شناسائی ہوئی اور ہر شخص اپنی حقیقت اور نشا و خلقت سے واقف ہوا صرف ایک بت پرستی کے اسد او نے تمام خرابیاں اور مشنوں اور بدخلیوں کو دور کر دیا اور ہر قسم کی اصلاح ضما نگر مکمل طریقہ سے ہو گئی۔

آنحضرتؐ سے قبل بس قدر انبیاء مبعوث ہوئے تھے وہ ایک ایک حصہ ملک یا اپنی اپنی قوم کے ارشاد و ہدایت کے لئے مخصوص تھے ابتداءً ایک ہی وقت میں کئی مذاہب بنائیں موجود تھے مگر سب کے سب منجانب اللہ تھے۔ معمولی غور و فکر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں کوئی شریعت بھی ایسی مکمل و منضبط نہ تھی جو کل دنیا کے لئے دستور العمل بنے۔ ہم جب موسیٰ علیہ السلام شریعت پر غور کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قانون پوری طور پر انسان کی فطرت کے مناسب نہیں۔ امت موسوی پر ایسے سخت احکام نافذ کئے گئے تھے جو آنے والی اقوام کے لئے صعب العمل تھے لیکن اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ اس زمانے کی سرکش و جہالت پسند قوم پر جب تک ایسی سختی روا نہ رکھی جاتی اصلاح نفس نامکن امر تھا۔ اور چونکہ یہ مخصوص قوم تھی اسلئے جب دوسرا زمانہ شروع ہوا اور طبیعتوں میں وہ سختی اور سرکشی باقی نہ رہی تو وہ قوانین جو اس زمانے کی طبیعتوں کے مناسب حال تھے قابلِ نفاذ نہ رہے اور یہی وجہ تھی کہ دوسری قومیں ان احکام پر کار بند نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہ راز تھا جس سے وقتاً فوقتاً انبیاء کے بعثت کی ضرورت واقع ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ جب مسیح علیہ السلام کا عہد مبارک شروع ہوا تو اس وقت اہل زمانہ کی طبیعتیں اس بات کی مقتضی تھیں کہ اسے قوانین نافذ ہوں جس انکی اصلاح نفس پوری طور پر ہو سکے۔ ہم جب تعلیمات مذہبِ مسیح پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی شریعت میں اپنے نفس پر بے انتہا جبر کرنا سکھایا گیا تھا۔ اینت و تواضع کی اس قدر تعلیم دی گئی تھی جس سے خود داری زخمی ہوے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ عامل شریعت سے سب سے پہلے غفلت ہونے والا شریف نظرتی جذبہ قوت انتقام تھا اہلۃ نفس کے لئے دوسرا کال بھی پیش کر دینا اور بجائے

ایک کوس کے برابر دو کوس بیگاریں چلنا اس بات کی صحت دلیل ہے کہ ایسے احکام مکمل قانون بن جائیں جو تمام اہل عالم کے مناسب حال ہوں کبھی دعویٰ نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ایسے قوانین اس عہد کے لئے بھی نامناسب تھے۔ درحقیقت اہانت نفس کے لئے اس عہد میں ایسے ہی قوانین کی ضرورت تھی۔

نوع انسان کی حالت اپنے زمانہ نجات میں ہمیشہ ترقی پر رہا کرتی ہے جو احکام ایک خاص زمانہ کے لئے ضروری ہوں نے والی نسلوں کے عہد میں وہ غیر ضروری ہو جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جن قوانین کے نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح کے عہد میں انہیں قوانین کے نفاذ کی ضرورت تھی وہ آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت ناقابل عمل بن گئے تھے اس زمانے کے دماغ ایک حد تک نشوونما پا چکے تھے۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ نوع انسان کے حد بلوغ کا زمانہ تھا۔ لڑکا جوں جوں بڑھتا جاتا ہے اسکی ضرورتیں اس کے مناسب حال ہوتی ہیں خاص طریقہ سے درجہ بدرجہ اس کو تعلیم دلائی جاتی ہے لیکن جب یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب اسکی تعلیم ایک حد تک کامل ہو گئی ہے تو وہ ختم کر دی جاتی ہے اور وہ اس مکمل طریقہ تعلیم سے فیوض و برکات حاصل کر کے اصلاح نفس کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب زمانہ اپنے حد بلوغ پر پہنچ گیا تو یہ ضرور ہو کہ شریعت الہی اپنے متواتر اور مختلف مدارج تعلیم کو طے کرنے کے بعد ایک مرکز اعتدال پر ٹھہر جائے اور یہی وہ عہد مبارک تھا جس میں حضرت نے مجاہد اللہ ہونے کا اعلان کیا جسکو ان اصلاح پسند طبیعتوں نے جو ایک نبی اور معلم کل کی ضرورت کو محسوس کرتے تھے فوراً تصدیق کی۔

زمانہ جاہلیت میں جوں جوں تمدن بڑھتا گیا اور ہر ملک کے باشندے دوسرے ملک میں پہنچے تو آخر میں کثرت ادیان کی وجہ سے ہر مذہب کے اصول دوسرے مذہب میں خلط ملط ہو گئے اور کوئی مذہب علیٰ حالہ باقی نہ رہا۔ مذہبی و اعتقادی مغایرت کی وجہ سے ہمیشہ باہمی پر خاشا منافرت اور مخالفت کا رہنا ضرور تھا۔ شریعت مصطفویؐ نے ہر مذہب کے منہج اصول اور غیر حرف الہامات کی تصدیق کر کے اس مذہب کے پابندوں کو مطمئن بھی کر دیا اور اپنی جانب سے وہ ہمیشہ ہدایتیں جلوہ افروز کیں جن کی تعلیم و تلقین نے دماغوں کو روشن کر دیا جہالت کی تاریکی آٹا فٹا مٹ گئی اور صلح و آشتی کا ہر شخص دم بھرنے لگا اور شاہراہ ترقی

دینی و دنیوی پر دوڑنے لگا۔ تمام دنیا میں تمدنی و اخلاقی و اعتقادی غرضِ مبرمہ کی خرابیاں نہایت درجہ پر پہنچ گئی تھیں اس لیے اسکی اصلاح کے لئے ایسے مکمل قواعد اور ارشادات زبانِ محمدی سے خدا کے تعالیٰ نے سنائے کہ آئندہ کے لئے تاقیام قیامت افتادہ و ایزدوں کی گنجائش نہ رہی ورنہ تحصیلِ حاصل اور فصلِ حبث کا الزام ذاتِ باری پر حائل ہوتا۔

جب کوئی تعلیم پوری طور پر مکمل ہو جاتی ہے تو پھر اس بات کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اس میں اور کچھ اصلاح یا ترقی کی جائے۔ علم کی کوئی شاخ یا مسئلہ حل ہو چکنا ہے تو انہی لئے متعلمین کا بھی کام رہ جاتا ہے کہ گزشتہ استادوں کے اصول کو سیکھیں اور اُس سے فائدہ اٹھائیں لیکن جب تک کسی مسئلہ کی نسبت پوری طور پر انکشاف نہیں ہو جاتا ہے۔ مجددینِ وقت کے لئے موقع رہتا ہے کہ وہ اُس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ جب کوئی علم مکمل ہوتا ہے تو آنے والے اُس میں بہتر انقلاب پیدا نہیں کر سکتے اور کوئی جدید فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ اصولِ معرفت خدا کی طرف سے تلوٰبِ مصطفیٰ پر القاء ہوتے رہتے ہیں مگر جب تک یہ قاعدے انبیاء کی قلتِ استعداد کے سبب سے ناقص شکل میں القاء ہوتے رہتے ہیں کہ وہ انبیاء پر ان کی غلطیاں واضح ہوتی رہتی ہیں اس صورت میں پہلی وحی کے بہ نسبت دوسری وحی بہتر ہوتی ہے مگر جب تمام مسئلے اپنی حقیقی صورت میں منکشف ہو جاتے ہیں تو آئندہ بہتر انقلاب کی گنجائش نہیں رہتی اس لئے کوئی جدید انکشاف ہوتا ہی نہیں ورنہ تسبیحِ مرآۃ و نساہات بخیر منھا او مثلاً۔

آنحضرت کی بعثت کے زمانے تک متعدد انبیاء علیہم السلام نے مسئلہ معرفتِ الہی میں حق تحقیق ادا کیا اور مذہب کو ایک مکمل صورت میں ڈھالنے کی ہر نبی کی کوشش تھی۔ ہر نبی اور ہر پیغمبر قوم نے اپنے طرف و استعداد کے موافق تکمیلِ شریعت کے لئے قابلِ قدر کوششیں کیں اور اس انکشافِ نامہ کے لئے بے شبہ ضرورت تھی محققین و مجددینِ الہی کی لیکن اب وقت تھا کہ یہ مسئلہ پوری طور پر حل ہو جائے جس کے بعد آنے والوں کے لئے مزید تحقیق کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے اور تعلیمِ الہی مکمل صورت میں ظاہر ہو جائے آنحوال وہ وقت آگیا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ کو پوری طور پر حل کر دیا اور معرفتِ علمِ الہی اور اصلاحِ نفس کیلئے پھر کسی ہادی اور پیغمبر کی ضرورت باقی نہیں رہی یا بالفاظِ دیگر نبوتِ ختم کر دی جس کے نسبت قرآن یوں ناظر ہے کہ اِنْ فِیْکُمْ رَّسُوْلٌ اَللّٰہُ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ؕ

الْمَلِكُ لَكُمْ دِينَكُمْ

اقوال غیر

اب ہم ان اقوال پر روشنی ڈال کر مضمون ختم کر دیں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے شاہد ہیں۔

۱۔ خاتم کریمؐ کی گاتیرا مسجد ایک نبی تیرے بھائیوں میں سے (توریت کتاب پنجم باب ۱) حضرت ابراہیمؑ کے دو فرزند ایک اسحاقؑ دوسرے اسمعیلؑ حضرت اسحاقؑ کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی اور حضرت اسمعیلؑ کی اولاد بنی اسمعیل۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمعیل جوئے۔ تمام انبیاء بنی اسرائیل میں گزرے ہیں اور بنی اسمعیل میں سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہیں ہوا۔ چنانچہ حسب بشارت توریت وہ نبی صرف آپ ہی ہیں اور چونکہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی اب تک نہیں ہوا اسلئے یہ لازم تھا کہ نبوت کا اختتام آپ پر ہے۔

۲۔ ان کے بھائیوں میں سے نبی تیرا سا قائم کرو گنا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں دو گنا اور جو کچھ میں اُس سے کہو گنا وہ اُن سے کہہ دیگا۔ (توریت کتاب پنجم باب ۱)

آنحضرتؐ کو یہ ایک بڑی خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ کا کلام آپ کے منہ میں ہے یہ خصوصیت کسی نبی کو حاصل نہیں تھی۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل پر جو وحی آتی تھی اُس کے لفظ وہی نہیں ہیں جو صحبت انبیاء میں ہیں۔ انبیاء حکم خداوندی کو اپنی زبان و مواء پر لگوں گے سانسے بیان کرتے تھے انہیں صرف مطلب اللہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور انجیلیں یونانی میں ہیں صرف قرآن مجید ہی وہ کلام خدا ہے جو لفظ بلفظ اتر رہا ہے۔ وہی الفاظ خدا سے آئے۔ بنی نے وہی الفاظ کہے۔ قرآن میں وہی الفاظ درج ہیں۔ مابین طوق علی الوعد الاوحی یوحی۔ یہ بزرگترین خصوصیت جو کسی نبی کو نہیں ملی سیسے نبی کے لئے ہی محفوظ رہا جس کا مذہب قیامت تک رہنے کے قابل ہو اور جو عالم کے لئے نبی بن کر آیا ہو تاکہ اوس کی بات بھی لفظ بلفظ مکتوب میں اور تحریف کا مرتع نہ بنے۔

۳۔ آئے گا اللہ جناب سے اور قدوس اظہار ان کے پہاڑ سے آسمان کو جہاں سے چھایا

اس کی تائش سے زمین بھر گئی“ (کتاب حقوق باب ۳-۳)

قدیم جغرافیہ کی تحقیق اور توریت کے حاورے یہ بتلاتے ہیں کہ کوہ منہ کے پہاڑوں کا نام فاران ہے۔ فاران کے پہاڑ سے حضرت کے سوا کس نے اپنا حال جہاں آرا بتلایا۔ وہ حضرت تو تھے۔ آپ کی تعریف و تائش سے دنیا کا کونسا حصہ خالی ہے۔ کوئی قوم ہے جو اعتراف نہ کرے کہ ہمیں کتنی حق ہے کہ سروریم میور جیسے متعصب دشمن نے بھی اسلام کی یوں تعریف کی ہے کہ ”اسلام نے ہمیشہ کے واسطے توہات باطلہ کو کالعدم کر دیا۔ اسلام کی صدائے جنگ کے روبرو بت پرستی ساقوت ہو گئی۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں ہر گناہ کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔“

تائش سے تمام زمین کا بھرجانا کیا تمام اہل زمین کے لئے نبی ہونے کا اعلان نہیں ہے۔

”میں ساری قوموں کو ہلا دوں گا۔“ اور محدث ”قوموں کا آئینا اور اس گھر کو بزرگی سے بھروں گا۔“ کہا خداوند خالق نے“ (کتاب حجی باب ۲) آیت (۱۵)

پادری سٹر پارک ہرٹ کہتے ہیں کہ محدث کے معنی محمد کے ہیں۔ کیا یہ پیشین گوئی آپ کی صداقت اور خاتم نبوت ہونے کی دلیل نہیں ”قوموں کا محدث آئینا۔“ اس سے تمام اقوام کے لئے ہادی ہونا ثابت ہے۔ ”ساری قوموں کو ہلا دوں گا“ سے ظاہر ہے کہ اہل عالم مراد ہیں نہ اس گھر سے مراد دُنیا ہے۔

”وہ تمہیں فار قلیط“ دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگا“ (انجیل یوحنا باب ۱۳) (دورس) فار قلیط کلدانی لفظ ہے جو عبرانی میں ستمل تھا اس کے معنی ہیں بہت سراہا گیا جو لفظ محمد کا ترجمہ ہے بعض انجیلوں میں توصاف طور پر بجائے فار قلیط کے احمد ہی لکھا ہوا ہے جس کی تصدیق ”یاتی من بعد اسمہ احمد“ سے ہوتی ہے۔ تمہارے ساتھ ہمیشہ رہنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا مذہب ہمیشہ کے لئے تم کو کافی ہے کسی اور کی ضرورت نہیں اور یہی مطلب ہے ختم نبوت کا۔

”وہ اگر دنیا کو گناہ پر اور راستی پر اور عدالت پر سزا دے گا۔ گناہ پر اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستی پر نہیں آئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اور تم مجھے پھر نہ دیکھ گئے عدالت پر۔ اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے میری اور بہت باتیں ہیں جو تم سے

کہوں لیکن تم اب اُن کی برداشت نہ کر سکو گے۔ پھر جب روح حق آئے گا تو ساری سچائی کی راہ تم کو بتلا دیگا کس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو سُنے گا وہی کہے گا اور تمہیں غیب کی خبریں دیگا اور میری بزرگی بیان کرے گا۔“ (باب ۱۲) در (۸)

حضرت جیسے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ایک ہادی اور مصلح کل بنکر جہان پر سزا دی۔ لوگوں کو راستی اور عدالت پر لے آئے۔ بہت سی باتیں کہنے کی باقی تھیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ کے قول سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کی تکمیل کرنے والے آنحضرت تھے کیونکہ آپ نے ہر طرح کی تعلیم دے دی آپ نے تمام دنیا کو سچائی کی راہ بتلا دی جو سیدھے راستے پر چلنے لگے۔ آپ نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہ کہا صرف وحی سناتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرتے اور اُن کی بزرگی ذہن نشین کرتے تھے۔

آپ کو ”جہان کا سردار“ کہا گیا ہے۔ جو تمام جہان کا سردار ہوگا وہ تمام جہاں کیلئے ہوگا پھر کسی اور ہادی کی کیا ضرورت ہے حضرت نے جب ہر طرح کی تعلیم دی ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ کے کہنے کے بعد باقی باتیں بھی کہ دی ہیں تو اب نہ کچھ کہے ہی کی ضرورت رہی اور نہ کہنے والے کی حاجت۔

یہی نہیں بلکہ ہندوؤں کے قدیم تاریخ سے بھی حضرت کی صداقت نبوت کا اظہار ہوتا ہے۔ پشت جی ہندوؤں کے مشہور بزرگ ہیں وہ اپنے ملفوظات اُتر کھنڈ میں لکھتے ہیں کہ میں نے خاص مہادیو جی سے سنا جب کہ وہ کوہ کٹلاس پر اپنی بیوی پاربتی کے ساتھ گوشہ گزین تھے۔ ایک دن پاربتی مہادیو کے ساتھ کٹلاس پر بیٹھی ہوئی تھیں مہادیو کو خوش دیکھ کر اُن سے پوچھا ”آپ نے فرمایا تھا کہ دو بار پر زمانہ کے اخیر میں اللہ تعالیٰ جو بڑی حکمت والا اور بڑی قدرت والا ہے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو سارے دیودیت کو متا کر کے زمین میں اپنا قبضہ کریگا۔ جس وقت سے میں نے یہ بات سنی ہے مجھے بہت حیرت ہے آپ حقیقت کو بیان فرمائیے۔“ مہادیو نے جواب دیا۔ ”سنو! چھ ہزار سال کے بعد مندر کے ملک میں جو دریا کے درمیان میں وہ واقع ہے وہ بڑا قادر ایک عجیب طرح کی مخلوق آدم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا کریگا وہ زمین نامتو شہنشاہ کے لئے اُس بڑے قادر کی جد ہوگی۔“ پاربتی نے پوچھا۔ ”جس شخص کو وہ قادر اس طرح کی برکت والی جگہ میں پیدا کرے گا وہ شخص دیوتا کے گھر میں یا کس جگہ پیدا ہوگا۔ صاف بیان فرمائیے۔“

مہادیو نے کہا۔ اسی پار بنی وہ کانت بھونج کی بیٹھ سے پیدا ہوگا اور جس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوگا اس کا نام سانک رکھیا ہوگا۔ وہ مخلوق سے نہیں ڈرے گا اور نہایت شجاعت اور عزمان والا ہوگا اور اُس کا نام "محامت" ہوگا اس کی وضع کو دیکھ کر لوگ حیران رہیں گے۔ نئی طرح کا اس کا احوال دیکھیں گے وہ خندہ شدہ ہوگا جب جوان ہوگا تو سوئے سر اور ڈاڑھی اور مونچھوں کے 'برکس' زیادہ بال نہیں گے اور جو بچا اُس کی قوم کے لوگ کریں گے وہ نہ رنگا اور اپنی قوم سے کہے گا کہ مجھ کو اُس قادر لائبریک کا یہی حکم ہے کہ اس طرح کی بیجا بوجامت کرو اور میں سوئے اللہ کی ذات پاک کے اور کسی طرف رجوع نہیں کرتا ہوں تم میری تابعداری کرو۔ اسوجہ سے ساری قوم اُس سے جُدا ہو جائے گی۔

علمائے سنسکرت مندر کا ترجمہ کرتے ہیں اور بشن کا ترجمہ بیت اللہ۔ سانک رکھیا کے معنی آتہ بتلاتے ہیں اور کانت بھونج کے معنی خدا کی عبادت میں مشغول رہنے والا یعنی عب اللہ بتلاتے ہیں۔

اسی طرح یا لاش جی نے جو ہندوؤں کے مشہور رشی ہیں۔ بھونک اتر میران میں لکھا ہے کہ "آینہ ہر زمانہ میں "محامت" پیدا ہونگے۔ اُن کے سر پر بدلی سایہ کرے گی۔ اور کبھی اُن کے جسم پر بیٹھیں گی۔" ملک دینانے نے کچھ تلاش نہ کر سکے۔ اُن کی سب تلاش دین کیلئے تھی کہ وہ جو کچھ پیدا کریں گے، اللہ کی راہ میں حسیج کریں گے اور تمام عمر کم کھائیں گے۔ عرب کا سرداران کا دشمن ہوگا اور وہ اللہ کے دوست ہونگے۔ اور قادر توانا اُن کو تیس آدھیا پارا دینے میں پارہ قرآن بھیجے گا۔ اس سے زیادہ الفاہائیں اور کیا بشارت ہو سکتی ہے جب آپ سچے نبی ہیں تو آپ کا دعویٰ ختم نبوت بھی سچ ہے۔

رامائن ہندوؤں کی ایک مشہور کتاب ہے جو ہزاروں برس پیشتر ایک بزرگ نے لکھی ہے اُسکے حصہ بالکانڈ میں یہ چوپائی درج ہے۔

راج سینت بھوپریت دکھا	آپن مت سب کا بھکھائے
سنگم اگم موئے تیج اد پارا	پتی ربا ادمت مجھا را
تب لگ مند مچھے کوئے	بنا "محامت" پار نہ ہوئے

یعنی بادشاہی قاعدہ سکھائے۔ بیم درجا دونوں شیوہ ہو۔ سب کو دین و دنیا سمجھائے سمندر کے پھیلاؤ کے مانند ان کا جلال ہوگا گرم ہوگا آوا اُن کا بیج سے (یعنی کھار کے آوا میں

جس طرح بیچ میں آگ لگائی جاتی ہے اور ہر جگہ پھیل جاتی ہے (اسی طرح ان کا دین پھیلے گا)
 جب خدا تک بغیر شحات کی پیروی کے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

آنحضرت کی صداقت اور ختم نبوت پر یہ چو پائی صاف دلیل ہے کہ بغیر حضرت کی پیروی کے کسی کا مذہب مکمل نہیں۔ آپ کو ماننا ضرور ہے۔ گویا آپ ختم الرسل ہیں اسی مفہوم کو تلخی جی نے بطور تصدیق کے اس کے آخر میں لکھا ہے۔

بسرندرم ناں نہیں ہوئے "تلسی پچن ست کنئے"

میں نے تلسی سچ کہتا ہے کہ اس کے بعد کوئی خدائی پیغام نہ آسکا اس لئے کہ

"الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي"

مَحَلِّ عِلَالِ رَبِّ كَوَلِّبْ
 آمالین
 سالہ
 مدیر

بلا نا بے سبب تہا شب معراج حضرت کا یہ مطلب ہوا کہ نقشہ ایک دو نو کی صورت

امامت کا ولایت کا راستہ کا شیخا کا

ہوا شیر خدا و ابو کھ عہدہ حاجت کا

عمر کو حد کا صید کو صدور فنا کا

عطا حق ہو منصب جو حق لایا تھا

مروت کا حیا کا حلم کا جو دور تھا

وجود حضرت عثمان میں وصف تھا

بجہاد کا تجھے پانی پر چشمہ امت کا

میں آلودہ عیا ہو اس رخ پر کھنا

کہ وہ شامیانہ شہ عالم کی تربت کا

فلک ناز ہو کو بکر زیا اپنی خوش نصیبی

صلہ ملجا کا معصوم کا تیل برکت کا

سناو یہ کلام تعمیر حل کر دیتے ہیں

محمد عبدالرحیم صدیقی کا تب اور نگار



ہو ایں ہو گئیں خاموش وقت شام پہنچا اندھیرا چھا گیا ہر سمت عالم ہے خاموشی کا
وہ رات جس کی صبح کا صبح کا سفر ہونے والا ہے دروالم کی مجسم تصویر ہے عجب یا اس در
حسرت بریں ہی ہے۔ جی اپنا آخری پیغام اپنے شاگردوں کو سنا رہا ہے ہر طرف سے بے یاسیہ کا
ہجوم ہے درو انگیز الفاظ وحشت خیز رات کو لیب کر رہے ہیں صبح کا وہ دن ہے بنی اسرائیل کی
نبرت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو رہا ہے۔ اگلی عہد بنی اسرائیل سے ٹوٹتا ہے اور بنی اسرائیل
باندھا جاتا ہے آسمانی دعوت سے ایک گروہ رخصت کیا جا رہا ہے اور دوسرے گروہ کیلئے
جاذبہ غالی کیا جا رہی ہے۔ ایک خشک درخت کاٹا جا رہا ہے اور دوسرا نہال بار آور سرسبز ہوتا ہے
کیسی ڈر، ڈر، غمناک رات ہے مگر کتنی بڑی خوشی اسکے پیچھے چھپی ہے۔

شام غم لیکن خبر دیتی ہے صبح عید کی
ظلمت شب میں نظر آئی کرن ایت کی

(۲)

اس شام غربت کی صبح امید پانچ سو ستر سال کے بعد جلوہ گر ہوتی ہے۔ فاران کی چڑچڑ
ابر رحمت کی بارش ہوتی ہے جس سے نہ صرف ریگستان عرب کی خشک زمین اپنے تشنہ ذروں کو
سیراب کرتی ہے بلکہ اکناف عالم میں اس بارش سے شیریں نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور اپنی آبجاری
سے گلشن گیتی کے چمنوں کو سرسبز و شاداب کر دیتی ہیں۔
گھٹا اک پہاڑوں سے بطنی کے اٹھنی پڑی چار سو اکٹ بیک دھوم جس کی

کڑواٹ اور دمک دور دور اس کی پچی چٹاگیس پر گرجی تو گنگا پہ برسی

ہے اس سے محروم آبی نہ خاکی

ہری ہو گئی ساری کھیتی حسد کی

کاشانہ دہر کے متوالو خواب غفلت سے ذرا چونک کر ٹہر کر بدلتے آنکھیں کھولو ہدایت کی
پر نور ضیاء آپہنچی تاریکی دور ہو گئی حق آگیا باطل ٹوٹ گیا دنیا کا مصلحِ اعظم ہادی برحق
اس شبستانِ عالم کو اپنے نور سے منور کر رہا ہے حق کا نہایت سیدھا اور صاف راستہ دکھلا
ہے اہل دنیا کیلئے ایک نعمتِ لازوال لایا ہے۔

(۳)

دنیا پر ظلمت کی تیرہ و تاریک گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہے اہل دنیا اپنے مذہب سے
نابلد ہو کر سوچ چاند ستاروں کی عبادت میں مشغول ہو گئے ہیں بجائے توحید کے تخلیق کی
بندگی ہوتی ہے خانہ خدا بتوں کا بلجا واداینا جو ہے حق کے متلاشی کے لئے مذہب سرچشمہ
ہدایت سے نہ رہا ہے اعمالِ دیمہ انکے افعالِ شنیعہ انکے عادات و اخلاق ہیں علم دہن سے
بیگانہ ہو رہے ہیں ظلم و ستم کا دور دورہ ہے شراب قمار چوری زنا کا زور ہے۔ اس امر کی
شدید ضرورت ہے کہ ایک داعیِ حق ہادی برحق مبعوث ہو اور اپنی ہدایت سے دنیا کی سیاہی کو
دور کر دے اہل دنیا کو مذہب سے باخبر اور توحید سے واقف کر دے۔ خانہ خدا کو اسکی
عبادت کے لئے مخصوص کر دے اعمالِ دیمہ کو دور اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دے علم دہن کو
بچ کر بنے ظلم و ستم کا انسداد کرے شراب قمار چوری زنا کو موقوف کرے۔

آلِ ہاشم ایک جوانِ دنیا میں مبعوث ہوتا اور اپنی تبلیغِ ہدایت سے ان امور کی بہتر
طور سے اصلاح کرتا ہے۔ گو وہ دنیا سے چلا گیا مگر اپنے پیروں کے لئے ایک اعلیٰ و اکمل
قانون اور اپنی زندگی کا بہترین نمونہ چھوڑ گیا جس کا اتباع اور پیروی نجات کا سید ہر راستہ ہے۔

(۴)

وہ دنیا میں آیا اور اپنی زندگی کے (۶۳) مرتبے طے کر کے چلا گیا مگر دیکھو وہ دنیا میں
کیوں آیا؟ اس نے اس دنیا میں کس طرح زندگی بسر کی؟ اور اہل دنیا کو کن کن امور کی تعلیم دی؟
اور کونسا راستہ بتلایا؟

اس نے دنیا میں کوئی بڑی عمر نہیں پائی اپنی زندگی کے ابتدائی ایامِ ناتربت یافتہ

جاہل و خشی اونٹ چرنے والوں میں بسر کئے چالیس سال تک کسی عالم کی محبت سے مستفید ہوا اور نہ کسی فاضل کے زیر تربیت رہا نہ کسی فلسفی کی زیارت نصیب ہوئی اور نہ کسی حکیم سے حکمت کا موقع ملا۔ مگر چالیس سال کی عمر میں یکایک دنیا کے سامنے ایسا بہترین مذہب اور مکمل قانون پیش کرتا ہے جس کے مقابلہ کی نہ کسی مذہب کو طاقت رہتی ہے اور نہ کوئی امت تابعدار لاسکتی ہے۔ اُسکے مذہب نے دنیا کے تمام ادیان و مل کو جو توحید سے ہٹ گئے تھے کامل شکست دی اور چودہ لاکھ عالم میں کوس انا لا غیر ی بجالا۔

کیا ایموں نے جہاں میں اجالا ہو جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا ہر اک ڈوبتی ناؤ کو کجا سنبھالا

زمانہ میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے لکھ گھر سے آواز توحید

(۵)

باپ کا سایہ تو قبل از ولادت ہی اٹھ چکا ہے چھ سال کی عمر میں ماہ مشفقہ بھی نصبت ہوتی ہیں دادا جو پرورش کا کفیل ہے نو سال کی عمر میں دوبھی سدھارا اور اس یتیم و سیر لڑکے کی پرورش چچا کے ذمہ ہوتی ہے چچا کے زیر پرورش وہ جوان ہوتا ہے مگر کیا جو حسن سماجی و استنبازی صدق و دیانت منصف مزاجی عقلمندی رحم دلی اور اخلاق پسندیدہ کے باعث تمام قریش میں مغز و ممتاز ہے۔ یتیموں کی پرورش اوس کا خاصہ بیواؤ ضعیفوں کی خبر گیری اُس کا معمول ہے۔ عرب کے معمر اوسکے گرویدہ جوان اور سپر فداؤ لڑکے اوسکے شیدا ہیں اور حملہ الامین کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔

فاق البنین فی خلق و فی خلق
ولم یجد الذلہ فی علم ولا کرم

(۶)

اپنی عمر کے چالیس سال ختم کرنے کے بعد اُس پر وہ ناموس کبر اترتا ہے جو سترہویں سنی اترتا تھا لیکن دیکھو قوم اسکے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے کسی کیسی تکلیفیں دی جاتی ہیں وہ تمام قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے کہ مجھے اپنی امان میں لیکر صرف اتنا موقع دلا دو کہ خدا کی آواز لوگوں تک پہنچا سکوں لیکن کوئی حامی نہیں بھرتا تمام مسلمان ع۔ ب کی نصرت

سائنس تک نہیں لے سکتے تیارش امن کیلئے افریقہ و حبش کے ریگستانوں میں مارے مارے پھرتے ہیں جو عرب میں رہ گئے ہیں وہ ہدف مظالم و ناگوار ہیں۔ آخر تیرہ سال بعد امن کی جگہ نصیب ہوتی ہے مگر انصاف یہاں بھی چین لینے نہیں دیتے متواتر آٹھ سال تک اپنی جنگوں سے تنگ کرتے ہیں۔

بہتر کرب تک حق کی مخالفت کی جاتی اور کرب تک باطل غالب رہتا ایک دن آنالک تمام کسر کشوں کے سرخم ہو گئے اور بسحوں نے تسلیم و رضا کی گردنیں جھکا دیں۔ گو اس نے ان لوگوں سے شجہ طبع کی ایذا اٹھائی تھی اس کے عزیز و اقارب دوست احباب ان کے شمشیر جفا کے نذر ہو چکے تھے مگر جب قوم عاجز ہو کر سامنے آتی ہے تو ارشاد ہوتا ہے ”جاؤ تم آزاد ہو“

فَعَدَّ اٰیَاتِ رَسُوْلٍ لِّلّٰہِ مُعْتَدِلًا
وَالْعِزَّارُ عِنْدَ رَسُوْلٍ لِّلّٰہِ مُقْبُوْلًا

(۷)

اب اوس کا عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی ہے تمام عرب جو بیس سال سے مخالف تھے اطاعت کو فخر خیال کرتے ہیں تمام ملک عرب اجتماع اور اتحاد کے رشتہ میں مستحکم ہو گیا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اٰخُوۡۃٌ کے روحانی رشتہ نے خون قرابت اور نسل کے رشتوں کی جگہ لے لی ہے اور اب ایک کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر قائم ہو گئے ہیں جس کام کیلئے وہ مبعوث ہوا تھا وہ پورا ہو چکا ہے دین کی تکمیل ہو چکی ہے اسلام کی آواز عرب سے نکل کر دور دور تک پہنچ چکی ہے اس کا اصلی کام یعنی تمام عالم میں دعوت اسلام کا اعلان پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اب وہ اپنے مشن کی تکمیل کے بعد اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔

(۸)

آپ کے اخلاق پر نظر کی ضرورت ہو تو قرآن موجود ہے۔ کریم النفسی کو دیکھو دشمن سوتے ہیں تلواریں نکلتی آتے ہیں کہ قتل کر دے آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے دشمن دریافت کرتے ہیں کہ تجھے کون بچائے گا سنتا ہے خدا برتر اوس کے ہاتھ سے تلواریں گر جاتی ہیں آپ اٹھا کر دریافت کرتے ہیں اب تجھے کون بچائے گا دشمن عاجز ہو جاتا ہے اور آپ اسکو چھوڑ دیتے ہیں۔ رحم و کرم کو دیکھو دشمن سے دشمن پر بھی لطف و عنایت ہے شامہ سرور و انجذاب ایمان سے

مشرف ہوتا ہے اور اہل مکہ کے سد کا راستہ بند کر دیتا ہے قریش جاں بلب آپ کی خدمت میں آتے ہیں دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تمامہ کو حکم جاتا ہے غلہ بدستور جانے دو۔

میدان حدیبیہ میں آپ صبح کی نماز میں مشغول ہیں دشمنوں کی ایک جماعت اس ارادہ سے آتی ہے کہ نماز پڑھتے ہی قتل کر دے مگر اسیر ہو کر جب پیش ہوتے ہیں۔ تو بلا کسی سزا کے آزاد ہو جاتے ہیں۔ آپ کی صاحبزادی کو اونٹ سے کجاوا سمت کر دیا جاتا ہے جس کے صدمہ سے وہ بیمار ہو کر ہلاک ہو جاتی ہیں۔ آپ کے عزیز چچا کو نہ صرف شہید کیا جاتا ہے بلکہ انکی نعش کے ساتھ بے حرمتی کی جاتی ہے۔ مگر دیکھو ان تمام بے رحموں پر کیا رحم ملاحظت اور حسن سلوک کا برتاؤ کیا گیا۔

انبت از رسول اللہ ﷺ
والعفو عند رسول اللہ مامول

منکسر مزاجی کو دیکھو شہنشاہ دو جہاں سے بڑی کافر ش اور پتھر کا سر ہانا ہے گھر میں جلانے کیل تک نہیں دو دو دن کا فاقہ ہے۔ کئی کئی دن تک چوٹھا روشن نہیں ہوتا۔ حلم و عفو کو دیکھو سخت سے سخت درشت سے درشت باتیں بکمال خندہ پیشانی سن لیتے ہیں۔ ایک باد نشین آتا ہے اور چادر اس زور سے کھینچتا ہے کہ گردن پر نشان پڑ جاتا ہے اور کہتا ہے اے محمد خدا کا جواں تیرے پاس ہے وہ مجھے دے۔

تواضع و فروتنی پر نظر کرو کہ قوم کے بزرگوں کا اکرام ہوتا ہے غراب و مساکین کی عیادت فرماتے ہیں ضعیفوں بیواؤں کی خدمت کرتے ہیں مجلس میں جہاں ہالے بیٹھ جاتے ہیں۔

سخاوت ملاحظہ ہو وقت واحد میں سو سو اونٹ اور بکریوں کے منہ دے دیدئے جاتے ہیں لفظ نفی ہے کہ زبان پر نہیں آتا۔ گھر میں دو وقت کا فاقہ ہے تیسرے دفعہ کچھ میسر ہو لے وہاں آتا ہے ماحضر اسکو کھلا دیا جاتا ہے۔

”اگر ایک یتیم کو دیکھ کر دریائے رحمت جوش میں آ جاتا ہے تو ساتھ ہی فضالت و گمراہی کے مقابلہ میں کوہ استقلال ہے وہ عفو و کرم بخشش و مروت کا شہنشاہ ہے لیکن جد و جد اللہ کے جاری کرنے میں عدل و تعدل گتتری کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ عظیم و بردبار ہے مگر فضالت و گمراہی کے مقابلہ میں کبھی عجز کا اظہار نہیں ہوتا۔ حق صداقت کے اعلان میں مخالفتی پروا نہیں کرتا۔ فیاض ہے مگر صرف نہیں رحم و راحت کا پیکر ہے مگر خدا کی مجرم کیلئے نہیں۔

تجسس و بہادر ہے لیکن اظہار حق کیلئے منصف و عادل ہے لیکن صرف مسلمانوں کیلئے نہیں فاتح ہے مگر مغتوح کیلئے سراپا لطف و کرم، اور نوا اور اس کے اخلاق کا خدا خود مقرر ہے۔ اِنَّا لَعَالَمِ الْخَلْقِ عَظِيمٌ

(۹)

دیکھو نبی امی آیا اور اہل دنیا کو توحید کی تعلیم دے گیا جس نے نہایت صاف اور واضح طور سے ذہن نشین کر دیا کہ خدا کی ایک ذات لا شرعیہ ہے۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اُس نے سمجھا دیا کہ جسمانی عبادت نفس و قلب انسانی کے تطہیر اور تزکیہ کیلئے ہے اور بتا دیا کہ مذہب اکراہ اور جبر کو جائز نہیں رکھتا۔

آپ نے دنیا کو حریت و آزادی کی تعلیم دی اور یہ امر ذہن نشین کر دیا کہ سوائے خدا کے کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ آپ نے ظاہر کر دیا نسب و بزرگی کوئی چیز نہیں ہر شخص اپنے اعمال کا آپ ذمہ دار ہے۔ آپ نے آگاہ کر دیا کہ مرد و عورت ہر حیثیت سے مساوی ہیں۔ جہاں آپ نے عورتوں کو شوہر کی اطاعت کا حکم دیا وہیں مردوں کو حکم دیا کہ عورت سے نرمی کا سلوک کریں انہی عزت کریں اُن کے حقوق کی حفاظت کریں۔ اور پھر عام طور پر ہمدردی۔ تواضع۔ سادگی۔ راست بازی۔ ایٹلے عہد۔ یتیموں کی حفاظت۔ دوستوں عزیزوں ہم مذہبوں بلکہ تمام دنیا کے ساتھ محبت بزرگوں کے ساتھ ادب چھوٹوں پر شفقت اعلیٰ اوصاف کی تسلیم دی۔

(۱۰)

بتاؤ آج دنیا کا کون مذہب اپنے بانی مذہب کے صحیح اصول پر قائم ہے؟ بتاؤ آج وہ کون قوم ہے جس کا مذہبی قانون مکمل اور غیر مسخ شدہ ہے؟ کیا آج کوئی قوم کتم شہو میں اسی جہ جو توحید کے متعلق جامع اور واضح دلائل رکھتی ہے؟ بتاؤ آج کون ہے جس کا مذہبی اصول انسانی فطرت کے عین موافق ہے؟

وہ صرف مذہب اسلام ہی ہے جو آج چودہ سو سال سے اپنے صحیح احکام پر قائم و برقرار ہے۔ اسلام کے اخلاق اور معاشرتی زندگی کا معیار آج بیسویں صدی سوشلسٹوں کے معیار سے بہتر اور انسانی سوسائٹی کے فرق مراتب کے لحاظ سے موزوں تر ہے آج بیسویں صدی میں ایل یورپ مذہب سے مخوف ہو کر جس فطرتی مذہب کے تسلاشی ہیں اُن کیلئے اسلام سے بہتر کوئی مذہب نہیں مل سکتا۔ درحقیقت وہ صرف اسلام ہی ہے جو فطرۃ انسانی کے موافق ہے اور اسلام ہی سچا مذہب اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ ہذا اصولہ سرباط مستقیماً۔

گو آج مسلمان اپنے اعمال کے لحاظ سے باعثِ ننگ ہیں اور اونچی حالتِ زبان ہے لیکن ذرا چونکے اور بچھڑے

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید
یہ چمن بہمور ہوگا غنم تو چرسد

نصیر الدین شاہی
منشی فاضل



حیرت نہیں بے سایہ اگر ذات ہوئی
دُن راتھا جلوہ خدائش نظر
ٹکڑے کیا چاند کیا کرامات ہوئی
معراج ہوئی تو کیا نئی بات ہوئی

اَجَل حیدر آباد



تجھ سے فراہ ہے لے سید عالم کی سبھی
 چشمِ رحمت بگشا ایکہ تو اُمّی لفتی
 تیرے قدموں سے ہوا عالمِ اسلام بیا
 ہو گیا مذہبِ خفی کا جو گہر لکھ کر چٹا
 تجھ سے توحید کا دنیا میں ہوا استقرار
 سہ چھکانے لگے اسلام کے آگے انشراح
 تو نے اسلام کی دنیا میں مائی روق
 جبکہ طالع ہوا اسلام کا تھوڑا سیلوق
 جب رسالت کی ہوئی خلق میں تیری شہیر
 ناز اقبال پہ کرتی تھی ہر اک گئی تقدیر
 کیا ہوئی آج وہ اسلام کی پر نور بہا
 نہ وہ اخلاق ہے اور نہ وہ آجاء وقار
 سارے آفات کی گھنگھو گھٹا ہم پر ہے
 کفر کا آج نہ اچھو بخدا برتر ہے
 لٹے اب کو کلبِ قبال پہ ظلمت چھانی
 جز ترے اور ہو مسلم کی کہاں شہوانی
 موجبِ باس ہے اسلام کی اب شادابی
 تیرے بیمار کی ہر بڑھنے لگی بیتابی
 سوزِ شوق سے بیتاب مسلمان ہیں حضورؐ
 اپنے کربوت سے ہم آپِ پشیمان ہیں حضورؐ
 جامِ رحمت کی طلب رکھتی ہے آتشِ لبی
 نیدا القوم توئی ناشمی و مطلبی
 تیری معیت ہی سے سب نورِ ہدایت پھیلا
 تیرے اعجاز رسالت کا پہلا کیا کہنا
 داخلِ ملت بیضا ہوئے میدانِ کفار
 جہل سے ہو گئے تاب کہ جو تھے ناہنجار
 کر دیا کفر کے جہے کو زمانے میں نفق
 خل تھے مسئلہ ظلمت چھیدہ ادق
 پھر لگی ہوئے مسلمانوں کی ہر جا توفیر
 لیکن اس خواب کی کچھ اور ہی نکلی تعبیر
 کیوں مسلمانوں پہ چہایا ہے ہترانِ بار
 بات کیا ہے کہ میں سر کا بھی تم سے پیرا
 بارشِ قہر ہے اسلام کا تنہا سر ہے
 اب خدائی کی نگاہ کہنے بت ہے پر ہے
 باعِ اسلام پہ کیا آج مصیبت آئی
 دینِ اسلام کی کیا کیا نہ ہوئی رسوائی
 کشتیِ دین کی اس بحر میں ہے غرقابی
 اے طبیبِ قلبی خیر کہ نحو خوابی
 رحم فرمائیے ہم سخت ہی ناالان ہیں حضورؐ
 ایک انامی تیری ہر اک سے پریشان ہیں حضورؐ



کو کلام الہی اور حکم محکم ماننے والوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر صادق اور آج کے فرمان کو حکم ناطق جاننے والوں کے پاس تو آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا بوجہ اتم ثابت ہوگا اور بالضرور ہونا بھی چاہیے۔ اگر ان حضرات میں سے بھی کسی کو یقین کامل حاصل نہیں تو قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ (ما کان محمدؐ الا احد من المرسلین لکن رسول اللہ و خاتم النبیین) ترجمہ محمدؐ تھوے مردوں میں سے کسی کی باپ نہیں ہیں وہ تو اللہ کے رسول ہیں (اور خطوں کی حر کی طرح سب) پیغمبروں کے آخر میں ہیں اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کی یہ حدیث شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ختم نبی لہ فی رسالت مجتہد تمام ہو گئی۔ اور ترمذی شریف کی یہ روایت کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر برہان قاطع و دلیل ساطع ہے۔ اور اگر آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً سورہ مائدہ پارہ ۳ (تو جسے اب ہم نے تمہارے دین کو پورا کر دیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا اور تمہارے لئے (اسی دین اسلام کو پسند فرمایا) کے جامع مضمون پر غور کیا جائے تو کہنے لگا طے ختم نبوت کا ثبوت مل سکتا ہے کہ جب دین کی تکمیل اور تمام نعمتوں کا تمام ہو چکا اور اسلام حکیم مطلق کا پسندیدہ مذہب ٹھہرا تو اب نہ کسی جدید مذہب کی ضرورت باقی رہی۔ نہ صاحب مذہب کا موجود ہونا ضرور ہوا۔ بلکہ دین اسلام دین مکمل خاتم ادیان ٹھہرا اور باقی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کامل ترین پیغمبر الہی آخر الزماں ثابت ہو چکے۔

اس کے بعد ہمارے مخاطب وہ صاحبین ہیں جو قرآن پاک کو خدا تعالیٰ کا کلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر آخر الزماں نہیں مانتے ہیں یا وہ حضرات جو قرآن پر ایمان اور

آنحضرت پر ایمان ہونے کے باوجود بھی ختم نبوت ہونیکے قائل نہیں ہیں۔ پہلے ہم دلائل نقلیہ سے ثابت کرینگے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اس کا ثبوت دیگر مذاہب کی آسمانی کتابوں اور پیشواؤں کے اقوال سے ثابت ہے (کاش تمام آسمانی کتابیں ابتدائے نزول سے آج تک ہمارے قرآن پاک کے مانند تلف و مفقود ہونے سے محفوظ اور تحریف و تبدیل سے مصئون رہتیں کہ ہم کو اس سے کہیں زیادہ صحت کے ساتھ ثبوت مل سکتا اور صریح طور پر ہمیں اپنے دعوے کے واضح دلائل ملجاتے۔ تاہم بھی خدا تعالیٰ کا فضل اور اسلام کی حقانیت کی یہ بھی نشانی ہے کہ تحریف شدہ کتب سے بھی ہماری غرض ایک حد تک اچھی طرح پوری ہو سکتی ہے۔

دلائل نقلیہ

۱) دلیل (۱) توریت کتاب استناب میں خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ میں ان کیلئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھسا ایک نبی برپا کروں گا اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنھیں وہ میرا نام لیکے کہے گا۔ نہ سنے گا تو میں اُس کا حساب اُس سے لوں گا لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات کہے میرے نام سے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ یہ بشارت نہ صرف آنحضرت کی تشریف آوری کی بشارت ہے بلکہ یہ آپ کے خاتم النبیین ہونے پر صریح طور پر دال ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمعیل تھے۔ اور بنی اسمعیل میں آنحضرت کے سوا کوئی اور پیغمبر نہیں ہوا اور جنھوں نے انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر امور میں مثلاً استقلال شریعت و حکم جہاد و صاحب حکومت ہونے میں موسیٰ کے مثل تھے۔ (سوا ان باتوں کے قریباً چالیس کمالات ذاتیہ میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کے مانند تھے۔ بلکہ سوائے آپ کے کوئی نبی حضرت موسیٰ سے مشابہت نامہ نہیں رکھتا۔ اور بنی اسرائیل میں ایک پیغمبر بھی موسیٰ کے جیسا نہیں ہوا دیکھو توریت کتاب استناب باب ۱۱ کے پھر قائم نہ ہوا کوئی نبی بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند جس نے پہچانا (ہو) اللہ کو وہ بدو اور تو اور خود حضرت عیسیٰ بھی مستقل صاحب شریعت نہ تھے (دیکھو انجیل متی باب ۱) علاوہ اس کے کلام مجید کا آنحضرت پر نازل ہونا اور آپ کا وجود ہزاروں

جانی دشمنوں کی موجودگی کے اعلیٰ درجہ کی سلامتی کے ساتھ اپنی عمر شریف کی تکمیل کے بعد وفات فرمانا اور جھوٹا دعویٰ نبوت کرنے والا مسئلہ کہ اب حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں قتل ہونا۔ آنحضرت کی نبوت کی صداقت کا قطعی فیصلہ ہے اور نیز آپ کے خاتم النبیین ہونے پر کافی دلیل کہ اگر آپ کے سوا کوئی اور زیادہ شاندار پیغمبر نہ آیا ہوتا تو خدا تعالیٰ حکیم و علیم کو کیا ضرورت تھی کہ اعلیٰ ترین فرد پیغمبر کے ذکر کے عوض آپ کا ذکر مبارک کرتا اور اگر آپ کے ہم پلہ پیغمبر کی بھی پیدائش ممکن ہوتی تو خدا تعالیٰ پاک ترجیح بلا مرجح ذکر تا اور تورات میں آپ کے ذکر کے ساتھ ساتھ آپ کے ہمسر بنی کا ذکر بھی ضرور فرما دیتا۔ مگر چونکہ آپ ہی سب سے مکمل و افضل تھے اس لئے موسیٰ کو آپ کے آنے کی خوشخبری دیدی اور کسی دوسرے بنی کا ذکر فرمایا لہذا آپ فضل الانبیاء ہیں اور خاتم پیغمبریں۔

لاکھیل (۲) حضرت داؤد علیہ السلام ایک آنے والے بنی کا ذکر و مدح اس طرح فرماتے ہیں۔
(زبور باب ۱۷) تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں میں لطف ڈالا گیا ہے۔ اس لئے خدا نے تجھ کو بہت تک مبارک کیا اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری شجاعت اور بزرگی سے حائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ اور اپنی بزرگواری سے سوا رہا اور شجاعت و ملائمت اور صداقت کی واسطے اقبال ہندی سے آگے بڑھ
تیرا تخت لے کر اوندھا لے آیا باد ہے تو صداقت کا دوست شرارت کا دشمن ہے پھر آگے چل کر فرماتے ہیں میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ہر آباد تیری ستائش کریں گے۔ انتہی۔ انصاف پسند صاحبین غور کریں کہ حضرت داؤد کے بعد ان اوصاف سے متصف سوائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا بنی ہرگز نہیں ہوا۔ آنحضرت ہی میں یہ اوصاف کماحقہ پائے جاتے ہیں آنحضرت کا سب سے زیادہ حسین ہونا تاریخ سے ثابت احادیث صحیحہ سے محقق۔ آپ کے شیعہ ائمہ صحابی حضرت حسن و احسن کی شان حسن کو یوں ظاہر فرماتے ہیں۔

واحسن منك لم ترقط عینی واجمل منك لم تلد النساء

علیؑ نہ احسن و انور کا شیریں گفتار صادق القول فصیح البصفا۔ البلیغ العلیف۔ اشجع الناس۔
حکیم الطبع خلق مجسم ہونا قطعاً ثابت اور آپ کا صداقت کو پھیلانا اور شر و فساد کو دنیا سے مٹانا کسی دلیل کا محتاج نہیں عیاں راہچہ بیاں۔ جب ہر طرح آپ اس بشارت کے

تاجِ ظہر منظر
۱۳۲
مصدق ہو چکے تو کتاب زیور اور حضرت داؤد علیہ السلام کے قول سے آپ کا ابد تک مبارک مسودہ رہنا اور آپ کے تحت (یعنی نبوت و رسالت) کا ابدالاً بآدمیک قائم رہنا یقینی ٹھہرا (اس لئے کہ الہامی زبان میں خداوند سے خدا کا بنی مراد ہوتی ہے جیسا کہ زبور (۸۲) میں ہے خدا کی جماعت میں خدا اکبر ہے) خلاصہ یہ کہ آپ کی نبوت اور روحانی حکومت ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے لگی اور آپ ہی کا ذکر خیر تا ابد جاری رہے گا۔ پس آپ خاتم النبیین سید المرسلین ہیں۔ ۱۲۔

لائل (۳) حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کی یوں مدح سرائی فرماتے ہیں (زیور غزل الغزل باب ۱) میرا محبوب نورانی گندم گوی ہزاروں میں سردار ہے..... پھر اس پیارے محبوب کے سہ چار کھ۔ زلف مشکیں۔ رخ روشن اور قدر عا کی تعریف کر نیکی بعد یوں فرماتے ہیں کہ اُس کا کلاہنایت شیریں اور وہ بالکل محمد یعنی تعریف کیا گیا ہے یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب اسے پیویر و شلم کی۔ دیکھو صاف طور پر نام نامی کا انہار اور خاص محبت کا اقرار ہے اور جو اوصاف حضرت سلیمان نے بیان فرمائے ہیں وہ ستر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی میں نہیں پائے گئے آپ کا حسین و نکیل گندم گوی وغیرہ ہونا مقواترہ حادثہ کے علاوہ غیر مذہب والے مورخین کے اقوال سے بھی ثابت جو ظاہر کرتے ہیں کہ اس شہادت کے مصداق آپ ہی ہیں ایڈورڈ گن صاحب مشہور مورخ عیسائی لکھتے ہیں۔ اس شخص حسن میں شہرہ آفاق تھے (دھو محمد الاسلام ص ۱۵) اسی طرح بہت سے اقوال ہیں جو بخوف طوالت قلمبند نہیں کیے گئے۔ پھر اگر اس حضرت خاتم النبیین و سرتاج الانبیاء نہوتے تو حضرت سلیمان کبھی آپ کو سردار اور اپنا دوست و محبوب نہ فرماتے کہ جب تک کوئی خاص وصف کسی میں نہو اُس وقت تک مدح سرائی نہیں کی جاتی اگر کوئی دوسرا نبی آپ سے بہتر آنے والا ہوتا تو سلیمان اُسی نبی کا ذکر کرتے اور اُسی کی محبت کا دم بھرتے۔

لائل (۴) حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں (انجیل متی باب ۱) تو بہ کرو آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی اور انجیل یوحنا باب ۱۲-۱۵-۱۶ اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو مجھے چھو کر ان کو حفظ کرو اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور تمہیں دوسرا تسلی دینے والا (فارقلیط) دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے اور چند آیات کے بعد اسی کے متصل یہ فرماتے ہیں لیکن وہ فارقلیط یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور سب باتیں جو میری کہی ہیں تمہیں سکھائے گی۔ ۱۔

و نائیک گاہ میں نے تم کو اُس کے آنے سے پہلے خبر کر دی تاکہ جب وہ آوے تب تم اُس پر
یمان لاؤ بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کر دینگا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے
اور تجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے..... لیکن جب وہ غارتیہ آئے گا تو تمہیں راہ حق
بتلایئے گا کس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا بلکہ جو جسے گا سو کہے گا اور تمہیں آئندہ کی
خبر دے گا۔ انتہی۔

بتاؤ کہ آپ کی نبوت و بادشاہت آسمانی تھی نہ زمینی انہو نے میکس و بیلے ہسی کے
باوجود آپ کو بادشاہت قائم ہونا اور آپ کی نبوت کا شہرہ پراورد انگلیٹیم میں پھیل جان
اور روز افزون ہوتی پاتے رہنا جو سیکرٹورس سے ہے آسمانی بادشاہت میں ترقی اور گلیاہ۔
اس انجیل پر پہلے فارقلیط کے خاص نام احمد کے ساتھ بشارت نہ گور تھی (چنانچہ خود
پادری کبرست صاحب کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت محمد ہیں) مگر جب یونانی زبان میں
ترجمہ ہوا تھا تو ترجمہ کیا کہ جیہیر کلوس (جس کے معنی احمد ہیں) کر دیا پھر جب یونانی سے
عربی میں ترجمہ کیا تو اس کا معرب فارقلیط بنا لیا چنانچہ ایک پادری صاحب ایک رسالہ
(مطبوعہ کلکتہ) میں جو لفظ فارقلیط کی تحقیق میں انھوں نے لکھا ہے۔ لکھے ہیں کہ لفظ
فارقلیط یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے الخ اس کے علاوہ مسٹر جان ڈیون یورٹ
تحریر فرماتے ہیں، ”مجھے اس میں شک نہیں کہ اُس شخص سے جس کے آنے کی خبر اپنے بھائیوں
ہیں سے موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو دی ہے اور فارقلیط جس کی خبر عیسیٰ مسیح
نے انجیل یوحنا میں دی ہے۔ محمد صاحب مدد ہیں۔ غرض خواہ فارقلیط کے معنی احمد
و محمد کے ہوں یا سفارش کرنے والے اور وکیل کے یا تسلی دینے والے کے ہر کیفیت
سوائے آنحضرت کے اور کوئی فارقلیط کا مصداق نہیں۔ بتاؤ۔ حضرت مسیح کے بعد
نزد سرائستی دینے والا یا وکیل و شفیع اور معین یا احمد و محمد دنیا میں کون آیا ہے بیشک
دین حق کی مضبوطی لوں کی تمام روحوں کی۔ تسلی آپ ہی کے ذات والا صفات سے
ہوئی اور آپ ہی نے شفیع و معین اور وکیل کا لقب حاصل فرمایا آپ ہی احمد و محمد کے
مبارک ناموں سے موسوم ہوئے۔ آپ ہی نے عیسیٰ کی کہی ہوئی باتوں کو یاد دلایا
اور بیشک آپ کے اوصاف و خصوصیات حضرت عیسیٰ میں نہ تھے۔ آپ ہی کی

اپنے نفس کی خواہش سے نہیں کتا بلکہ جو اس پر وحی ہوتی ہے وہی کتا ہے اور آپ ہی نے سیکڑوں پیشین گوئیاں کیں جو سب سچی نکلیں۔ ۱۲۔

غرض جب فارقیط سے آنحضرتؐ ہی کا مراد ہونا ثابت ہو چکا اور اس بشارت کے بالکل مصداق حضور ہی ہوئے تو حضرت عیسیٰؑ کے قول سے حضور انورؐ کی نبوت کا ابدی و دائمی ہونا اور آپ کا ہر ایک چیز کی تعلیم یعنی نبوت کی تکمیل فرمانا اور راہ حق کی طرف راہنمائی کرنا اور آپ کا جہان کا سردار ہونا (کہ نبی اپنی امت کا سردار ہوتا ہے) قطعاً محقق ہو گیا۔ پس جب آپ کی نبوت ابدی اور آپ مکمل بنی اور رہبر راہ حق اور سردار جہاں ٹھہرے تو آپ کو خاتم النبیین سید المرسلین۔ پیغمبر صادق کیوں نہ کہا جائے اور آپ پر ایمان لانے سے کیوں دریغ کیا جائے ۱۲۔

لا لیل (۵) (سبعیہ باب ۵۲) دیکھو میرا بندہ اقبال مند ہو گا وہ بالا اور ستودہ ہو گا اور نہایت بلند ہو گا۔ اس بشارت میں بندہ اور ستودہ کے پیارے لفظ قابل غور ہیں اور صاف طور سے کہہ رہے ہیں کہ اس سے مراد آنحضرتؐ ہی ہیں۔ پڑھو ۱۔ شہد ان محمد عبدلاً ورسولاً تو معلوم ہو گا کہ اسی عبد و محمد کا ترجمہ بندہ اور ستودہ ہے پس اس بشارت میں آنحضرتؐ کے صریح نام (یعنی ستودہ کہ محمد کے بالکل ہم معنی ہے) کے ساتھ آپ کی اقبال مندی و برتری اعلیٰ درجہ کی رفعت کی بشارت ہے اگر آپ خاتم النبیین و سید المرسلین نہ ہوتے تو آپ کو صاحب اقبال بالا و برتر اور نہایت ہی بلند نہ کہا جاتا ۱۲۔

لا لیل (۶) (توریت کتاب استثناء ۲۳ باب ۲۔) خداوند سیدنا سے آیا اور شیعہ سے اُن پر طلوع ہوا اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قد و سیویں کے ساتھ وہ آیا۔ اور اُس کے داہنے ہاتھ ایک تیشی شریعت ان کی گئی تھی ۱۲۔

طور سینا پر حضرت موسیٰ کو توریت اور کوہ شیعہ پر حضرت عیسیٰ کو انجیل خدا کی طرف سے ملی اور کوہ فاران بالاتفاق مکہ معظمہ سے مراد ہے کیونکہ فاران مکہ معظمہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے کہ وہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے اور وہیں حضرت پر قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تھا پس کوہ فاران سے خدا کے جلوہ گر ہونے سے قرآن اتارنا مراد ہے۔ دس ہزار قد و سیویں کے ساتھ فتح مکہ دن

آنحضرت کی تشریف آوری اور مجرموں اور ستمگار مشرکوں کو بذریعہ شمشیر سزا دہی بتلا رہی ہے کہ اس بشارت کے مصداق ہمارے حضور ہی ہیں۔ پس طرز بیان اور ترتیب آیت اوریت سے (کہ پہلے موسیٰ علیہ السلام پھر علیہ السلام کا بعدہ آپکا ذکر کیا گیا ہے) خود ظاہر ہو گیا کہ آپ خاتم النبیین ہیں آپکے بعد کوئی اور نبی نہ ہوگا۔

لذلیل (۷) (انجیل متی باب ۲۲) یسوع نے انھیں کہا کیا تم نے نشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کوئے کا سر ہو یا یہ خداوند کی طرف سے ہے ہمارے پتھاری نظروں میں عجیب سٹے میں تم سے کتا ہوں کہ بادشاہت تم سے لیجاے گی اور ایک قوم کو جو اس کا میوہ لاوے دیجاے گی جو اس پتھر پر کر گیا چورا ہو جائیگا پر جس پر وہ پتھر گر گیا بیس ڈالیکا ۱۲ انتہی۔ قوم عربکے بے علمی و بے ہنری کے سبب یہود و نصاریٰ کے پاس ناپسند رہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیوی مال و اسباب نہ رکھنے اور بادشاہوں کی اولاد میں نہ ہونے اور یتیمی وغیرہ کے باعث ہر ایک کے نزدیک گویا ناپسند پتھر کے مانند ہونا اور آپکا تمام جہان کے رسول ہونیکو سب کا امر عجیب سمجھنا اور جنگ بدر میں حملہ آور قریش مکہ کو آنحضرت کا جو چور کر دینا اور خود آنحضرت کے لئے جس پر چڑھائی کرنیکا اتفاق ہوا اُسے آپکا چوراکرانا (چنانچہ فتح مکہ میں اہل مکہ کا اور اس سے پہلے اہل خیبر وغیرہ کا جو حال ہوا ناظر ہے اور آپکے بعد صحابہ کا ایران و روم وغیرہ پر حملہ آور فتح یاب ہونا ثابت ہے) ظاہر طور پر بتلانا ہے کہ اس بشارت میں قوم سے مراد عرب اور پھر سے مراد ذات آنحضرت ہے چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث سے اسکی اور وضاحت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی ایک ایسے محل کی مثال ہے کہ تمام محل خوب بنا لیکن اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی سو وہ اینٹ میں ہوں پس مجھی پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا۔ ۱۳

جب آنحضرت کا اس بشارت کے مصداق ہونا ثابت ہو چکا تو بشارت مذکور میں یہ مضمون کہ وہی (پتھر) کوئے کا سر ہو اوصاف طور سے بتلانا ہے کہ آپ نبوت کے محل کو ختم کرنے والے اور سب نبیوں کے آخری وغیرہ ہیں۔ لہذا آپکا نام خاتم النبیین بالکل صحیح اور مکمل ہے۔

لا لیل (۸) مذہب آتش پرست کے بانی حکیم زرتشت کے خلیفہ اعظم سکیم جا پاسپ (جس نے ازروئے حساب نجوم قیامت تک کے ہونے والے اہم واقعات کو قلمبند کیا) کی کتاب جا ماسپتہ مر سے ہم چند فقرے یہاں درج کرتے ہیں جس سے آنحضرتؐ کے بنے نظیر پیغمبر ہونیکا ثبوت ملے گا، اولاد ششم میں ایک مرد بزرگ پیدا ہوا جو قد میں میانہ ہے اور رنگ میں کالا نہ گورا (یعنی ساڈلا) خوبصورت خوش کلام سحر بیان دعویٰ نبوت کرے گا۔ تلوار اس کی برمان ہوگی۔ اس کا مذہب آتوں لایتوں میں جائیگا۔ اسکی اولاد نرینہ زندہ نہ رہے گی البتہ لو کی سے نام چلیگا۔ اس کا دین دن بدن ترقی کرے گا پچھلے اکثر بادشاہوں کی حکومتیں اسکے زیر نگین آجائیں گی۔ تاج کی جگہ سر پہ عمامہ رکھے گا اگر اسکی ہر ایک بات بیان کروں تو کلام بڑھ جائے۔ تاہم یہ کہنا ضروری ہے ہمارے زمانہ کے رسوں کا وہ نشان تک نہ چھوڑے گا کہ آتشکدے اسکے حکم سے سمار کر دئے جائیں گے (غرض) جو کچھ وہ کرے گا کسی نے نہ کیا ہوگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہ سب علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں پائے گئے اور یہ بیان کہ اس کا دین دن بدن ترقی کرے گا (اور وہ نبی) جو کچھ کرے گا کسی نے نہ کیا ہوگا۔ دوسرے ادیان سے آپ کے دین کی اور سب نبیوں سے آپ کی افضلیت کو ثابت کر رہا ہے نیز یہ کہ آپ خاتم النبیین ہیں کیونکہ اگر آپ کے بعد بھی کوئی اور پیغمبر آئے تو لاہوتا یا حضرت عیسیٰؑ و موسیٰؑ خاتم پیغمبران ہوتے تو ان کا ذکر بھی اس آیت تال در شان و شوکت کیساتھ کیا جاتا جب کسی میں ایسے نایاب اوصاف کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا ثابت ہے کہ آپ خاتم و سرور پیغمبران ہیں۔ اب ہم اپنے مدعا کے ثبوت میں چند اصحاب ہنود کے اقوال درج کرتے ہیں۔

لا لیل (۹) مھنوں ازلا لہ نشن داس صاحب حضرت محمد صاحب لیونک ولی پیر دنگے پیر آسمان نبوت کے سورج ہادیان مذاہر ہے سہ تاج اور رہنمایان دین کے رہبر تھے قریباً سارا یورپ۔ کل امریکہ اور آسٹریلیا حضرت عیسیٰؑ کا پیر و کار ہے چین جاپان سیام اور چینیتا مارماتا مابہ کا دم بھرتا ہے مگر جس عزت و توقیر اور تعظیم و تکریم صدق و ارادت اور پریم پرستی کے ساتھ خاتم الانبیاء محمد صاحب کا نام لیا جاتا ہے کسی دیگر پیر پیغمبر ولی۔ گرد۔ رشی اور نبی کا ہرگز نہیں لیا جاتا۔ یہ ساری باتیں اس امر کا یقینی ثبوت ہیں کہ حضرت محمد صاحب غیر معمولی طاقت والے غیر معمولی انسان تھے اور نوع انسان کی اصلاح کے لئے خدا کے فرستادہ۔

لا لیل (۱۰) اور بابوشیو برت لال صاحب منیم۔ اے کا قول ہے۔ محمدؐ نے اپنی

زندگی میں اور وہ بھی صرف دس بارہ برس کے زمانہ میں عرب کی حالت تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور کچھ کا کچھ ہو گئے یہ زبردست قوت ارادی یہ سہمی استقلال یہ کار خدا میں جان شاری کہاں دیکھنے میں آتی ہے تواریخ میں مثالیں تلاش کرو مشکل سے اس قسم کی دوسری نظیر نظر آئے گی کیونکہ محمد اپنی آپ مثال تھے۔ یہجئے الفضل کا شہدات بلہ الاموال۔ غیر مذہب والے بھی آنحضرت کو مذہب کے پیشوا سے اعلیٰ وافضل اور خاتم النبیین مانتے ہیں اب ہم یہ ثابت کرینگے کہ از رو عقل بھی ہمارے سردار سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاتم النبیین ہیں۔

دلائل عقلیہ

دلیل (اول) فن اخلاق میں یہ ثابت ہے کہ فضائل چار ہیں حکمت عفت سجا عدالت۔ اور ہر فضیلت کے لئے ایک حد معین ہے اور اس حد سے تجاوز کرنا خواہ افراط کی طرف ہو یا تفریط کے جانبی ذلت کہلاتا ہے۔ پس فضائل بمنزلہ اوساط کے ہیں اور ردائیں بمنزلہ اطراف کے جس طرح مرکز اور دائرہ۔ کہ مرکز و وسط میں ایک ہی نقطہ ہوا کرتا ہے اسی طرح علم ہندسہ میں ثابت ہے کہ دو لفظوں کو ملانے والے خطوط میں سے جسے چھوٹا خط۔ خط مستقیم ہوا کرتا ہے (جو باعتبار افراط و تفریط کے وسطی خط ہوتا ہے) اسی طرح اطمینان کے پس جس شخص کا فراج اعتدال حقیقی کی طرف قریب تر ہوگا وہ صحت میں کامل پایا جائیگا بغرض ان تمام امور سے ثابت ہوا کہ اصل فضیلت و خوبی اور نزدیک سے نزدیک کا راستہ۔ اور صحت و ندرستی کی اصلیت۔ اعتدال کا پایا جانا اور افراط و تفریط سے خالی ہونا ہے پس مذہب میں بھی جو مذہب اعتدالی حالت پر ہو اور افراط و تفریط سے مبرا پایا جائے گا وہ افضل لہذا مذہب اور اس مذہب کا بانی تمام بانیان مذہب کے افضل بالضرور ہوگا۔ چونکہ اصل فضیلت اصل صحت اعتدال کا پایا جانا ہے اور وسط کا راستہ ہی دیکھ کر نزدیک کا ہو کر تا ہے تو یہ معتدل اور متوسط مذہب ہر قسم کے خیال پیدا کرنے اور تمام روحانی بیماریوں کے شفا دینے اور سالک کو منزل مقصود تک جلد سے جلد پہنچانے کا اعتبار اس قابل یقیناً ہوگا کہ وہ مذہب خاتم المذہب اور بانی مذہب خاتم النبیین ہوتا ہے و ذرا دیگر مذہب اسلام کا مقابلہ کرو تو معلوم ہو جائیگا افراط و تفریط سے ایک صاف اعتدال والا مذہب یہی ہے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں (کتاب و انبیاء) امت کے

سخت (مزہ کے) احکام میں بہت ہی سختی ملحوظ تھی مثلاً قتل نفس بنا بر توبہ - قطع
اعضائے خاویہ - قطع موضع نجاست - عدم جواز نماز غیر مسجد میں چرنی اور گریگ کی شمت کی
حرام ہونا - اور چوتھائی مال زکوٰۃ دینا - غرض قصاص کا حرام ہونا - اور پچاس نمازوں کا
ذبیح ہونا - وغیرہ وغیرہ - حضرت عیسیٰؑ کے احکام میں سراسر نہی کا ظہور تھا اور ان کے
پیروں نے تو اور بھی آسانی کر دی چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کی شہادت میں زانی اور متزاق کو مطلق
سزا نہیں - تلافی تو یکطرف انصاف سے کا لینے کی بھی جائز تھی چنانچہ انجیل میں ہے کہ اگر
تیرا بھائی تیرے ایک گال پر ٹپانچ مارے تو دوسرا گال بھی اُسکی طرف پھیر دے اگر کوئی
تیرے عبا اُتارے تو اُس کو گرتا بھی اُتار دے اگر کوئی گناہی دے تو تو اُسکے لئے دعا مانگ
جو بس مقدس کا یہ قول درج انجیل میں ہے کہ یہ کون کسے لئے - کچھ پتا نہ ہے پر نہ پتہ کورہ
کے لئے کچھ بھی پاک نہیں (اور یہ بھی کہ حضرت مسیحؑ اپنی امت کے لئے ہونا تھا رفقاء ہیں صلیب پر
چڑھے) عیسائیوں میں طلاق کے متعلق اس قدر سختی کہ زمانہ کے ایک کئی مانت میں غلام ہو رہی
نہیں تھی - یہودیوں کے ماں باپ بات پر طلاق جائز نہ تھی نہ باپ بیٹا نہ بیٹا نہ بیٹا
اور ان کا گوشت نہ کھانے کے لئے اس قدر سختی سے احکام ہوئے کہ کس جانور کو ذرا سی بھی
زحمت و تکلیف نہ دیکھائے حتیٰ کہ موزی سے موزی جانور کہہ سکتا بھی انتہائے رحم و کرم
کی تاکید چنانچہ سانپ جیسے قاتل جاندار کو دودھ پلانا باعثِ اجر اس کے برخلاف بعض مذہب
میں ایسی تعیم اور جانوروں کے متعلق وہ احکام کہ حلال و حرام ذکر کیا بلحاظ غلطت و
کیا باعتبار بھیجائی معدن خرابی و پلیدی ہوئی کہ باوجود خنزیر، عین کا گوشت تک جائز اسلام
کے اصول پر غور کرو (درشتی و نرمی ہم در بہ است) کے مصداق جن جانوروں کا گوشت حلال
وغیرہ تھا وہ حرام بعض دیگر حلال گردانے گئے اسی طرح عورتوں کے متعلق کسی فرقہ کا یہ خیال
کہ مرد و عورت مساوی اور ہر معاملہ میں خواہ کیسے ہی پایہ کا ہو یہ مردوں کے ساتھ عدل
و بہیم ہیں کسی کے پاس ان کی وہ کس میزبانی کی حالت کہ زندگی تو جیسی کچھ مجبوری کیساتھ
بسر کرنا ان کا فریضہ ہے - انتہائے غلامی یہ کہ ہرنی بی مثوں ہونے کے انتقال کے ساتھ اپنے بھی
تمام خواہشات و تمناؤں کا خون کرنے پر مجبور کیجاتی ہے اور اس کے لئے یہ واجب گردانا
جدا ہے کہ وہ اُس کے ساتھ زندہ درگور نہیں نہیں زندہ درآتش ہو جائے اور جل بہنکر
اپنے آرزوؤں کو نہ صرف آرزوؤں کو بلکہ زندگی کو بھی خاک کر دے - اگر عقلاً مذہب سمجھ کر یہ

طریقہ ترک بھی کرو یا جاسے تو یہ حکم ضرور قائم رہے کہ مرد کے انتقال کے بعد عورت کسی مصروف کی نہ رہے بلکہ اس کو ہر حیثیت سے اس قدر ذلیل و ناکارہ رکھا جائے کہ اس میں اور پڑے سے پڑے مجرم غلام میں کوئی فرق نہ پایا جاسکے۔ اسلام ہوا وہ اعتدال والا برحق انداز ہے جس نے ایک طرف تو الرجال قوامون علی النساء کہہ عورتوں کے نقصان عشق کو پڑھنے سے روک رکھا اور ان کے حد اعتدال قائم کرنے کا ذریعہ پیدا کر دیا اور دوسرے طرف (وعاشروھن بالکملی ووف) کے خطا ہے عورتوں کو ہر قسم کے ظلم سے مامون بنادیا۔ اور خداوند کے انتقال کے بعد ایام عدت گزارنے کے بعد عام آزادی دینے کی یہی کہ عقد ثانی جس سے چاہے کرے۔ تمام دنیا کے منہ ہر کھلے اور اس کے احکام کا منہ نہ کہ وہ تو حضور و انیس یا افراط کا پتہ چلیگا۔ یا تقریط کا۔ سوائے مذہب اسلام کے کہ ہر طرح کی کمی زیادتی سے متبرا اور اعتدالی و وسطی کیفیت سے ممتاز ہے یہ اعلیٰ درجہ کی حکمت اور دائمی تفصیلت والا اور بندہ کو خدا تک نزدیک سے نزدیک کے راستے سے پہنچانے والا مذہب اگر یہ تو یہی متوسط و معتدل مذہب اسلام ہے۔ لہذا اس کے ہونے کسی دوسرے مذہب کی ضرورت باقی نہ رہی اس لئے مذہب اسلام خاتم المذاہب ہے اور اس مذہب کے بانی جس کا مبارک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے خاتم النبیین ہیں۔ لکن (دوم) اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا کہ مذہب ایک فطرتی چیز ہے کسی انسان کو مذہب کے بغیر گزیر نہیں۔ قریم زمانہ سے تمام انسانی گروہوں میں خواہ وہ وحشی و جاہل ہوں یا مہذب اور شائستہ کوئی نہ کوئی مذہب ضرور شائع و ذائع ہے اگر یہ لفظ مذہب کے معنی کا حقیقی مصداق بہت کم انسانوں نے سمجھا ہے۔ اب غور طلب ہے۔ اگر یہ کہ بہتر سے بہتر مذہب کس کو کتنا پیلا ہے اور کمال و مکمل مذہب کی کیا تعریف ہے۔ آج جبکہ علوم و فنون بہت بے غلط انداز میں ہیں اور تمدن و شائستگی زمانہ میں پھیل چکی ہے اور تو انہی قدرت اور توانا فطرت کے سرخ رنگے جا رہے ہیں فطرت کے ان تمام مرحلوں کے طے کر کے بعد عالمی یورپ نے اس مذہب کا اعتراف کیا ہے کہ اس عالم کے لئے ایک خالق ہے جو حکمت اور قدرت والا ہے اور تمام صفات کمال کے ساتھ متصف اور ہر قسم کے محبوب اور نقائص سے منزہ اور مقہور ہے اس نے عالم کو ایک خاص نظام کے مطابق پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد علمائے دینیہ نے نظام عالم کا تو انیس فطرت کا استقراء کر کے یہ ثابت قائم کیا

کہ جہاں عالم کسی چیز کا محتاج نہیں ہو سکتا بلکہ اُس کی ذات مخلوقات سے مستغنی ہے پھر علمائے
یہودیہ کا قول ہے چونکہ خدا کے افعال عجب اور متناقص ہو نیکیکے عیب سے منزہ ہیں اس لئے وہ
عبادت جو خدا کو مرغوب ہو فی چاہئے وہ ان تو انین فطرت کے مطابق ہو جو کائنات میں مسلط
ہیں اور ان رعبات و احساسات کے مناسب ہو جو انسان کی جبلت میں پیدا کئے گئے ہیں۔
اس مضمون پر یہ بات کی بنا پر علمائے یورپ کے ایک کردہ اکثر نے اپنا طبعی مذہب بے بنیاد کیا ہے۔ اس موضوع
پر علامہ رفیع الدین ریسین (Rashid Rissin) نے جو اس جدید مذہب کا سرگرم مبلغ و معاون
ہے لکھا ہے کہ ہم نے زندگی میں وہ فرض ادا کرتے ہیں جو خدا نے اپنی عنایت سے ہمارے لئے قرار
دیا ہے اور جب ہماری زندگی ختم ہو جائیگی تو جزا و ثواب کا اُس کو اختیار ہے اُس کے بعد
اُس نے ثواب و عقاب کے اسباب کو بیان کیلئے۔ اس ضمن میں وہ لکھتا ہے کہ جو چیز انسان
کے لئے باعث ثواب ہو سکتی ہے وہ اپنی خاص قوتوں کی اطاعت اور نیک کام کرنا ہے
انسان کا خاصہ قوت یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کی حفاظت کرے اور ان قوتوں کو ترقی
دینے کو کوشش کرتا رہے جو اس میں ودیعت کی گئی ہے اپنے بھائیوں سے محبت اور انکی
خدمت کر کے خالق کے ساتھ محبت اور اُس کی عبادت کرے۔ بیشک فرائض کا ادا کرنا
اور نیک کام عین عبادت ہے محبت و اخلاص عین نماز ہے (محضیٰ نہیں کہ اس جدید مذہب
کے پیروں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ثواب و عبادت کے لئے بشرطیکہ اُس عبادت میں خلاقی یا روحانی فائدہ
ملیو نہ رہے اور اُسکی غرض غایت صرف دلوں کو زندہ اور پاک کرنا ہو) اپنے وطن کی اخلاص
کے ساتھ خدمت کرنا خدا کی عبادت ہے یہ طبعی مذہب اور یہی طبعی عبادت ہے ہمارے
مذہب کے تمام اصول بالکل واضح ہیں جن میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں ہے اُس کے اصول یہ
ہیں کہ ایسے خالق کے وجود کا اعتقاد رکھنا جو ہر چیز پر قادر ہے اور جس کو کوئی چیز متغیر نہیں
کر سکتی اُس نے تمام عالم کو پیدا کیا ہے دینیوی زندگی کے بعد اخروی زندگی ہو گی جس میں
انسان کو اپنے نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملے گا یہ ہمارا اعتقاد ہے اور ہماری نماز یہ ہے کہ
ہمارا دل خدا کی محبت اور نیر انسان کی محبت لبر نہ ہو اور فرائض کے ادا کرنے میں
ہمارا ارادہ مستحکم ہو اور بندگی اور نیر کے کرنے میں ہم خدا کے تابع رہیں۔ یہ ہے وہ مذہب
جو اعلیٰ ترین منازل علم طے ہونے اور عقل و کمال کے ایک حد تک بوجہ اتم حاصل ہو نیکیکے
بعد ایجاد ہوا ہے جس پر آئیسویں صدی کے علما فخر کرتے ہیں غور کرو تو ثابت ہو گا کہ اُس

نذہب کے تمام اصول جزئیات سے کلیات تک نہ ہر سلام کے آفتاب کی ایک شعاع اور اس کے بحرِ خزانہ کا ایک قطرہ ہے۔ اس نذہب میں وہ کون اصول ہے جو اسلام نے نہ بیان کیا ہو وہ کونسی نئی بات ہے جو اسلام اُس کے اظہار سے قاصر رہا ہو ہم قرآن مجید کے چند آیات کریمہ اور ایک دو احادیث یہاں درج کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلامی اصول ان استقرائی اصول سے بدرجہا بہتر و برتر اور کامل و مکمل ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے **ان اللہ علیٰ کل شیء قدير** لیس کلمتہ **شیء** کل شیء **ہا لک الا وجهہ**۔ **انما خلقناکم عباداً واناکم الینا لا ترجعون**۔ **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ**۔ **واعبدوا ربکم حتیٰ یا تیک الیقین**۔ **ان اللہ لغنی عن العالین**۔ **وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون** (حدیث) **التعظیم لاحرار اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ**۔ **وکل مو من اخوة**۔

مندرجہ بالا آیات و احادیث (جس سے اسلام کے صرف معدودے چند عقائد کی تشریح ہوتی ہے) سے ثابت ہو چکا کہ اسلام کے عقائد بالکل علم و عقل کے ساتھ مطابق اور قوانین فطرت کے ساتھ پوری طرح موافق ہیں۔ پس اُس کے ہوتے کسی دوسرے نذہب کی ضرورت نہیں۔ پس اسلام ہی لادبی نذہب ہونیکے قابل ہے اور بانی اسلام حضرت محمد ﷺ علی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

لا لیل (سوم) ہمیشہ جدید پیغمبر کی ضرورت اُسی وقت لاحق ہوتی ہے جبکہ سابقہ نذہب میں کسی قسم کا نقص اور غلط فہمی پیدا ہو یا پہلے سے زیادہ مسلمہ عقائد و ذرائع حاصل ربانی یعنی عبادات و معاملات کے متعلق خدائی احکام دریافت طلب ہوں۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جیسے جیسے انسانی عقل درجہ کمال پر پہنچتے جائیگی ویسے ویسے اُسکو حدیث نذہب کی ضرورت محسوس ہوتی جائیگی۔ کیونکہ پہلا نذہب جس عقل کے موافق ہوگا ترقی یافتہ عقل اُسکو منظور نہ کرے گی اور اصلاح کما حقہ حاصل نہوگی۔ پس اگر شے کی ترقی کی ایک حد معین ہو جائے تو ایک ایک نذہب بھی معین ہو جائیگا جو انتہائے ترقی کے موافق اعلیٰ اعلیٰ اصول رکھنے والا ہوگا اگر نہ نظر امعان دیکھا جائے تو ثابت ہوگا کہ خود فطرت نے اشیاء کی تدریجی ترقی کی ایک حد معین کر دی ہے اور عالم ارتقا اور

انعام کا سلسلہ جاری ہے مثلاً علم الحیات میں یہ تسلیم ہو چکا ہے کہ پروٹوپلازم (ماء الحیاتی) مدارج ارتقاء کے کرتے کرتے مدت مدید میں آخر احسن التکوین کے درجہ پر پہنچ کر خلعت انسانی سے سرفراز ہوا اور یہاں ارتقاء کے صوری کا سلسلہ ختم ہو گیا یہی حال نمازیب عالم کا بھی تھا مثلاً اس وقت تک کہ لوجی و نظم الانسان کی رو سے خدا کے وجود کا یقین اسل انسان کے آغاز سے شریعت پر اسے اور ہر زمانہ میں گونا گوں تشکیلات میں ظاہر ہوتا رہا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ یہ یقین نبی ان صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان پاک سے توحید کامل کی شکل میں جلوہ گر ہو کر کھل چکا تھا۔ ایسے ہی کچھ اور درجہ میں ہے کیونکہ ایک بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ دنیا کی مذہبی اخلاقی اور تمدنی ضرورتیں بہت وسیع ہو چکی تھیں۔ لہذا آنحضرتؐ کے ہونیکے ایسا مکمل قانون اور ایسی مضبوط شریعت دیکھی جو انسان کے تمام دنیاوی و دینی مافی الاطلاق اور قومی ضرورتوں کو کافی اور سب باتوں کے لئے غرضکہ اسلام کے جلال و ارفع و العالیٰ کی طرف سے دیکھو گئے اور دیگر مذہب کے اصول سے اس کا سامانہ کر سگے تو اہل کمال کے اندر یہ نہایت کے معنی آئینہ ہو جائیگا اور سمجھیں آجائیں گے کہ اسلام ہوا اعلیٰ مراتب ترقی یافتہ عقل انسانی کے موافق نہ صرف ہے۔ اس کمال کے ساتھ اس کے اعلیٰ و ارفع و العالیٰ کے لئے ہیں کہ جس کے بعد کوئی اور خدا باقی نہیں رہا خواہ ایک عیسائی و المذہبی ہو سیکے صاحب کتب تو ان سے کہ اسلام کے لئے نہایت پانی کی ضرورت ہے نہ ہرگز نہ بہت نہ تقریباً نہ کی نہ خدا کی ذات ناممکن۔ اس میں دہشیا لگایا جائے اور نہ ایسے مسائل اس میں ہیں کہ جن پر دلیل کرنا ممکن ہے اور ایمان نہیں ہی رکھنا چاہئے۔ انتہائی ہمت سے حقیقت اور ثر ویدہ عیسائی پر نظر کر کے بعد ایک فلسفی عیسائی کا اسلام کے متعلق یہ قول اسلام کی اعلیٰ خوبی کی طرف ہے ایسے اعلیٰ و ارفع مذہب کے بانی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر خاتم النبیین نہ کہا جائے تو سزاوارت علی ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

لا لیل (عیسا) کی کشتی کی اجازت کہ وقت جو زمانہ کی بہر حال تھی اس پر نظر ڈالو اعلیٰ انھوں نے عیسا کی حالت پر غور کرو اور بتلاؤ کہ اخلاقی اور روحانی خرابیوں میں سے کونسی خرابی اس وقت موجود نہ تھی۔ فن اخلاق کے تمام رذائل عام تھے ہر قوم گمراہ توحید و خدا پرستی کا نام و نشان تک نہ دارد۔ سب کے عقائد باطل۔ افعال شرمناک۔

اخلاق سراسر ناپاک۔ بات بات پر غور زری حافی دشمن بر سر ہر جنگ جدال۔
 شقاوت۔ سنگدلی۔ بھیاٹی۔ تڑاٹی۔ اولاد کشی۔ بیرحمی۔ ظلم۔ ستم۔ کفر و
 شرک۔ غرض میں میراں کا نام لو گے اس کو اس زمانہ میں انی انھوں میں قوم عرب میں
 وجود پاؤ گے جس نے سب سے اشد شہادت توئی خراہیوں، دہشتوں، کفر و احماد کو
 مٹایا ہوا اور نہ صرف مٹایا ہوا بلکہ رزائل کو فضا میں سے شقاوت کو سعادت
 کفر و شرک کو توحید و عرفان سے۔ بدایا ہوا اور زمانہ میں غفلت سے بلبے نور
 اور ظلم و ستم کے غرض عدلی و انصاف پھیلایا ہو جس نے ستم سے ستم کشی گری
 ہوئی محنت ذرا قوم عرب کو اعلیٰ درجہ کی شائستگی۔ ہندوب و تمدن۔ پارسیا و سکندر
 رحمان قابل تقلید و محفل۔ صاحب سلطنت قوم بنا دیا ہو کیا اس مذہب سے بہتر
 و برتر کوئی اور ہو سکتا ہے ہرگز نہیں نہیں معلوم ہوا کہ اسلام میں یہ قوت ہے کہ
 ہر قسم کی خرابی کو، خواہ وہ خرابی جسمانی ہو یا اخلاقی روحانی ہو یا تمدنی اجتماعی صحیح
 بنیادی کر سکتا ہے اور ان خرابیوں کی بجائے خوبیاں پیدا کر دینا اس کا کام ہے جس
 مذہب میں یہ قوت ہو عقل سلیم یہ کہہ سکتے گی کہ وہ مذہب اعلیٰ سے اعلیٰ ہے اور اس کے
 ہونے کسی مذہب کی ضرورت نہیں اور اس مذہب کا بانی بے شک شہداء اربعین
 ہے اور ضرور ہے۔

لا لیل (بیچم) تمام اقوام عالم (سوائے ایک پست خیال گروہ کے جس کی کل ایکلیٹینا
 مادی اور مادیات پر منحصر ہے) کسی نہ کسی مادی اور بیچم کو واجب الاحترام سمجھتی ہیں
 اور ایک نہ ایک بانی شریعت کی حلقہ بگوش ہیں۔ اگر تمام مذاہب پر نظر ڈالی جائے تو
 تو مشترک مذاہب ایک اعلیٰ دار فزع ذات کامل الصفات کا تخیل اور اس کے ساتھ
 ارواح انسانی کا رابطہ قدیم ہے۔ مادیان اہم کا احترام بھی صرف اسی وجہ ملحوظ
 رکھا جاتا ہے کہ وہ اس تخیل اور رابطہ کے پیدا کرنے کے منجانب سے وسائل ہو کر رہے
 ہیں۔ یہ امر واقعی ہے کہ اگر انسان اپنی ابتدائی حالت پر غور کرے اور پھر اس
 ترقی اور امتیاز پر نظر ڈالے جو اسے تمام کمالات میں حاصل ہے تو واضح ہو جائیگا۔
 کہ انسان صرف اس مادی جسم کا نام نہیں بلکہ اس مادی جسم کے خلاف میں ایک ایسا جوہر
 مخفی ہے جس کی ماہیت اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہے اس کے آثار نہایت وضاحت کے ساتھ

اُس کے موجود ہونیکے شہادت دیر ہے ہیں یہی جو ہر انسانیت کا مصداق ہے اور جسے انسان کو دیگر حیوانات سے امتیاز حاصل ہے۔ مگر افراد انسانی جس طرح مدارج مادیات میں مختلف ہیں اسی طرح مراتب روحانیت میں بھی متفاوت ہیں ان میں سے اعلیٰ سے اعلیٰ افراد وہ ہیں جو اثرات مادیات کو تقریباً اپنے مجاہدات اور ریاضات سے فنا کر سکتے ہیں اور وہ کامل الخلقیت بھی ہیں۔ جو نقوس ذکیہ اس قدر قوی الروحانیت میں ہی مسند آرا رشد و ہدایت وہی رمز شناس عالم فطرت متناصل شقاوت مونس سعادت مضبوط علوم رسالت حامل عقل نبوت ہوتے ہیں۔ ان میں سب کے سب مصلیٰ دمی الدربہ نہیں ہو سکتے ہیں جو روحانیت کا فرد کامل و مکمل ہو اسی کو ہدایت کبریٰ حجت عظمیٰ آفتاب تکمیل ستر تنزیل سید المرسلین خاتم النبیین کہنا چاہئے۔ اب ہم عقلی معیار سے دیکھیں گے ان خطایات کے تحتی تمام مذاہب کے بانیوں میں سے کس مذہب کا بانی ہو سکتا ہے ہدایات عظمیٰ کے لئے امور ذیل عقلاً ضروری ہیں۔

(۱) عرفان اتم یعنی حقائق غیبیہ بغیر کتب و کتاب تعلیم و تعلم اتصال مبداء قدس کی وجہ سے حق الیقین کے طور پر اُس کے قلب پر فائز ہوں۔

(۲) انجذاب کامل۔ یعنی اس کی سیرت ملکی صفاتِ الہیہ کا عکس اور اس کی صورت ظاہری جمال الہی کا آئینہ ہو اس کی روحانیت کبریٰ سے تمام سلیم اور سادہ روحیں جنسیت کی وجہ طبعی میلان رکھتی ہوں۔

(۳) نصرتِ غیبی جس سے یہ مقصود ہے کہ جنود الہیہ اس کے ہر کام ہول اور ہول ایک بالاترستی اور علین جبار ذات پر ہر وسہ کر کے تمام مادی طاقتوں سے بے شقیقت شیطانی قوتوں اور ہر قسم کی رکاوٹوں کو نیست و نابود کر سکے۔

(۴) تکمیل شرائع جس کا تشاویہ ہے کہ تمام افراد انسانی کو وہ ایک ایسے جامع و معتدل اصول کی طرف رہبری کر سکے جو ایمان سلف کی ہدایات کا عطر اور جوہر ہو۔ اور ایسی نافع اور عام دوا تجویز کرے جو ابداً آباد کیواسطے کافی اور شافی ہو۔

(۵) زندۂ اعجاز جس سے مراد یہ ہے کہ وہ غیر سلیم الفطرۃ انسانوں کو مغلوب کر نیکی واسطے کوئی فوق العادت یا دعا کا چھوڑ جائے جو اس کی غیبت میں بھی دشمنان حق کو ساکت کر نیکی اور سلیم الطبع انسانوں کی واسطے سرچشمہ ہدایت ہو۔

(۶) خلافت الہی جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نظم و نسق کا عنایت کو ان ربانی

صنوا بطریق قائم کرے جو حقانیت و صداقت کو تباہی سے بچائے۔

(۷) اعلیٰ قوت تکمیل۔ یہی وہ جہتم با نشان خصوصیت ہے۔ جو کمالات علوم

عمل کا نمایاں نتیجہ ہے۔ کامل بنانا آسان ہے۔ کامل بنانا دشوار ہے۔ فراغ نبوت

اداکرنا سہل ہے لیکن اوروں کو کمالات نبوت سے آراستہ کرنا بہت مشکل۔ جب

تمام شرائط سابقہ کسی اعلیٰ روحانیت میں جمع ہو جاتے ہیں اُس وقت۔

قوت تکمیل بدرجہ اتم پیدا ہو سکتی ہے۔

جس بانی مذہب میں یہ اوصاف جامع طور پر پائے جائیں گے وہ یقیناً

اعلیٰ و ارفع ہادی ہوگا۔ اب تمام دنیا کے بڑے بڑے مذاہب یہ ہیں یہود۔

مسیحی۔ مسلم۔ ہنود۔ بودھ۔ مجوس۔ اگرچہ اور بھی چند مذاہب ہیں مگر انکی شان

و عظمت اس درجہ پر نہیں ہے۔ لہذا ہم انھیں مذکور مذاہب کو بابہ البحت

ٹھہراتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان مذاہب کے بانیوں میں سے کس مذہب کا

بانی مکمل اور مذکورہ اوصاف سے متصف ہے ہنود کے پیشوا نے اعظم سرکار شری

ہماراج کی تعلیم میں عبودیت و معبودیت کا رشتہ اس قدر محکم نہیں ہو سکتا جس قدر

خلق اللہ کو ضرورت ہے جب عابد اور معبود حقیقتہً ایک ہی ہوں اور تعینات

محض وہم و خیال تو کون عباد کون معبود کیسی ترغیب کہاں کی ترہیب۔ چودھ مذہب کے

بانی۔ بدھ دیوجی ہماراج کی تعلیم صرف گدایانہ اور جو گیانہ زندگی بسر کرنا کمال انسانیت

قرار دیتی ہے جو دنیا کی بربادی اور درحقیقت آبادی کے ویرانی کا سبب ہے۔

مجوسیوں کے پیشوا جناب زرتشت خواہ کیسی ہی معرفت و کمال رکھنے والے

ہوں مگر اہرن اور نیرداں کے باہمی جنگ کو ہرگز عقل مان نہیں سکتی اور آتشکدہ

کی عظمت عقل و تمیز کی روشنی رکھنے والوں کے دل میں کبھی جاگزیں نہیں ہو سکتی۔

دیگر مذکورہ امور میں یہ حضرات کوئی بلند پایہ نہیں رکھتے خصوصاً تکمیل شریعہ اور

زندہ اعجاز وغیرہ میں کہ یہ رہنما صاحبین عہد عتیق کے متبعین تھے اور زندہ اعجاز کے

عوض صرف ان کے کراماتی افسانے باقی ہیں۔ یہود کے پیغمبر حضرت موسیٰ کا علم و عرفان

ایک حد تک بیشک کامل تھا مگر مکمل تعلیم ان کی بھی نہ تھی الوہیت کا یہ تشبیہی خاکہ کہ

وہ خداوندِ جہاں پر حرکت کرے وہ خداوند جس کے واسطے پچھڑا دج کیا جائے وغیرہ وغیرہ کیونکہ ایک فلسفی دماغ کا خدا ہو سکتا ہے۔ اگر عوام کی تفہیم کے لئے یہ شبہیں بیان کی گئی تھیں تو مکمل تعلیم ہونی کی حیثیت سے تشریحی اشارات کا موجود ہونا بھی ضروری تھا یہی نقص بائبل کی طرح دیدوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مسیحی قوم کے نبی حضرت عیسیٰ اگر اپنی زبان سے باپ باپ نہ فرماتے اور ابوت و نبوت کے مطلب کو صاف صاف اتراد فرمادیتے تو توحید کے جگہ تثلیث کا تسلط نہ ہوتا اور آپ کے متبعین آپ کی تعلیم کا یہ اثر نہ لیتے کہ خود آپ ہی کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ انجیلاز کا بل میں بھی یہ دونوں پیشوایان نبی اسرائیل کوئی بلند پایہ نہ رکھتے تھے۔ کہ حضرت موسیٰ فرعون و بنی اسرائیل پر پورا قابو نہ پاسکے حضرت مسیح یہود کو کیا جذب فرماتے کہ آپ کا خاص مصاحب (حواری) یہود ہی کو اپنا دشمن بننے اور اپنے پر لعنت کرنے سے نہ روک سکے زندہ آسمان بھی ان دونوں پیغمبروں نہ چھوڑا کہ حضرت موسیٰ کا عصا جو لعیان بینین ظاہر ہوتا رہا انھیں کے ساتھ لیا اور حضرت عیسیٰ کا مڑدوں کو جلانا آپ کی تشریف فرمائی کے ساتھ ساتھ ختم ہو گیا۔ تکمیل شرائع بھی حضرت موسیٰ نے فرمائی نہ حضرت عیسیٰ نے کہ ان دونوں پیغمبروں کی رسالت عام نہ تھی بلکہ صرف بنی اسرائیل کے لئے خاص تھی حضرت عیسیٰ تو کسی شریعت کے بانی ہی نہ تھے اور موسیٰ کی شریعت معتدل نہ تھی جو عام طبائع انسانی کے موافق مزاج ہوتی خلا الہیہ کے لحاظ سے بھی یہ دونوں انبیاء علیہما السلام کسی جلیل حکومت پر فائز نہ ہوئے ان مقدس حضرات کی قوت تکمیل کی یہ حالت کہ ہزاروں بنی اسرائیل میں سے صرف ایک دوہی موسیٰ ہدایت پر کار بند نکلے اور حضرت مسیح کے حواریں میں سے بعض نے تو خود مسیح کو گرفتار کر دیا آپ پر لعنت کی بعضوں نے یہود وغیرہ کے خوف سے روپوشی اختیار کی۔ اور حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھنے دیا وغیرہ وغیرہ۔

دنیا کے عظیم الشان مذاہب کے تمام رہنماؤں کے مختصر حالات اور ان کی نمایاں خصوصیات بیان کر دئے گئے اب صرف ایک مذہب جس کا نام اسلام ہے اس کے پیشوا مفسر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم باقی ہیں آپ کی ذات جامع الصفات کے حالات اور آپ کی شان والا بھی انصاف سے ملاحظہ ہو۔

آپ کا عرفان۔ الوہیت کے متعلق آپ وہ جامع مضمون کی تلقین فرماتے ہیں کہ جس میں

کامل وحدانیت جلوہ نما ہوتی ہے۔ چڑھو قرآن مجید کی آیت **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ** اور عام طبائع کی تفہیم کی غرض یوں ارشاد ہوتا ہے کہ **الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ الْمُسْتَوِی** نہ سری کرشن جی کی طرح رب مخلوقات ہونے کا دعویٰ فرماتے ہیں نہ حضرت عیسیٰ کی طرح انبیت کا اظہار بلکہ **إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** اور **وَمَا كُنَّا إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ** انسانیت والوہیت میں خاص امتیاز ثابت کر دیتے ہیں۔

انجذابِ کل کی یہ کیفیت کہ سنگدل۔ جاہل وحشی قوم عرب کو تھوڑے عرصہ میں اپنا سچا جان نثار بنا لیتے ہیں موسیٰ کی ہمرہی بنی اسرائیل اور عیسیٰ کے حواریین کا آنحضرت کے صحابہ کرام سے مقابلہ کرو موسیٰ سے بنی اسرائیل نے یوں کہا تھا **اذهب انت وربک فاعلونا** انا ہیہنا قاعلاون اور آپ کے اصحاب آپ سے یوں کہہ رہے ہیں کہ **اذهب انت وربک فاعلونا** **وَاِنَّا مَعَكُمْ اَلْقَاتِلُونَ** حضرت عیسیٰ کے حواریین نے خوف جان روپوشی اختیار کی اور آپ کو دار پر چڑھنے دیا آنحضرت کے فدائی اصحاب کا یہ حال کہ کوئی ملت بیضے مصطفویٰ کی اشاعت کی غرض اپنا کل مال و منال لئے ہوئے حاضر ہے کوئی بات بات پر آپ کے دشمنوں کے مقابل ہونے اور آپ پر جان قربان کرنے دل و جان سے تیار ہے۔ کوئی چاہنے والا علما کی مصیبت میں گرفتار اور محض آپ کی محبت کے باعث تکلیف کلا یطاق میں مبتلا مگر دردِ غم سہتے جاتا ہے اور آپ کی محبت کا دعویٰ علانیہ کرتے جاتا ہے۔ کوئی نارس ہے تو کوئی ملک شام سے آجکا گرویدہ ہو ہو کر حاضر خدمت ہوتا ہے سیکڑوں ہیں کہ آپ کے قتل کے ارادہ سے آتے ہیں اور اپنی ہی جان آپ پر قربان کرنے تیار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ کی تائید گواہ ہے اور غیر مذہب والے مورخین بھی ہمارے ہمنوا۔

نصرتِ غیبی کو آنحضرت کے ساتھ جو تعلق تھا ظاہر ہے کہ دنیا میں سب سے سرکش اور اشد قوم پر تھوڑے ہی عرصہ میں باوجود تنہائی و بیکسی ہر طرح غالب ہو جاتا اور تمام دنیا میں آپ کی حقانیت کا آوازہ پھیل جانا نہ صرف روحانی حکومت بلکہ قریب قریب تمام دنیا کی بادشاہت آپ کو اور آپ کے جان نثاروں کو ملنا نصرتِ غیبی نہیں تو پھر کیا ہے۔

تکمیل شریعت کے متعلق ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کا دین متین اعلیٰ درجہ کا علم اور کمال عقل رکھنے والے طبائع کے بالکل موافق ہے اور آپ کے تمام اصول جامع و متدل ہیں۔ انہی زندہ اعجاز یعنی قرآن پاک اور اُس کی انتہائی فصاحت و بلاغت اُس کی جامعیت اُس کی عدم المثنائی۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے نصیحا کا اس کے جیسی ایک صورت بنالانے سے قاصر رہنا اور باوجود ہزاروں انقلابات کے قرآن مجید کا فقدان اور تحریف و تغیر سے بالکل محفوظ رہنا غرض وہ وہ اوصاف کہ اختصار کے ساتھ بھی انہیں لکھا جائے تو ایک مستقل کتاب ہو۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کے کسی مذہب کا پیشوا ایسا زندہ معجزہ نہیں چھوڑا اگر ہے تو کوئی مذہب لاپیش کرے یا قرآن پاک کی نظیر پیدا کر دے۔

لَیْنِ اجْتَمَعَتِ الْجُنُودُ ۱۱ اِنَّ عَلٰی ۱۲ یَا قَوْمِ مِثْلَ هٰذَا لَقَدْ اَنۡزَلۡنَا عَلَیْکَ اٰیٰتِۨنَ ۱۳ مِثْلَ هٰۤؤُلَآءِ ۱۴ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ ظَہِیۡرًا ۱۵ ترجمہ اگر آدمی اور جن سب کے سب جمع ہو جائیں اس بات پر کہ مثل اس قرآن کے لاسکیں تب بھی نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کرے۔

توت تکمیل۔ آپ کی تعلیم نے صحابہ کرام میں جو کمال دینی و دنیوی پیدا کیا وہ محتاج بیان نہیں صحابہ کرام میں سے بعض کے کارنامے اپنے آپ نظیر ہیں (دیکھو قرعہ غار) آنحضرتؐ کے دین متین کے پھیلانے میں جو کوششیں صحابہ نے کی ہیں اور اس کوشش میں وہ جس قدر کامیاب ہوئے ہیں انبیائے بنی اسرائیلؑ اپنی اپنی شریعتوں کے پھیلانے میں ایسے کامیاب شاید ہی ہوئے ہوں آنحضرتؐ کی توت تکمیل نے نہ صرف اپنے مصاحبین کو کامل بنا کر چھوڑا بلکہ اپنے خصائل حمیدہ اور اوصاف ستودہ اور مکمل اقوال و افعال سے آپ نے وہ قابل قدر سرمایہ فراہم کر کے دنیا کے دنی سے حلت فرمائی ہے کہ قیامت تک ہر وہ شخص جو آپ کی تعلیم کے موافق عمل کرے اور آپ کے قدم قدم چلیگا بیشک وہ درجہ کمال پر پہنچ سکتا ہے بلکہ مکمل بن سکتا ہے۔ صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین۔ پابند احکام اسلام سلاطین اور اولیا و علمائے امت محمدیہ کے اعلیٰ کارناموں سے کون شخص نادا واقف ہے۔ بتلاؤ کہ دنیا میں کسی مذہب کے بانی کو یہ توت تکمیل حاصل ہوئی ہے۔ نہیں کسی کو نہیں۔

متذکرہ بالا تمام مضمون سے ثابت ہو گیا کہ جو خصوصیتیں زر و غے عقل کے
انسانوں میں کے فرد کمال اور پادشاهی اعظم - خاتم النبیین میں ہونی چاہئیں
وہ خصوصیات تمام دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے کسی پیشوا میں جامعیت
کے ساتھ موجود نہیں اگر یہ تمام خصوصیتیں مجموعی طور پر پائی جاتی ہیں تو صرف
مسلمانوں کے پیشوا مذہب اسلام کے بانی (فداہ اُمی وانی) حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں اور بس - یس نبی اسلام خاتم دیان ہے
اور نبی اُمی اکرم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد کمال مکمل سید المرسلین
و خاتم النبیین ہیں - اور پھر کتا ہوں کہ یقیناً ہیں -

حلیل (نیچم) ہر چیز کی ایک غرض و غایت ہوا کرتی ہے اسی طرح مذہب کے بھی
کچھ نہ کچھ مقصود ضرور ہو گا غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب کے خاص غرض
یہ ہے کہ انسان اس کے وسیلہ سے ایک ایسے زمین پر پہنچ جائے جس کو
ہر طرح کی فضیلت و خوبی حاصل ہو سکے انسان کے لئے دو ہی مقام ہیں نیا اور
آخرت تو مذہب کا یہ کام ہو گا کہ انسان کو وہ ایسی تعلیم دے کہ یہ دونوں عالم
میں بہتر سے بہتر حالت میں رہ سکے پس مذاہب میں وہی مذہب سب سے اعلیٰ و
ارفع ہو گا جو انسان میں زیادہ قابلیت اور زیادہ فضیلت - اس بات کی
پیدا کر سکے کہ وہ دارین میں اعلیٰ مراتب پانچ کے قابل ہو ہم دیکھتے ہیں کہ خوبی والا
مذہب سوائے اسلام کے دوسرا نہیں ہے اس لئے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے
جس نے دارین کی بہتری کا راستہ بتایا ہے - اسلام صرف ایک ن کی رومی
کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کی تعلیم نہیں دیتا (دیکھو انجیل میں عیسیٰ کی دعا)
بلکہ اسلام جامع دین و دنیا دعا کی تعلیم دیتا ہے (بڑھو) دینا آئنا فی الدنیا
حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ - ترجمہ - اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا بھی
خیر و برکت دے اور آخرت میں بھی خیر و برکت دے - اسلام جوگی یا راہب بن کر
تار الدنیا ہونے کی ترغیب نہیں دیتا کہ لا رہبانینہ فی الاسلام بلکہ اسلام
دین اور دنیا کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ٹیڑھا ہے (حدیث) لیس خیرکم
من تروا دنیا لاخرتہ ولا آخرتہ لدنیا حتی یضیب جمیعہ

فَإِنَّ الدُّنْيَا بِلَاغٌ إِلَى الْآخِرَةِ (ابن عساکر عن انس) یعنی تم لوگوں میں
ایسا شخص اچھا نہیں ہے جو اپنی آخرت کے لئے دنیا کو یا اپنی دنیا کے لئے آخرت کو چھوڑ
بلکہ اچھا وہ ہے جو دونوں حاصل کرے کیونکہ دنیا تو آخرت تک پہنچنے کے لئے زاد راہ ہے۔
اسلام ہی نے عربوں کی جیسی سفاک جاہل مفلس مشرک قوم کو اعلیٰ درجہ عرفان
اور کمال علم و عقل اور دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کا مالک بنا دیا ہے اور نہ ضرر انھیں
باعتبار دینداری و خدا پرستی اور دوسرے ممتاز کلیہ ہے بلکہ صاحبِ اہلِ مباحہ چشم
ہونے میں بھی انھیں بے مثال ثابت کر دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام انتہائی
روحانی و مادی ترقیوں کا ضامن ہے۔ فلا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون
ان کنتم موہنیان۔ لہذا مذہب کی غرض و غایت اسلام ہی سے بوجہ اتم پوری
ہو سکتی ہے اور اسی لئے یہ مکمل مذہب ہے اور اس کے ہوتے کسی اور دین کی اور
اس مذہب کے بانی کی تشریف فرمائی کے بعد کسی دوسرے بانی مذہب کی ضرورت
نہیں لہذا نبی اُمی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں (اللہم صل وسلم
وزد وبارک علیہ)۔

ماہیچھاں باول صوف تو ماندہ ایم

قصہ نام گشت دیباہیاں رسید عمر

محرم الدین ضفان

اپنا جلوہ دکھایا رسول خدا
آپ پر ہے فدا یا رسول خدا
ہے وظیفہ مرا یا رسول خدا
تیرے در کا گدا یا رسول خدا
ہے ترا آئینہ یا رسول خدا
کون ہے اب مرا یا رسول خدا
تم ہو خیر الورا یا رسول خدا
سید عبد الغنی عن غریب خطا

میں ہوں شیدا ترا یا رسول خدا
ہے دین و جان میری خدا کی قسم
ہے تجھ پر پ کے چین و دم بھری
چھوڑ کر در ترا جائے گا بھر کھانا
سیکھوں گا کہیں کی بی برسان نہیں
تیر کی جا کر میں اپنا فسانہ کہوں
ہے عزیز ایک ادنیٰ غلام خریں



کوئی ہے ساغرِ کف کوئی سُبُو رِوش ہے
ساغر و مینا کے لب پر شورِ نوشا نوش ہے
بزم میں تہاں شکن ہر نقشِ مینوش ہے
پنہ لیتا نہیں ہے میکشوں کا ہوش ہے
مغفرت بھی اوس طرف اُٹے ہوا آغوش ہے
کچھ خبر اسنی نہ کوئی کیف و کم کا ہوش ہے
عیشِ غم بھی ساغرِ دل میں ہمارا گوش ہے
جو لبِ پیمانہ ہے گویا لبِ خاموش ہے
لب پر امشب بھی ہمارے داتاں دوہر ہے
پھر دل پر کیفیت اپنا سراپا گوش ہے
دیکھنا پھر کی ہوئی پھر آتشِ خاموش ہے

فیض ہے ساقی کا دورِ بادہ سُر جو شر ہے
کیا سُر و رافرا ہوائے میہ کدہ ہر اُجل ہے
سُرِ برفِ اُفتاد ساغرِ بنگئی تو یہ بھی آج ہے
کیا ہوائے کیف ہے کی ہں بلندِ روارِیا ہے
اسطرفِ رندوں کے لب پر جو شورِیا غفور ہے
مت یاد ساقی خجاندہ خیرِ فان میں ہے
ہم ظلمِ ساقی کو شہر میں ہر حالتِ نیست ہے
ضبطِ بدستی بہ این رندی و مستی دیکھنا ہے
ہے عجب ذکرِ حریفانِ گذشتہ کا سُر و
ہوش بھر پھر اُری ساقی کے آنے کی خبر ہے
کیا ہوا شوق کے جھونکوں نے پھر گرما دیا ہے

گرم مہنگامہ ہے پھر باہم نیاز و ناز کا
مہرِ الفت ہر شر کہ ہے شعلہ آواز کا

صحنِ گلزارِ دو عالم ہو گیا گلزارِ آج
خوب جی بھر کر نکالے حسرتِ دیدارِ آج
سبزہ خفتہ کی قیمت ہو گئی بیتِ دایِ آج
چل ہی ہے خوب قینچی کی طرح منقارِ آج
چڑھتی ہیں کیوں اسطرح بلیں سرشارِ آج
بادہ عیش و مسرت سے ہیں تب سرشارِ آج
پھر زمانے کی ہی ہے بدلی ہوئی رقعہ آج

غمتِ گل ہونے لگے ثابت ہوئے تیارِ آج
پھر نیم صبح نے زگرے کی آنکھیں کھولیں
بول اُٹھی سوں کہ وہ انکرا یاں لیکر اُٹھا
دیکھئے کیا کل کترتی ہے نوائے عنذیب
ہے یہ کس کی آمد آمد کے تماشے کا خیال
ہر شجر ہے لالہ گلزار کا ساغرِ کف
آسمان جھک جھک پھر ملنے لگا یہی طرح

صاف شکل آئینہ ہے ہر در و دیوار آج
 بگیا ننگ جرات مرسم رنگار آج
 سہل ہے بھی سہل دشوار سے دشوار آج
 ہے مگر محو نوید آمد سب کار آج
 دہشت ناز جہنم ہو گئی فی التار آج
 ہو گیا عالم سدا سر طمع الانوار آج
 ہو گیا روشن جمال احمد فخر آج

بے نشان گرد و دھرت کا ہے عالمے نشان
 چارہ ساز و رد ہے مسخ کل انداز بھی
 ہے یہ فیض آبدھار کشائے ہر دو کون
 خندہ گل ہے یہ بیدار غمہ صلح علی
 ابر رحمت و یکتا تہلے کی جانب سے تھا
 و ہر حادث میں ہوا نور قدم جلوہ نکلن
 ظلمت دنیا مٹی نور خدا پیدا ہوئے

ہاں اٹھو صلح علی کہتے ہوئے تقسیم کو
 ساتھ ہی نہ راعقیدت سے جھکو تسلیم کو

ساقی کوثر شفع کما صباں پیدا ہوئے
 دہری میں تحامی افتاد گاہ پیدا ہوئے
 آج وہ صلح علی تبسج خواں پیدا ہوئے
 بول اٹھے قدسی مکین لامکاں پیدا ہوئے
 آج وہ مہر پہر کن فکاں پیدا ہوئے
 راہ تیلانے کو خضر گمراہ پیدا ہوئے
 ناخدا کے کشتی اسلامیاں پیدا ہوئے
 کاشف راز بطوں معجز بیان پیدا ہوئے
 ایک کیا لاکھوں امیر کارواں پیدا ہوئے

وہ تخلیق زمین و آسمان پیدا ہوئے
 آئیں گے اب تکیہ کے مرے نام خدا
 تہنیت خواں کہے تھے آدم سے لیکر الیخ
 آپ کے اوج مراتب کا نیا یا جب پتل
 جن کے جلوے سے ہوئی تھی پر ضیا صبح از
 اب نہیں گی منزل مقصود کی دشواریاں
 موج طوفان حوادث کا نہیں اب کچھ خطر
 عالم علم لدنی خسرو احمی لقب
 آنچے جلوے سے عالم بوسفان ہو گیا

حبیب عرفاں تھی جو ہنگامی اب وہ تھی ہو گئی
 خوب راج دہریں ایزد پرستی ہو گئی

تھی جو چشم منظر محو تماشا ہو گئی
 روشنی صبح اعشرت آشکارا ہو گئی
 جو کلی دل کی تھی گلزار امتنا ہو گئی
 راحت دل کی زمیں خود طور سینا ہو گئی
 چارہ گرشہ کی نگاہ چارہ فرما ہو گئی

خدا آراستہ کیا بزم دنیا ہو گئی
 منگنی دنیا سے کیسے ظلمت شام فراق
 عید میلاد نبی کی دیکھنا بالیدگی
 وہ پڑا پر تو حبیب کبریا کے نور کا
 درد مندان محبت کی نہیں تے چینییاں

۱۵۳
 ہم خدایم ثواب
 نیز اسلام کی بندھنے لگی ایسی ہوا
 نورۃ اللہ اکبر سے زمانہ گونج اٹھا
 انبیائے ماسلف کا نام روشن کر دیا
 طوطی اعجاز حضرت بولتا تھا اسطرح
 شرک و بدعت کے حوض توجہ و تفتہ کا ہر گل
 ہو گئے سب محو ذکر ایزدِ عفا میں

تمریاں حق بر سر پڑھنے لگیں گلزار میں
 ہو گیا پر نور عالم مصطفیٰ کے نور سے
 شانِ احمد کے نمایاں ہو گئی شانِ احمد
 آپ ہی تھے روئے سازِ انجمن میں نہاں
 شانِ مشکوٰۃ کے گدے مصطفیٰ تو دیکھنا
 بادہ خوارانِ محبت دیر سے ہیں تشنہ لب
 سے بجلی زارِ طیبہ سے زمانہ بہرہ ور
 بادۂ حب رسول اللہ سے رہتے ہیں مست
 بسمل تیغ نگاہِ ساقی کوثر ہیں ہم
 در و مندِ فرقت حضرت فعال کرتے ہیں
 المذولے آفتابِ ذرہ پرور المذول
 وہ انھوت ہم میں باقی ہے نہ وہ ہمدرد
 فیس لیکر بحث یوں کرتے ہیں باہم لکچر

بیطرح مٹی ہماری خوار ہے بر باد ہے
 یا شفع المذنبین فریاد ہے
 اس سے بڑھ کر اور کیا ہو اپنی حالتِ تباہ
 ہم کو عرضِ حال کی اپنے ضرورت کچھ نہیں
 تیرگی اعمال کی ہے چار سو جھانٹی ہوئی
 شرم آتی ہے خطابِ اشرف المخلوق سے
 دیدۂ پر غم میں شکِ خوں میں لٹ آہ آہ
 دیکھئے چہ غمِ عنایت کے صورتِ گراہ
 اس لہذہ صبر سے کیے کیا منزلِ قطعہ را
 اب تو ننگِ خلق میں دنیا میں ہم خالقِ گواہ

اپنے ہونے کا بھی آپ ہونے لگا ہے شہزادہ
اب ہمارے حال بد پر ہنستے ہیں وہ قاہ قاہ
ہو ہمارے حال پر جلدی کرم کی یک نگاہ
ہو ابھی روشن نگاہ ہو نہیں جھلے عالم دنیا
اتفاق باہمی کی پھر ہو پیدا رسم و راہ
ہو اگر محذور کوئی دل سے ہوں ہم عذر خواہ
پھر نصیب ہر مسلمان ہو وہی اعزاز و جاہ
پھر نظر آئے نہ عالم میں کوئی گم کردہ راہ
خسر و ملکات دکن جو خسرو عالم پناہ

اپنے ہاتھوں سے مٹائی اپنی ہستی اسطرح
اشک غم اپنے ٹپک پڑتے تھے جھکے حال پر
اب نہیں تاخیر کا موقع خدا کے واسطے
آپ کے مہر کرم کی ہو ضیاء بخشی اگر
ہوں سبق آموز تعلیم اخوت دل سے ہم
ایک کا ہو ایک ساتھ ایک کا ہمدرد کیا
شان اسلام اوج پر ہو رونق دین و فزوں
پھر ہوں جاری رہنائی کے وہی لکھتے تھے
یا نبی یہ عرض بھی تو ترقی جلدی ہو قبول

پوچھم اسلام اسکے شہر پہ لہاتا رہے
خلق کی حاجت روائی کو یہ ان داتا رہے

محمد نادر علی برتر



کہاں کلاہ رو خورشید سہا سہ لقا سانی
پھر اے سال دیکھا جوش فیضان عطا سانی
مے دل کی لگی صبا ہے جیت بچھا سانی
مراجوش طبیعت پھر بٹھا سانی بڑھا سانی

کہاں گلبدن سیمین فن رنگیں داسانی
کہاں چشمہ لطف و کرم بحر سخا سانی

نہیں شہد ولین کی کچھ ہوں ای میر لقا سانی
تمنا ہے کسے کوثر کے جاموں کی بھلا سانی

نہیں شہد ولین کی کچھ ہوں ای میر لقا سانی
تمنا ہے کسے کوثر کے جاموں کی بھلا سانی

حذار بادوہ دیدار دلبر تو بلا مجھ کو
 ان آنکھوں سے مے محبوب کی صورت دکھا مجھ کو
 و فیضان سے تیرے فیض ملتا ہے ہزارونچو
 نہ خالی پھیر اپنے دے ہم امید واروں کی
 پلاٹے بادوہ پر کیف ساتی بادوہ خوارونچو
 ہماری جیونوی پر رشک آئے ہوشیاروں کی
 نہ اترے حشر تک نشہ وہ صہبائے محبت نے
 نہ آئے ہوش لاک لحظہ وہ صہبائے محبت نے
 روانی پر طبیعت ساتی عیسیٰ نفس بھرس ہے
 تلاش گو ہر مضمون مجھے اب کے برس پھر ہے
 بحار فکر میں غوطے لگانے کی ہوش ہے
 بہارا افزائے در نظم طبع نکتہ رس پھر ہے
 نہ ہوگی یہ چنگ یہ اب گو ہر لائے گنہیں
 نہ ہوگی یہ روانی تا قیامت اب جھولیں
 چلے آتے ہیں مضمون باس میرے عرش اعلیٰ ہے
 بجائے دوں اگر تبتیہ اسکی وحی القا ہے
 فروں ہے روشنی طبع شمع طور سینا سے
 مری جادو بیانی بڑھگئی اعجاز عیسیٰ سے
 یہ ثابت ہے بلاغت مان لی ہے میری تشارت ہے
 مے آگے رکھا سر حاجری سے اپنا سجا ہے
 مے ساتی زمیں کا آسمان نے رنگ ہے بلا
 ہوا اک زلزلہ ملنے لگا ایوان کمر کا
 بجھا آتشکدہ فارس کا جو مہدی نور کو تھا
 ہیں اتنا جلالی و جمالی دہریں پیدا
 پڑا ہے خشک لب سا و اعجب شان جلالی ہے
 سا و اہلیا دریا عجیب شان جلالی ہے
 ندیم شاہ فارس بدان نے خواب پکھا ہے
 ہر اس لیے دل اسکا صورت اسکی جنت افزا ہے
 پڑا ہے فکر میں کہتا ہے آخر ماجر کیا ہے
 عرب کے کیا کوئی فتنہ نیا اب اٹھنے والا ہے
 یہ کیا دیکھا عرب کے اونٹ گھوڑے خنیعے لاتے ہیں
 ہوئے دجلہ کے پار اب ملک میں پھیلے جانے ہیں
 گئی شیریں بانی اڑ رہے ہیں ہوش کاہن کے
 گئی جادو بیانی اڑ رہے ہیں ہوش کاہن کے
 گئی وہ لن ترانی اڑ رہے ہیں ہوش کاہن کے
 گئی وہ غیب انی اڑ رہے ہیں ہوش کاہن کے
 بنائے تکتے نہیں تعمیر کچھ خواب پریشاں کی

ہوئی ہے اتبو عاجز عقل آنکے جن شیطان کی
 سطح شائی عالمِ دینِ زیرِ کُنِ دانا مرض میں مبتلا لب پر ہے دمِ آخر ہے وقت اسکا
 پئے تعبیر سکے پاس سے عبد المسیح آیا ہوا سنکر سطحِ حوالِ اُس سے اسطرح گویا
 رہے دار الحکومت اب نہ بال بل فارس کا
 رہا ہے ملک کس کا سلطنت کس کی جہاں کسکا
 خرابی کا زمانہ اب تو اے عبد المسیح آیا مٹے گی شوکتِ قیصر مٹے گی مہول کسرا
 غلط ہو جائیگا تثنیہ کا تثلیث کا دعوا خمار آنکھوں نہیں ہو و نرات قرآن کی تلاوت
 کرے جنگو ہیل سجدہ وہوں شانِ خدا پیدا
 جو توڑیں گے سرِ عزتی وہ ہوں اہل عصا پیدا

ملے زردشتی و زردانستہ ہیں یزدانِ در اہرمن عیسائی تثلیث کے قائل ہیں تثنیہ سے زردشتی مرا ہیں
 اور تثلیث سے عیسائی ۱۱ ملے حضرت ختمی آب علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات جہاں میں تشریف لائے
 تو نو شیروان کے محل کو زلزلہ آیا اور وہ پھٹ گیا۔ محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔ نو شیروان اس حادثہ سے
 بہت گھبرایا۔ اپنے مصاحبوں نے یوں موبدان کو دربار میں بلایا۔ اظہارِ واقعہ کرنا چاہتا کہ عالِ فارس نے
 خبر بھیجی کہ پارسیوں کی آگ جو ایک ہزار برس سے روشن تھی آج کی رات ٹھنڈی ہو گئی۔ حاکمِ ایلہ کی
 رپورٹ آئی کہ دریائے سادہ بالکل خشک ہو گیا۔ عالِ طبریہ کی عرضی آئی دیا چہ طبریہ کا مجرعہ بند ہو گیا
 ایک دوسرے عامل کی حرضداشت وصول ہوئی کہ وادی سادہ موزن ہو گیا۔ نو شیروان کو ان اخبار
 سخت پرچہ دفر ہوا اور اُس نے اپنے محل پر واقعہ بیان کیا۔ موبدان جو شہر کا قاضی القضاۃ تھا اُس نے اپنا
 خواب دیکھا جو ا بیان کیا کہ عرب کے کمرشل وٹ گھوڑوں کو کھینچنے لگتے ہیں حتی کہ دجا کے پار ہو گئے
 اور بغداد سے تمام ملک فارس میں پھیل گئے۔ نو شیروان اس سے خواب کی تعبیر پوچھی موبدان نے
 کہا کہ عرب کوئی نیا فتنہ اٹھنے والا ہے مگر وہ فتنہ کیا ہے سمجھیں نہیں آتا۔ شہر کے سارے کان
 اور ممبرانِ واقعات کی تعبیر میں عاجز رہے تب نو شیروان نے نغان بن منذ کو لکھا کہ کوئی ایسا مہر
 جہاں دیدہ کو بھیجو جو ہر سوال کا جواب دے سکے۔ اُس نے عبد المسیح کو بھیجا جسکی عمر (۱۵۰) سال
 کی تھی۔ اُس نے بھی یہ عقد سے حل نہ ہوئے اور بادشاہ سے اُس نے کہا کہ میرا مہر اسطرح
 (جو شام میں جتا ہے) کے سوا یہ مشکل کسی سے حل نہ ہوگی۔ نو شیروان نے عبد المسیح کو سطح کے پیر

ہو استیصال ملک شرک انکے تیغ و خنجر سے

و محل جائے زمانہ نکرہ اللہ اکبر سے

یہی تعبیر ہے نوشیرواں سے جا کے تو کہیں گے میں حسد راب کلگے الوان کسر کے
انہیں تعداد میں ساسایتوں میں حکمران ہو پھر لے عبدالمسیح آخر زمانہ کو ہمیں بدلے

جھائے پھر تو وحدت اپنا سکھ سارے عالم میں

رسول اللہ کا پرچم گئے گا سارے عالم میں

ہو اور خضعت سوسے نوشیرواں عبدالمسیح آیا سنایا جو سنا نکھا شاہ سکر یوں ہو آگویا
زمانہ چاہئے کایا پلٹ ہم نے کو صدیوں کل کروں میں لے ندیمو آج ہی سے کیوں غم فردا

نہ تھا علم ان ہنشاہوں کی کم عمر واں ہوگی

نہ تھا معلوم جلدی ختم ساری داستان ہوگی

یہی شہر ہے عالم میں کہ شاہ ہنشاہ آئیے جہاں میں فخر آدم شہید ذی طہ آتے ہیں
گنہگار ان است کے شفاعت خواہ آتے ہیں حبیب حضرت خالق رسول اللہ آتے ہیں

ہو لے جلوہ فرما خیر و دیں بطین ما در میں

دلیغ اہل خدا لایا گیا ہے آج چکر میں

مے ساتی بہار تازہ باغ و ہر میں آئی گیا دور خزاں عالم میں حمت کی گھٹا چھائی
گلستاں میں نئے لکڑی خوشنما چھو لوئی رعنائی پر یزاد اہل گلشن آج ہیں محو خود آرائی

وہ آراش ہے پھولوں میں کہ گلہائے جہاں صدقے

وہ زیبائش ہے چمن پر تازہ میناں جہاں صدقے

نیرم صبح نے خوابیدہ سبزے کو جگایا ہے مثال تہہ خواباں سرو نے بھی سر اٹھایا ہے
گل خنداں کے سرو پر سنبل پچاں کا سایا ہے نئے ڈھب سے چمن کو گلشن آرائے سجایا ہے

چمن سر سبز گل خنداں شکستہ ہر گل ایسی

نہی ایسا ازل سے یہ زمین بھولی بھولی ایسی

نہا لان چمن بالیدگی سے سر کشیدہ ہیں خمر کے بار سے استیجار کی شاخیں خمیدہ ہیں
ہر آگ تھپتھپے میں نیرن نیرن گل نو دیندہ اگر میں آتجانی بھول تو اٹھ مار جمیدہ ہیں

حسینوں کو کرے غرقابِ محبت آبروئے گل

نہ دیکھے مہوشوں کو دیکھ لے جو آج سوئے گل

خبر کچھ بھی ہے ساتی کیوں جہاں ہے رنگ بدلا
زمین نے رنگ بدلا آسمان نے رنگ بدلا ہے
نئے انداز سے کون و مکان نے رنگ لایا ہے
نئے طرز و روش سے گلستاں نے رنگ بدلا ہے

گل تازہ کی ساتی بوستاں میں آمد ہے

شہر دنیا و دیں کی اس جہاں میں آمد آئے ہے

سبح الاول آیا مہربان صد مہربان ساتی
جہینا ہے طرب کام جہاں صد مہربان ساتی
کریم کا رنگ دکھلا مہربان صد مہربان ساتی
ترا ہو یوں بالامہربان صد مہربان ساتی

پلاوے جام الفت شربت وحدت کا ساغر

مرا پیمانہ دل یادہ پر نور سے بھر دے

ہوئے ختم الرسل شاہنشاہ ملکِ دنی پیدا
ہوئے سلطانِ دین صل علیہ صل علیہ پیدا
ہیں بت انگلیں ہوئے آبِ بت شکن شاہِ ہندیا
جہاں کفر ہو گا دورِ ظلمت ہو گی ناپیدا

جہاں میں حاجی بدعت محمد مصطفیٰ آئے

جہاں میں مامی وحدت محمد مصطفیٰ آئے

پے تنظیم اٹھو شاہِ دیں، خضر عرب آئے
مہربان رسالت شمس علم امی لقب آئے
شفیع المذنبین عالی نسب والا حب آئے
جنابِ رحمتہ للعالمین محبوب آب آئے

منور ہو گیا سارا جہاں نور محمد

ہوئے روشن زمین و آسمان نور محمد

سلام ہے آغاجِ حسن و اخترِ خوبی
سرِ پا صورتِ رحمان ہمتِ ثمان محبوبی
بہ مصبرِ خوبی یوسفی درِ شکرِ یعقوبی
بکلمتِ چو خلیلِ اسی بشانِ صبرِ ابوبی

کلمہ اللہ مشتاق کلامتِ یارِ رسول اللہ

مسیحا بزلفاک زندہ بنامتِ یارِ رسول اللہ

سلام ہے رحمتِ عالم شفیعِ عاصی یکتا
سلام ہے ہر بہرِ تحقیا سلام ہے ہادی یکتا
سلام ہے قاسمِ کوثر سلام ہے ساتی یکتا
سلام ہے بندہ یکتا پذیرائے سید و مولا

غریبم بیکسم دستم گیرے سید و مولا
کرم کی ہو نظر مجھ پر یہی دل کی تمنائے
دکھا دور و روضہ انور یہی دل کی تمنائے
تمہارے آستان پر بض چھوٹے یا رسول اللہ

ہوئے تم جسکے پھر کیا اسکو فکر دین و دنیا ہو
تھیں مقصد مرے دل کی تھیں تیری تمنا ہو
ملیں دو نوجواں کی تمہیں محکوم جو تم چاہو
تھیں مولائے یجتا ہو تھیں آفائے کیتا ہو

کہاں جاؤں میں کہاں کر تمہارا یا رسول اللہ
میں ڈھونڈوں غیر کا کیونکر سہارا یا رسول اللہ

سید سرید الدین

الذی لم یجد

وہ شب نور بخش بینائی
وہ شب مشکفام عتبہ بینر
جس سے پُر نور چشم سلمائی
جس پہ صدقہ جمال الیلائی
باہر اراں جھوم حسرت و شوق
وہ بتی جس کے نور تلقین سے
جس کے شیدا ہیں جبریل امین
وہ بتی جس کا دمائے ظہور
جس پہ قرباں ہو آفتاب رخی
وہ بتی جسکو ہو کے بے پردہ
منحصر تھی ظہور پر جس کے
جس سے پُر نور چشم سلمائی
جس پہ صدقہ جمال الیلائی
لے کے مراد وصال کا آئی
عقل تیرہ نے روشنی پائی
جس کے سیکال میں تو لائی
چہرہ پردہ عالم آرائی
جانے جسق ماہیامائی
صورت اپنی خدا نے دکھائی
دو جہاں کی ظہور آرائی

وہ نبی جس کا نقطہ خلقت
صفوۃ آدمی تھی جس سے حیاں
جس میں فضل و نوال ابراہیم
جس میں ایثار و بذل اسماعیل
جس سے ظاہر و تار یقوبی
حسن و عارت آفرین شکیب
جلوہ گر جس میں عن داؤدی
جس میں صبر و رضا عی ہارونی
جس سے ظاہر شعیب کی عزت
زکریا کا تھا جس میں سوز و گداز
پے مردہ دلاں منزل شوق
جس میں اوصاف ابنیائے تمام
تھا کسی ریت اک چٹائی پر
دل سے ہوتی تھی راز کی باتیں
صندے ہوتی تھی دل سے وقت کلام
جس کا جاں بخش ہر کرشمہ و ناز
جس کا ادنیٰ سے آئینہ بردار
دل جمال ازل کا پروانہ
سر جھکا تا مے اپنے سجدے کو
بڑھ گئے زنجیر در بصد آداب
سنگے آداز گھٹ گھٹائی
عرض کی میں ہوں یا رسول اللہ
سنگے یہ وہ مددگار فیکوں
کیوں نزل آپکا ہوا اسوقت
عرض کی آج داؤد داؤد

مرکز دور چرخ مینائی
نوح کی جس میں کار فرمائی
جلوہ گر باکمال زیبائی
جس میں اسحاق کی تھی رعنائی
غیص کی جس میں جلوہ پیرائی
جسکی یوسف کمر زلفائی
تھی سیدیاں کی جس میں دانی
جس میں جاہ و جلال موسائی
جس میں ایوب کی شکایت
جس میں یحییٰ کی خلق آرائی
جس میں عیسیٰ کی تھی مسیحا
جس میں تھے تب فضائل آیائی
انجن ساز بنج تنہائی
ہنر باں خاشی و گویائی
لب جاں بخش پر مسیحا
دل فرا جسکی طرز رعنائی
شور ہنگامہ خود آرائی
جان حسن ابد کی شیدائی
جسکی چو گھٹ پھر واری
جبریل امیں نے گھر کائی
پوچھا حضرت نے کون ہے بھائی
آپکا جان نثار شیدائی
یوں ہوا کام بخش گویائی
آج کیا دل میں آپ سے آئی
چلے کرتا ہے یاد فرمائی

منظر ہیں تمام شیدائی
 سنکے یہ مژدہ دال آسائی
 بات تھی لایق پذیرائی
 عشق نے برق شوق چمکائی
 ہر طرف تھی نشاط آرائی
 ہر طرف اک بہار تھی چھائی
 سخی رنگ شفق میں رنگوائی
 کھل گئی جو کلی تھی مجھائی
 جب چلی باہر از زیبائی
 بسطی خرویش سے بینائی
 دھم میں بھی نہ جسکی چال آئی
 شکستہ تھا رخ بینائی
 خاک پامال ناز رعنائی
 آمد آمد کی جب خبر پائی
 بڑھ کے حضرت کی کی دال افزائی
 حور و غلاماں کی وہ صف آرائی
 ہر قدم پر تھی محشر آرائی
 زیر پا فرش بیک رعنائی
 سدرۃ المنتہی پہ جب آئی
 آگے آگے ہجوم رعنائی
 نہ ہی تاب گام فرسائی
 یک بیک غیبی صدا آئی
 کیجئے بڑھ کے عزت افزائی
 بنگیا ناز حسن شیدائی
 ہر نفس معجزہ مسیحائی

نگہ شوق فرشتہ راہ کئے
 الغرض وہ حقیقت دو جہاں
 مدعا تھا جو قابل تسلیم
 ہو گیا بیعت رار چلنے کو
 ہر طرف نزہت آفریں تھا سما
 ہر طرف لالہ کار تھی قدرت
 چرخ نے نیلگوں روا اپنی
 بن گئے پھول قلب افسردہ
 شب اسری سواری حضرت
 گزرا یوں چرخ نیلگوں سے برق
 وہ براق حسین سبک پرواز
 سامنے جس کی تیز بالی کے
 اور حسین وہ کہ زیر پا جس کے
 انبیاء نے بھی آسمانوں پر
 مرجع کہہ کے بہر استقبال
 ہر طرف وہ ملائکہ کا ہجوم
 ہر قدم پر نثار تھا محشر
 ہر قدم پر تھی لوٹتی جاتی
 با بختل سواری حضرت
 پیچھے پیچھے تھے جبریل برقی
 خوف و دہشت سے رکھی جبریل
 اترے رفرف سے جس گھسی حضرت
 عرش و کرسی کی اے عیب مری
 جب بڑھانا سے شہ جناباں
 ہر قدم تاج بخش عرش بریں

دھوم تھی فخر انبیاء ہر آج
سر جھکائے ہوئے نیاز ادھر
وہ مزید عامہ عربی
دوش پر وہ چھٹے ہوئے گسیو
جس کا ہر حلقہ سود آبا
وہ ردائے مخططی بنے۔
وہ سراپائے نور تھی جسمیں
صبح تھی شمع رخ کی پروانہ
دیکھ کر جن کو مجھو آرایش
پھر وہاں سے مقام ادنیٰ میں
بڑھ گیا شوق دیدہ سے سوا
جوش تھا اختلاط باہم
اٹھ گیا در بستان سے پردہ
ہو کے مشتاق دیدہ حسرت دیدہ
ایک محو جمال ایک جمیل
کھل گیا عقدہ دنا الجبار
لی جب آپس کی گرم جوشی سے
باقی اتنا بھی امتیاز نہ تھا
ذات میں ذات ہو گئی اصل
اسکو کہتے ہیں ایک جا ہونا
عجز اور اک پیش کر توفیق
کس نہ بکشا د آس بہتارا

جلہ آرائے جلوہ فرمائی
نازاد و دھر محو نازیکتائی
جس پر قربان ہزار زیبا
جلوہ کر جس سے شان بطائی
نقطہ انتخاب رعنائی
دلفریبانہ دوش برائی
شان رحمت کی جلوہ آرائی
شام تھی گیسوؤں کی شیدائی
آئینہ بنگائی خود آرائی
طرتہ العین میں جبکہ پائی
حسرتیں بنگائیں تماشا
گرم تھی بزم صحبت آرائی
نگار نقشہ کی بن آئی
پردہ غیب سے نکل آئی
اک تماشا تھا اک تماشا
دیکھ کر رنگ لطف بکائی
راز پنہاں نے شکل پہ آئی
کون مرنے ہے کون ہے رائی
نور میں نور نے جبکہ پائی
اسکو کہتے ہیں شان بکائی
نکر آہنگ خامہ فرمائی

کس نہ دریافت راز تنہائی

راز و راز دعا شوق و مشوق
تو کہ کیس طلسم بکائی
نور اللہ مرقدہ



نفسی نفسی سب کہیں گے بر ملا
ہوں گے شاخِ حشر کے دن بے خطر
یوں کہیں گے اے رحیم مومنیاں
ایک مانا میری امت نے تجھے
تا کہ بخشائیش کی انکے ہو سبیل
رحم کر اب ان کی حالت پر کریم
حشر میں رہ جائے گا ان کا بھرم
اے خدا و احد تجھے کہنے لگی
بخشدے اب انکو اے غفار تو
بچکے مرضی سے تیرے فضل کے
دے ہی دی حسین نے بھی اپنی جاں
بخشدے امت کو میری اے خدا
جہت حق جو شش میں آ جائے گی
ہو گی امت سرخرو روزِ جزا

حشر کے دن ہوں گے جتنے انبیاء
آمتی فرمائیں گے خیر البشر
پیش حق جائیں گے وہ گر یہ کیاں
ایک جانا میری امت نے تجھے
ہو گئے میرے نولے بھی قریب
اے خدا تو ہے عفو تو ہے رحیم
ان پہ ہو جائے اگر تیرا اکرم
بت پرستی چھوڑ کر آمت مری
تو نے فرمایا ہے جب لا تقنطوا
ذبح اسمعیل جب ہونے لگے
تھی جو وہ عفو امت درمیاں
رحم کر اے مالک روزِ جزا
جب یاب فرمائیں گے حضرت نبی
بخشدے گا پیاری امت کو خدا

شرک و بدعت سے بچاؤ آپ کو
حشر کیا ہو گا کہو روزِ جزا
ہو گا نا خوش تم سے رب العالمین
دیکھو حضرت! کو نہ ہو اسدن طال
حسم تا تم پر کرے وہ بے نیاز

مومنو! مشیار ہو آگاہ ہو
جب رہو گے تم گنہ میں مبتلا
کافروں کے آگے ہوں گے شریک
کر لو حضرت کی شفاعت کا خیال
نیکیاں کر لو رہو عصیاں سے باز

ہے مگر بندوں کو لازم بندگی
ہے بشر کے واسطے وجہ تہلیل
وہ عقائد اب تمہارے کیا ہوئے
کچھ ہمیں اللہ کا ہے تم کو بات
غرق کیوں دنیا کی تم ہو اچاہ میں
کر لو تم اللہ کا بھی ذکر کچھ
میر معاصی پھر ہو یہ کیسا ستم
عاقبت کا کیوں نہیں خوف و خطر
نیکیاں دیرین میں کام آئیں گی

اسکو حاجت کیا تمہارے ذکر کی
ما خلقت الجن والانس لے عزیز
تم عبادت کے لئے پیدا ہوئے
اسقدر دنیا میں تم کو انہماک
اسقدر ہے حق سے غفلت کیوں تمہیں
عاقبت کی بھی تو ذکر و فکر کچھ
ہائے تم کہلاتے ہو خیر الائم
ظلم کیوں کرتے ہو اپنے نفس پر
تم کئے جاؤ بھلائی ہر گھسیڑی

یہ دعا فیاض کی ہے اے خدا
کر ہدایت نیک تو سب کو عطا

حشمت اقبال ضیل

شمعی

بجلی میں آگ میں لو میں بھی اور انکے سر اٹھ نہیں
و شمع اجالا تجھے کیا چالیں برتر کس غار میں
اک روز جھلکے والی تھی دنیا کے سب بار میں

کیا نور سے دیکھو صل علی ہے جی ضیا انوار میں
ہے روشنی آگ ہی گویا سوج میں حازم تر تار میں
اک روز جھلکے والی تھی دنیا کے سب بار میں

اس آئینہ میں تو جاتا ہوں جس دلیر کوئی چور نہ ہو
گر آئینہ سما کی بھٹی میں لو لاک لہا کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزار و نہیں یہ نور نہ ہو تیار نہیں

اس دلیر تو جاتا ہوں جس دلیر کوئی چور نہ ہو
گر تو نہ ہو یال و لاشک سلیمان مار نہ ہو اور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزار و نہیں یہ نور نہ ہو تیار نہیں

جو خدا محبوب خدا جو ہے اعلیٰ اولیٰ
کیا شان ہے اسکی صل علی کیا رتبہ ہی اسکا نام
وہ راز اک مکی والے نے بتلادیا چند اشارہ میں

جو خدا محبوب خدا جو ہے اعلیٰ اولیٰ
کیا شان ہے اسکی صل علی کیا رتبہ ہی اسکا نام
وہ راز اک مکی والے نے بتلادیا چند اشارہ میں

جو چیز نہیں ملتی ہے جہاں چیز وہاں کس کو دیکھے
ہاں تھیر ہی سے لعل ملے دریا ہی سے موتی نکلے
یہ امر مسلم ہے ہرگز ہوتا ہی نہیں ہے خلاف اس کے
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں کانِ فلسفہ

دھونڈے سے ملیں عاقل کو یہ قرآن کے تیار نہیں
ہر مارِ خلیفہ بعد نبی ہر ایک سے انہیں لاثانی
ہیرا نئے فضائل بے جنتی کیا شانِ بیاں کی دانی
صدق کوئی فاروق کوئی اور کوئی عجمی کوئی دلی
ہر کتیرا ایک ہی مشعل کی توجہ کو عمر عثمان دلی
ہم مرتبہ ہیرا رانِ نبی کچھ فرق نہیں اچا رہیں

یہ محمد حسین آزاد جلیا



آج عالم میں ہے اک دھوم کہ آتے ہیں نبی
دیکھنے آئے ملک جن و بشر حور و بری
بادہ خوار اُن نے دید میں چرچا ہے یہی
اک طرف حسن پرستو نگی جامع ہے کھڑی
یک زباں ہوئے ترانہ یہی سب گاتے ہیں
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّبِّيْ اَتَاتَنِيْ

دیکھو دیکھو کہ وہ محبوب خدا کا آیا
جسکی صورت پہ خدا خلق تو شیدا ہے خدا
ایسی خوبی کا ہمیر نہ تو دیکھنا نہ سنا
جسکی پڑتی ہے نظر ہوتا ہے سو جاں خدا
سحر آنکھوں میں ہے اور لب پہ میٹھانی ہے
تیرا صانع ہی تری شکل کا شیدا ہی ہے

کس سے نسبت ہو تجھے بادشہ جن و بشر
دو نوں عالم میں نہیں ہے کوئی تیرا ہمسر
حسنِ یوسف سے تصدق تو خدا تمس و قمر
مختصر یہ کہ تو ہے نورِ خدا ہے برتر
تیرے دندان کی جھلک گوہرِ غلطان میں نہیں
باتِ جوں میں ہے وہ لعل بدخشاں میں نہیں

سرورِ دو عالم آئینے تیرے زائل ۱۶۶
ظلمت کفر ہوئی آئینے تیرے زائل
کرم ایسا ہے کہ خالی نہیں جاتا ساؤل
سخت جاں بھی دل و جاں سے ہے تیرے زائل
اور سچائی ہے ایسی کہ عدو ہے قاتل
طاہت حق کیلئے چائے طاہت تیری

ایک دن رب سے ملائگی محبت تیری
نور سے تیرے ہوا وہ نول جہاں کا آغاز
اور تو نور ہے اللہ کا اے مائے ناز
تیرے آئینے دو عالم کے کھلے غیبی راز
تجھ میں خلق میں عجیب طرح کا ہے راز و نیاز
امر تبہ داں بھی نہ تیرے کو ترے جان سکے

طور پر حضرت موسیٰ بھی نہ پہچان سکے
تیرے آئینے عیاں ہو گیا گنج مخفی
تو نہ ہوتا تو خدا کی بھی نہ پیدا ہوتی
تیرے جلوے سے سیاہی شب عالم کی مٹی
سورج و سُر ہے تفسیر تری صورت کی
تو ہوا بالکشت آرام دل زار جہاں

تری تریف کو سب جہاں کی بھی قاصر ہے زبا
تیری صورت پہ ہر اک جان کشید اُتی ہے
صورت پاک تری منظر بختا ئی ہے
زلف پر پیچ کا تیرے کوئی سودا ئی ہے
چشم مشتاق میں تو نے ہی جگہ پائی ہے
دیکھتا ہوں میں جسے پانا ہوں صورت تیری

زرہ زرہ پہ ہے واللہ حکومت تیری
ہیں ترے تابع فرماں عرب ہند و عجم
عرب تیرے ہیں شاہان جہاں کے مہم
کافروں پر بھی ترا ہوتا ہے الظا و کرم
ہاں مجھے بھی مئے دیدار پلا دے ساتی
بیخود و مست تو مجھ کو بھی بنا دے ساتی

مری اک عرض ہے سب لمبے پیارے رُوز
ہو گیا ہوں تپ فرقت سے نہایت مضطر
آؤ یا پاس بلا لو مجھے لے خیر بشر
قابل رحم ہوں ابطال ہے بیحد اہتر
آپ کی اک نظر رحم جو مجھ پر ہو جائے
یہ مرا قلب سیہ نام میں منور ہو جائے

لے شہنشاہ! بلا مجھے اک بار مجھے
لے شہنشاہ! دکھا دیجئے دربار مجھے

جہاں میں ہو گا اگر آپ کا دیدار مجھے سے تمنا کہ ادھر آکیں سرکار مجھے

دین و ایمان مرا لے لو ادا کھا دو صورت

موہنی اپنی مرے دل میں جادو صورت

کیجئے رحم سیکو الم آگیں یہ ذرا سے غلام آپ کا اور آپ ہر کے آقا
اک زمانہ اسے ہے مکلا وہ گرفتار بلا جز نتھار کے نہیں ہے کوئی تہارا اٹکا

اے خیال نبوی مجھ کو وہاں آنے دے

تیری چوکھٹ پہ خدارا مجھے مرجانے دے

شیخ طہور الحق مسکو

سید سنی نقیہ

بج نبوت کے ماہ - نبیوں کے پشت و پناہ ہو گئی فرد گناہ - ساری کی ساری سیاہ
انجھ نہیں سکتا ہے شاہ ہم سے یہ باگناہ ہم پہ ہو ماوٹی راہ - تیرے کرم کی نگاہ

کشت کی امت تری - ڈوبنا نہ جاوے کہیں
جلد خبر لے بنی - غوطہ نہ کھاوے کہیں

تو نے دیا ہے سبق ایسا مساوات کا کفر بھی قائل ہوا - تیری کرامات کا
کیسا کیا سد باب - ظلم کا بدعات کا ہم سے ادا شکر یہ کیا ہو عنایات کا
اے شہر والا ہم - جلد ہو لطف و کرم

نام کو جیتے ہیں ہم - آگیا اب لب پہ دم دشمن جان سے بھی کھیں اپنے ہمدردیوں
آکے اخلاق کا ہو نہیں سکتا بیاں شد والائے کیں نیکیوں پر نیکیاں
کا فرکہ کے ساتھ - باہمہ مکا ریاں
کم تھے کسی سے حضور کو نہ کسی کس چہر میں
ادرا ہی کچھ رنگ تھا - حسن دلا و نیر میں

دین کو دنیا کے ساتھ آپ کے برتاؤم
خالی از حکمت نہ تھا۔ آپ کا ہر اک کام

نقش قدم چھوڑ کر۔ آگے نہ صراحتاً ہم
اپنی ہی رفت سے پھنس گئے دنیا میں ہم

کیوں نہ تصدیق ہے آپ کا ضلوع آپ
زاہد و عاصی ہے آپ کی یکساں نظر

کیوں نہ ملنا ہے یہی آپ کی الفت میں
حشر کے میدان کا کیسے ہو خوف و خطر

آپ نہ ہوتے اگر شافع روز جزا
ہوتی نہ ہم پر حرام۔ نار سفر مصطفیٰ



بت پرستی جب وہاں ہر دم ہے
کفر کے سب مونس وہ ہم دم ہے

ضابطہ اخلاق کے برہم ہے
بتلائے جہل یوں عالم ہے

تا کہ ان کا مونس وہ ہم دم ہے
سب مخالف ہی رہے ہم دم ہے

سب کے سب قرباں ہوئے ہم دم ہے
اب سر تسلیم کا خم ہے

آپ کے پیرو بہت ہی کم رہے
قوم کب تک بتلائے غم رہے

قوم کا شیرازہ کیوں برہم ہے

خانہ کعبہ کا کیا عالم رہے
لات و عزا کی ہے طاعت ہم

جہل و ظلمت کی سیاہی خوب تھا
نہ نہ آیا نہیں اللہ کو

صاحب اخلاق اک پیدا کیا
وہ مگر تھے ایسے کچھ وحشی مزاج

آخر اس شمع ہدایت پر وہی
آج آدھے اسی ذی جہاد کی

الصلوة والسلام لے شاہ دین
رحمہم جو یا سر جہاد للعالمین

آپ اگر چاہیں تو بیڑا پار ہو

دین کا اڑنا ہوا پر جس سے ہے
جس میں جوش طبع کا عالم ہے

سید سجاد
تاقیامت یا شفیع الذنبیں
پہنچتی قسمت میں کوئی غزل

آپ کے خادم کا یہ عالم ہے
تا کہ دل مستلک غم ہے
امت سے دار دو عالم رہے
روضہ سرکار پر سر خم ہے
سلسلہ جنباں جنوں پیہم ہے
تشنہ کام کو غرور مزہم ہے
حیرت آگین عیسے مریم ہے
حضرت نوح اہل آدم ہے
اس تن خاکی میں جہنک دم ہے
درد دل بڑھ سکے یا کم ہے
رشک جیوں دید کا پر خم ہے
اور ٹھنڈا دیدہ پر خم ہے
کاتب اعمال بھی برس ہے
کیوں جگر منت نشیں مر ہے
روشنی ایمان کی مدھم ہے
شیرب و بطمی میں میرا دم ہے
مہربان سردار دو عالم ہے

ہست بلائے درد و رنج و غم ہے
یار رسول اللہ اب لیجے جب ہے
شہر سے میدان میں کیوں منفل
تسا ہے یہی ہے آرزو
ہوا شوق کی شوق دید میں
یہ نہیں بلن کہ خادم آپ کا
جس آپ یار بخش کی تاثیر ہے
خیر چیر تخلیق حضرت کے خود
شوق دیدار مدینہ کم نہ ہو
حشق حضرت ہی رہے دل میں ہم
شوق دیدار رسول اللہ میں
دل منور آپ کے جلو سے ہو
تھا برا ایسا کہ میری زیت تک
دخم تیغ جہر احمدی شفا ہے
گر شہد شمع ہایت جسلوہ گر
نہ جاں گلبرگیں گر میں رہوں
پہنچتی خیر کا کیا خوف جب

ہست قرآن میں اس دے رخسان
معنی واللیل شد زلف پریشان
اندر و جلہ بال و اسرہندوس
صد ہزاراں قیدی خاہ بخدان
والقلمی فی ان خاسرہ نورست
مست مازاع البصر نقیرت شام
تاج فرمان تو جوش بشر و ملک
مست مازاع البصر نقیرت شام
فاصل جہارہ وصف و جہار
خود خداوں گفت رخ و خوان

قرآن مجید

از حضرت شیخ الہند مولانا محمد حسن علی دہلوی
آج کا مجید ترجمہ قرآن پاک کے پورے مہینہ پر ترجمہ
سب پر جملہ جویموں کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے
ہونے کے باوجود با محاورہ اور سلیس اور ذرا سلیس
اور صاف کہ جسکو سنی لکھنا یا بھی بخوبی سمجھ سکے لکھائی
چھاپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ ترین خانی مطبعہ
نہایت سے جو کمال ہونے پر لکھا ہوا ہے اسکی عمدہ
غیر عمدہ سے بدیاری عمدہ سے غیر عمدہ سے
بَارِۃُ الْعَالَمِ اس ترجمہ کسیری ان میں میں ملانے
مطلوبہ بطور نمونہ لکھنا جس کے انور قرآن شریف
کے کاغذ لکھائی چھاپائی اور قطع کا جو علم ہوسکتا ہے یا نہ ہو
محمد مجید علی دہلوی

مطبوعات

دکے علاوہ

فرمائش آئے پر عربی و فارسی وارڈو
کی اوٹ آف پرنٹ کتابیں اور
نایاب و کیاب علمی نسخے مہیا کیے جاہیں
یہ محمد اللہ قادر اندر
انہی کو برین سیکر کوٹہ اکبر جاحید آباد کن

نوبہار

نگران - حامد اللہ اختر سہری -
اسٹریٹر - سید احسان علی کھٹو
نوبہار انش، لطیف کا ایک مصور مجسمہ جو ہوا کے آخری فنکار
علی گڑھ کے شاعر ہوتا، اگر آپ اردو کے شاعر و شاعر کا دیکھنا
چاہتے ہیں اگر آپ دل ملا دیتے تو اسے مختصر فنانوں سے
لطفاً اندر ہونا چاہتے ہیں اگر آپ اعلیٰ باد کے درجے کا
فرمانا چاہتے ہیں اگر آپ شاد بات انسان کا مختصر فنانوں سے
کرنا چاہتے ہیں تو نوبہار پر دے غرض اگر آپ پر ہندو کا بہتر
اردو ٹیچر اپنے پاس محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو نوبہار خریدیں
ہر مہینہ علاوہ نقد اور کارڈوں کے خلاصہ رسائل کے عنوان
سے تمام اعلیٰ نایاب اردو رسائل کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے
قیمت سالانہ پچیس محصلہ اک نمونہ کاربجہ ۶
منہج رسالہ نوبہار علی گڑھ

مفید مشورہ



آپ کو کسی علاج میں
عظیم فکر و امید ہو گئی ہو تو
آپ ہم سے ایک مہینہ شروع
کر لیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب علاج سے
بہت خوش ہو گئے ہر ایک مرض کے لئے جو خوشیوں
بچوں وغیرہ سے متعلق ہو بفضل خدا انہیں صحت
سے علاج کیا جاتا ہے۔ بچوں کی مسلمان یا کالیف
و درد و برآمدگی خون کے ہوتے ہیں ایک قصہ
کی آزمائش علاج مطمئن کر سکتی ہے۔ کن
ڈاکٹر شیخ محمد الدین غازیہ جاحید آباد کن



ادبی علمی و تاریخی اور طبی مسائل متحداً برائیاں کیا گئیں
معنی
اور صبح لکھنو
ہفتہ وار اخبار
ماہنامہ شاد پورہ
پرچہ جو ہر مہینہ جاری ہے جس میں بحث اور لکھنا کی ساری چیزیں
یکساں ہوتی ہیں (تقریباً ہفتہ وار شاد پورہ شریک) ساری عام
نمونہ نمبر ۲ سزا مفت مالک خیر سے سالانہ شاد پورہ شاد پورہ
نوبہار اور صبح و کوٹہ اکبر لکھنو

قسم کے خوش دان تھے
بہترین مہر تھے

جو دل و دماغ کی تقویت اور بیسیوں فوائد سے مطلوبین ہم طلب کرتا
مفید اور مقوی ہے سو کے علاوہ

یہ سید رسول ہوتا ہے۔
 کیمیاوی اصول پر بنائے گئے ہیں۔ بازاری بزرگ عشر
 ذائقہ اور فائدہ۔

نہیں پیدا کر سکتے چرخِ سیبِ اناسِ آملہ، اُلیٰ خرمائے

ہر قسم کے مریبے فی پاونڈ

نصف پاؤں ۱۲ سپر سید جامی نے
فہرست کتب جامعہ چندیار احمد آباد
طلب قرآن



The
Grand Fine Art Sign Board Painting House
STEADHILLMAN Artist
TAD PRESS CHATTA BAZAR HYDERABAD



اگر
فنی دوکان کے بہترین نمائندہ بورڈ ہوں یا اشتہار و قطعات پر
میں کی گلکاری یا تصاویر بنوانی ہوں یا کے عہدہ سٹیل و کارٹون
ایچ سٹ، واٹر پینٹ کام لینا ہو تو پتہ بالاپریم
دریافت یا خط و کتابت فرمائیے

علی بنی تبری تاریخی معاشرتی و سیاسی پرچم کاغذ

تاریخ ہندوستان

مدرسہ علامہ محمد نزاری
ریونیو میٹر - رگھوناتھ راؤ دہڑن

تاج پریس پبلیشرز

فصلہ راج پریس
چھپنے والا راج پریس
فصلہ راج پریس
فصلہ راج پریس

الحمد لله والمنة

RARE BOOK

NOT TO BE ISSUED

رسالہ تاج کا اردو نمبر جس کا آٹھ دس ماہ سے شہرہ پورہ تھا ناظرین کو مل گیا
ہو رہا ہے۔ اس نمبر کو کامیاب بنانے میں جتنی کوشش کی گئی وہ اظہارِ شکر سے - شت بڑی
محققانہ مضامین کے کہہ جانے میں حقدارِ نگار کو کرنی پڑتی ہے اور جو تکالیف بردار کرنی
میں ان کو مضامین کی اہمیت سمجھنے والے حضرات زیادہ محسوس فرما سکتے ہیں۔

رسالہ تاج کے اجرا سے ہمارا یہ مقصد ہے کہ ہم صحیح معنوں میں ملک کی خدمت انجام دیں
اور ان جواہر پاروں کی چمک و نمک سے علمی دنیا کو چمکا دیں جو بڑی شکوہ و ستیاب تھے ہیں۔
ہماری تمنا ہے کہ قدر دانانِ تاج کے پاس یہ اصول علمی جواہر محفوظ ہو جائیں اور وہ ہمیشہ
اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ ابھی ہم کو اپنے مقاصد میں خاطر خواہ بہت کم کامیابی ہوئی ہے
تاہم ہماری ان خدمات کو بغیر استحسان و دیکھا گیا اور نہایت فراخ دلی کے ساتھ اس طرح ختم
کیا گیا۔ اس قدر دانی نے ہمارا ارادوں کو اس قدر بلند کر دیا ہے کہ ہم آئندہ سال رسالہ تاج
کے وجود کو پہلے سے زیادہ کارآمد ثابت کریں گے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ انشاء اللہ
ہمارا آئندہ سال کے لئے عمل سے ناظرین تاج نہایت مخطوط ہو گئے اور اس کی اس طرح کامیابی ہو گئے
آئندہ شائع ہونے والے نمبروں میں جس سے قابلِ افزداد کے قلم نگاروں نے مضامین اور اس کے نکتہ
علامہ سید جمال کے ایک سبب اور محققانہ مضامین سے ملو گی جس کا عنوان ہے کہ:-

ہندوستان کا سب سے بڑا انشا و پرواز کون تھا؟

رسالہ تاج آئندہ سے ۲۰ x ۲۶ کی قطع پر شائع ہوتا رہے گا جس کے مصارف اتنے سے زیادہ ہوں
اس لئے تاج کی قیمت میں آئندہ سے صرف آٹھ آنہ سالانہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو انصافِ مضار کے مقابلہ میں
بہت کم ہے لہذا آج سالانہ پورے تاج کی قیمت پانچ روپیہ سالانہ ہوگی۔ جو حضرات ماہِ اُدس سے خریدار
ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ آٹھ آنہ کے ٹکٹ نہیں اس سال فرمادینگے یا بذریعہ وی پی وصولی ملو گے
کی اجازت محنت فرمائی جائیگی۔

رسالہ بروقت شائع کرنے کا ہم انتظام کر لیا، ناظرین اس سے مطمئن ہیں کہ اردو قلم نمبر کی وجہ
جو تاخیر ہوئی ہے اس کی تلافی رسالہ کی بروقت اشاعت سے ہو جائیگی آئندہ علی التسلیل چاپِ غیرِ عتیق
نذر ناظرین کے جائیگے امید کہ آپ اردو قلم نمبر کی تاخیر اشاعت کو اس کی اہمیت لحاظ کر معاف فرمائیں گے۔